

Class No...A. 819.02.1.....

Book No.....

File. JAWAHAR - E - SUKĪHĀN; YĀ'ANĪ URDU SHARH KE  
KALĀM KA INTIKHĀB

Translator - Musettilag mehel. Mubeen kaifi chisrokhati  
Publisher - Hindustani Academy (Allahabad).

Date - 1933

Pages - 227.

Subjects - Urdu Sharahi - Intikhab.

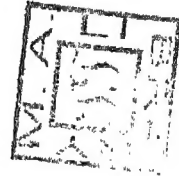
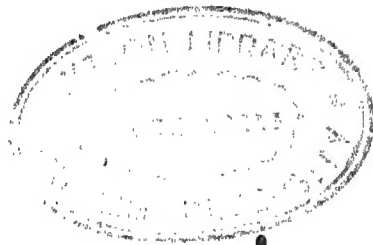


# جواہرِ سخن

۶/۵

یعنی اُردو شعرا کے کلام کا انتخاب

جسے  
مولوی محمد بین کشتی، چریا کوٹی نے مرتب کیا



چوتھی جلد

جس پر ڈاکٹر عبدالستار صدیقی، ایم۔ اے، پی ایچ۔ ڈی،  
نے نظر ثانی فرمائی

۱۹۳۹ء

ہندوستانی اکیڈمی، صوبہ متحدہ، آلہ آباد



# جواہر سخن

یعنی اُردو شعرا کے کلام کا انتخاب

جسے  
مولوی محمد حسین کسٹنی، پیریا کوٹی نے مرتب کیا

چوتھی جلد

جس پر ڈاکٹر عبدالستار صدیقی، ایم۔ اے، پی ایچ۔ ڈی،  
نے نظارثانی فرمائی

۱۹۳۹ء

ہندوستانی اکیڈمی، صوبہ متحدہ، آلہ آباد



## فهرست شعرا

ردیف	نام	محل تولد	تاریخ تولد
۱	گویا	نواب فقیر محمد خان	۱
۲	قلق	خواجه ارشد علی	۱۲
۳	ضمیر	میر مظفر حسین	۲۱
۴	خالق	میر مستحسن	۲۲
۵	انوس	میر یدر علی	۲۶
۶	دیور	میرزا سلامت علی	۶۲
۷	عشق	سید حسین مرزا	۶۹
۸	مونس	میر محمد نواب	۷۲
۹	نقوس	میر خورشید علی	۸۵
۱۰	نور	میر وزیر لکهنوی	۸۹
۱۱	ملهر	سید اسماعیل حسین	۹۳
۱۲	صفیر	سید فرزندان احمد	۱۱۶
۱۳	قدر	سید غلام حسین	۱۲۲
۱۴	جوهر	لاله ماکرم رام	۱۳۹
۱۵	کامل	سید علی مهرا	۱۴۲
۱۶	ذاکر	ذاکر علی	۱۴۹
۱۷	صغیر	شاه غلام حیدر	۱۵۴
۱۸	هجر	تربهون ناتھ	۱۶۱
۱۹	حور	محمد جان خان	۱۶۶
۲۰	سلیم	گوری شاکر	۱۸۰
۲۱	جوهر	جواهر سنگھ	۱۸۲
۲۲	طاهر	طاهر علی	۱۸۴
۲۳	کشف	پندت شوناته چک	۱۸۷
۲۴	قصیر	شاه امین الدین	۱۹۰
۲۵	آسی	شاه عید العظیم	۲۱۴





## چوتھے دور کی خصوصیات

اس دور کے شعرا کو مولف نے دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ پہلا حصہ جواہر سخن کی یہ چوتھی جلد ہے، جس میں لکھنؤ کے شعرا کو داخل کیا ہے اور دوسرا حصہ پانچویں جلد ہے جو دہلی کے شعرا پر مشتمل ہے۔ اگرچہ بیاکمال شاعروں انیس، دبیر، غالب، مومن، ذوق سے قطع نظر کر لیا جائے تو عام طور سے اس دور کی شاعری میں کوئی خاص ترقی نظر نہیں آتی۔

اس جلد میں جو چھڑ سب سے زیادہ نمایاں ہے وہ مرثیہ ہے۔ مرثیہ کی بلحاظ اگرچہ میر امانی، میر عاصمی، رخشاں، سنگندر، مہاں مسکھن، افسردہ، میر ضاحک، مرزا سودا اور میر حسن کے زمانے سے پڑ چکی تھی تاہم اُس وقت تک اُس کا مقصد صرف دونا، دلانا اور ثواب حاصل کرنا تھا۔ شاعری اور مضمون آفرینی، اُس کا مقصد نہ تھی۔ سودا کے زمانے تک مرثیہ کا یہی حال رہا۔

میر ضمیر نے مرثیہ کے مضامین میں اضافہ کیا، کلام میں زور، بلندی میں چستی اور صفائی پیدا کی، شاعرانہ استدلال کے نمونے پیش کئے، نئی نئی تشبیہیں، استعارے، سلیقے سے نظم کئے۔ معرکہ کارزار کے حالات زیادہ تفصیل سے لکھے، نلوار اور گھوڑے کی تعریف میں خاص اہتمام کیا۔ پہلے مرثیہ، توس، چالوس یا پنجاس بند تک ہوتا تھا۔ انہوں نے تمہید لکھی، چہرہ باندھا، سراپا لکھا، میدان جنگ کا نقشہ کھینچا اور شہادت کے بھان پر مرثیہ کو ختم کیا۔ میر خلیق نے بھان کی صفائی اور مکاوڑے کی صحت پر سب سے زیادہ توجہ کی، اور درد و اثر پیدا کیا۔ اسی زمانے میں غزل کے انداز پر سلام اور غزل مستزاد کے اسلوب پر فوج کی بلحاظ پڑی، سلام اور مرثیوں میں مصائب، فضائل اور معجزات کی روایتیں، صفائی، سلامت اور سادگی کے ساتھ بھان کی جالے لگیں [۱]۔

میر ضمیر اور میر خلیق نے مرثیہ کے میدان کو بہت وسیع کر دیا، بلحاظ پڑ چکی تھی اور عمارت بلڈے لگی تھی، اُس کی تکمیل میر انیس اور

( ب )

مرزا دبیر کے ہاتھوں ہوئی - انہوں نے اپنے مرتبوں میں واقعات کے تسلسل، مباحثات کی بلندی، طرز بیان کی دلنشینی، مناظر قدرت کی مصوری، جذبات نگاری اور زور بیان کا ایک ایسا درخشاں نمونہ پیش کیا ہے جو اردو شاعری میں گراں بہا اضافہ ہے اور اس دور کی کامیابی کی زندہ شہادت - مناظر قدرت میں صبح کا سماں، طلوع آفتاب، شام کا سپانا، وقت، چاندنی کا لطف، سبزے کی بہار - ہر رنگ، جنگ میں مبارزوں کی رجز خوانی، حملہ آوروں کے حملے، پہلوانوں کی لڑائیاں، لڑائی کا سامان، تلوار اور گھوڑے کی تعریف، فرض صدھا، مناظر، سوکڑوں، جنگ، دکھائے گئے ہیں اور ہر جگہ تشبیہ و تمثیل لکھی ہے - بہ حیثیت مجموعی دور از کار تمثیل اور بے چارہ ایفراق کو بہت ہی کم دخل دیا ہے - مذاہن و بدائع بڑی خوبی سے استعمال ہوئے ہیں۔ کلام صاف، سلیس اور رنگین ہونے کے ساتھ ساتھ اخلاقی تعلیم سے بھرا ہوا ہے -

اس دور کی فزل، سوز و گداز، مضامین، تصوف اور تشبیہات و استعارات سے خالی نہیں ہے اور فطری اور اخلاقی مضامین بھی اُس میں ادا کیے گئے ہیں، لیکن خیالات اور موضوعات کا بہت کم اضافہ ہوا - قصیدے میں غلو اور بے چارہ مبالغے کے بجائے تشبیہ کا غلبہ ہے - "آسی" نے تصانیف میں مسائل تصوف کو بیان کیا ہے - "گویا" اور "قدر" بلگرامی نے زبان کی خوبی خاص طور پر پیش نظر رکھی ہے -

مثلیوں میں سلاست و روانی، مضامین کی خوبی سے زیادہ ہے - زیادہ تر مثلیوں، شعرا بیان کی تقلید میں لکھی گئی ہیں، لیکن سعد الدین کے مقابلے میں، سادگی، صفائی اور شہریت ان مثلیوں میں کم ہے -

رباعی میں کئی خاص ترقی نہیں ہوئی - البتہ مہر انیس اور مرزا دبیر نے مذہب عقائد فلسفے اور فطرت کے مختلف مسائل پیش کیے ہیں اور ان کی رباعیوں میں تشبیہیں، استعارے، زور تمثیل، مضمون آفرینی اور بلندی مضامین سب کچھ موجود ہے -

مسائل نظمیں بھی لکھی گئیں ہیں واقعات پر کم اور نتیجہ خیز اخلاقیات پر زیادہ مبنی ہیں - "ملیر" نے اپنے واقعات، صائب بھی مختلف عنوانوں سے لکھے ہیں - ان تمام نظموں میں بندش کی چستی اور طرز ادا کی خوبی کا لحاظ رکھا گیا ہے -

## گویا

حسام الدولہ نواب فقیر محمد خاں ”گویا“ قوم افغان (آفریدی) لکھنؤ کے امرا میں سے تھے۔ ابتداء سے شاعری کا شوق تھا۔ ناسخ کے شاگرد تھے اور خواجہ وزیر سے بھی اصلاح لیتے تھے۔ ۱۲۶۶ھ میں وفات پائی۔ انوار سہیلی کا ترجمہ ”بستان حکمت“ اور ایک دیوان ان سے یادگار ہے۔ انہوں نے ایذا دیوان ۱۲۳۲ھ میں مرتب کیا تھا جو ۱۸۸۸ء میں مطبع نولکشور لکھنؤ میں چھپا [۱]۔

کلام سے مشافی کا اندازہ ہوتا ہے۔ آورد کے ساتھ آمد کا بھی کچھ رنگ ہے۔ اکثر اصناف میں یکساں روانی کے ساتھ لکھتے ہیں۔

### غزلیات

خون روؤں چشم زخم سے مہں تیری یاد میں  
یارب، نشانہ ہوں تری الفت کے تیر کا  
پاپوش جس کے سر پہ دکھی بادشہ ہوا  
اللہ رے، مرتبہ ترے در کے فقیر کا

کوئی مجھ سا دیوانہ پیدا نہ ہوگا      ہوا بھی، تو پھر ایسا رسوا نہ ہوگا

آپ سے جب گذر گئے، پہنچے      یاساد ہے راستہ ترے گھر کا

نتجہ سا کوئی نہیں گل و عنا      چمن روزگار کو دیکھو  
نہ اے لاسکے تو مرگئے آپ:      جدھر اور اختیاری کو دیکھو  
اپنی غفلت ہے عین ہشیاری:      خواب مہں ہم نے یار کو دیکھا

[۱]—تاریخ ادب اردو ج ۲ ص ۲۰۔

موت آئی مگر نہ یار آیا : اتر انتظار کو دیکھنا

نہ آئے آپ میں ہم ' یار پھر کہا آکر : مزاج اپنا یہ خود رفتگی پسند ہوا  
 شراب پی کے میں ' اے مست سب دعاؤں کا جو روز جمعہ در مسجد نہ بند ہوا  
 - اُٹھا جو بزم سے ساقی پکو لہا دامن میں آج دستِ سدو کا نیساں بند ہوا

زاہد نے طرفِ حرم کا کیا ' ہلکو نے بُت کو سجدہ کیا  
 ناکام وہ ہوں مجھ سے " گویا " یہ بھی نہ ہوا وہ بھی نہ ہوا

چشمِ جانان کو دل زار نے سونے نہ دیا  
 راتِ بیدار کو بیدار نے سونے نہ دیا  
 وصل میں آنکھ لگی تھی کوئی دم ' اُس کے عوض  
 عمر بھر چرخِ جفا کار نے سونے نہ دیا

تھا جو افتادگیِ شعار اپنا نہ زمیں سے اُٹھا غبار اپنا  
 ہاتھ میں سمجھ توڑا رہا گردن میں ہم سے آزرده دلِ گجر و مسلمان نہ ہوا  
 اِس تمنا میں ہم ' افسوس ' ہوئے سودائی ' تیرے ہاتھوں سے مگر چاکِ گریباں نہ ہوا  
 مرضِ عشق مرا دیکھ کے عیسیٰ نے کہا : ہیہ وہ درنکہ جس کا کبھی دوساں نہ ہوا

نہ آنے کا ترا شکوہ عیثِ یث کہی میں آپ میں آیا تو ہوتا  
 اگر آنکھیں ہمیں دی ہوں خدا نے کہی اُس بُت کو دکھایا تو ہوتا  
 کہتا ہے مسیح ' جن کو جاں بخشے اُن ہونٹوں نے ' آہ ' دم کو مارا

توڑ سکتے نہیں اک تار بھی اب شعاع سے دم  
 چاک کرتے تھے کبھی اپنا گریباں کہنا

ناز و غمزے نے ' چشم و ابرو نے انہیں در چار نے شہیں مارا  
 دھویِ خوں بہا کریں کس سے ؟ چشمِ مینووار نے ہمیں مارا

ہم کو شبِ وصال میں بھی قم ہوا نصیب :  
دھڑکا یہی رہا کہ کہوں ہو نہ جائے صبح

اُس کے ہوں کافر و دیلمدار نہ کہوں پروا ہے ؟  
کہ چراغِ حرم و شمعِ کلیسا ہے وہ رخ

خدا سے کم ، زیادہ سب سے کہیے : یہی کلمہ ہے شایانِ محمّد

ہر روش : خاک اُڑاتی ہے صبا مہرے بعد  
ہو گئی اور ہی گلشن کی ہوا مہرے بعد  
کیا ہی مرنے سے مرے شاد ہیں اللہ اللہ  
ہمت کیا کرتے ہیں اب شکرِ خدا مہرے بعد  
اُٹھ کھٹا صفحہٴ حسرتی سے نگہیں کی صورت  
نہ رہا میں ، تو مرا نام رہا مہرے بعد

دعاؤں مانگی ہیں مدتوں تک جھکا کے سر ، ہاتھ اُٹھا اُٹھا کر  
ہوا ہوں تب میں بتوں کا بلدہ ، خدا خدا کر ، خدا خدا کر

آخر ترے فراق میں ، ہوا وصال دیکھا نہ شامِ ہجر نے روے سحرِ ہلوز

کچھ نہ پوچھو ہم سے ، جو اُٹھا شکرِ رنجی میں اُٹاف ؟

سمجھے ہوں قلمِ مکررِ یار کی تکرار ہم

نقشِ پا کی طرح مت کر پائمال ، اب تو ، او ظالم ، متے جاتے ہیں ہم  
جلدِ دنیا سے اُٹھا لے ، اے فلک ، چشمِ عالم سے گدے جاتے ہیں ہم  
ایک خوش آئی نہیں تیرے بغیر ، لاکھ شکلوں دل کو دکھلاتے ہیں ہم  
اور کچھ حاصل نہیں ، پر نام کو عاشقوں میں تیرے کہلاتے ہیں ہم

انکھ منجھ سے پھیر کر کہتا ہے وہ : گدہیں ایام دکھلاتے ہیں ہم  
تو نے نظاروں سے گرایا کیا ہمیں ، سب کی نظروں سے گدے جاتے ہیں ہم  
ایسی خوش آئی ہے از خود رفتگی آپ میں برسوں نہیں آتے ہوں ہم  
یہ غذا لکھی تھی کیا تقدیر میں ؟ کہوں ، فلک ، یوں تھوکرے کہاتے ہیں ہم ؟

دل ہے اُٹیلہ وہ ہے پرتو فگن : یار کو آغوش میں پاتے ہوں ہم

ناتوانی یہاں پر پرواز ہے رنگِ رُخ کے سانہا اُڑ جاتے ہیں ہم  
دیکھو اب شامِ غربت کیا دکھائے رخصت اے صبحِ وطن جاتے ہیں ہم

وہ نہ اپنا ہوگا ' گر سرِ کات کر دکھلاے کوئی '  
پانو پڑ کر کس لہے اب درد سر پیدا کروں ؟

نہ سر کے بھی تری صورت کو دیکھنے درں کا  
پتوں کا گھر کی آنکھوں میں ' وہ فہار میں ہیں

زندہ جاوید ہونے کی تمنا ہے اگر '  
پہلے مرنے سے ملاوے آپ کو تو خاک میں

ایلی مڑہ پہ لختِ چکر یوں ہے جلوہ گر : روشن چراغِ جھسے لب آبجو کریں

جو ہمیں بھول گیا ہے ظالم ' اُس کو ہم یاد کیا کرتے ہیں  
ہم بلے چاند کے ہالے " گویا "  
گرد اُس مہ کے رہا کرتے رہیں

وصل اگر منظور تھا پرویز کا گھر کوودنا  
کوہ کن دیوانہ ہے شہریں تو پتھر میں نہیں

پڑا ہے اس پہ تو زلفِ درازِ یار کا سایہ  
قیامت تک شبِ فرقتِ سحر ہوئے تو میں جانوں

درد پہلو میں رہا کرتا ہے ' جب سے تو نہیں '  
ہجر میں بھی ایک دم خالی مرا پہلو نہیں

یہی کہ کہ کے ہجرِ یار میں فریاد کرتے ہیں  
وہ بھولے ہم کو بیٹھے ہیں جلیں ہم یاد کرتے ہیں

سمجھ کر چھوڑ ' اوشاطہ ' اُس کی زلفِ پرخم کو '  
نہ برہم کر ' خدا کے راستے ' اسبابِ عالم کو

چلے میں کوچہ جانان میں آہ آنکھوں کرتے :  
لہے جاتے ہیں اپنے ساتھ جلت میں جہنم کو

فلجہ کوئی کہتا ہے ' کوئی وہم ' دھن کو  
کچھ ملہ سے تو بولو کہ یہ عقدہ کہیں حل ہو

دیکھ ' اے مجذوں ' مری فریاد کی تائید کو  
دیدۂ گریباں بڈایا حلقۂ زنجیر کو

یاں شکوۂ قاتل سے نہ آلودۂ زباں ہو ' جو زخم لگے وہ بے شکرانہ دہاں ہو  
وہ کون سی جا ہے کہ نہیں جاوے نما تم تسپہ نہیں معلوم کہ کس جا ہو ' کہاں ہو

کوسٹے ہو جو ہانہ اُٹھا کر تم اپنے نزدیک تو دعا ہے یہ

کیا ہی ' نام خدا ' ہے مہرا صلح بت جسے کہتے ہیں خدا ' ہے یہ

دل بھی اُس سے اُٹھا نہیں سکتے: نساتوانی سی نساتوانی ہے !

تھجہ سے مغرور کی چھکی گردن: یہ بھی اک شان کبریائی ہے

آپ کو جانتا ہے آٹھ: صاف یہ اُس کی خود نمائی ہے

حُسن نے ملکِ دل کیا تاراج ' حضرت عشق کی دھائی ہے

اُلفت یہ چھپائیں ہم کیسی کی: دل سے بھی کہیں نہ اپنے جی کی

تھکرا کے چلے جبوں کو میری: قسمت کے لکھ نے پادری کی

جو پلہاں تھا وہی ہر سو عیاں ہے یہ کہوے لن ترانی اب کہاں ہے ؟

حسرت دیدار نے مجھ کو کیا یہ بھدواس :

جستجو تیری دہی گدو تو نظر آیا مجھے

اُٹھ کے اُس پہلو میں تو بھٹھا تو ' فرط شوق سے '

دل بھی اِس پہلو سے اُس پہلو نظر آیا مجھے

بعد مرنے کے گریبان کفن ثابت رہا

ہانہ اپنا آج بے قابو نظر آیا مجھے

یہ کس مسرت کے آنے کی آرزو ہے ؟ کہ دستِ دعا آج دستِ سبزو ہے

گلدستاں میں چاکر ہراک گل کو دیکھا ؛ نہ تیری سی رنگت نہ تیری سی بو ہے

نہ ہوگا کوئی مجھ سا مکتو تصور ؛ جسے دیکھتا ہوں ' سمجھتا ہوں تو ہے



نہ ہو وصل تو رات دن ہے برابر؛ سحر کی، نہ کچھ شام کی، آرزو ہے  
کسی گل کے کوچے سے گزری ہے شاید؛ صبا، آج جو تجھ میں پھولوں کی بو ہے

تم وفا کا عوض چنا سمجھے اے بتو، تم سے بس خدا سمجھے  
دورے کھا ہو کے خروش سوے مقتل؛ اُس کے ہم گھر کا راستا سمجھے  
جو ہے بھگانہ، آشنا ہے وہ؛ ہم جو کہتے ہوں، کوئی کھا سمجھے؟

کہو اُس برق و ہش سے آج لازم ساتھ جانا ہے؛  
چناڑے پر ہمارے ابر رحمت شامیانہ ہے  
گریبان پہاڑ کر دست چلوں سے ہوگی کب فرصت؟  
ابھی تو دامن صعدا کے بھی پرزے اُڑانا ہے

ہوں میں وہ بلبل کہ مثل طائر قبلہ نما  
ملہ نفس میں بھی نہ پھوڑا خانہ صداد سے  
عاشق کی آہ جائے گی اب عرش کے پرے؛ زلفِ دراز بسوہ گئی قدِ بلند سے  
ہے آہ بیکسای کی رسائی، خدا تک چوہ جائیدہ فلک پہ، دا، اُس کمال سے

مآلِ عاشق و معشوق ہے ایک؛ سدا ہے شمع سوزاں کی زبانی  
نہیں بچتا ہے ہمارِ محبت؛  
سدا ہے ہم نے ”گویا“ کی زبانی؛

دم آیا مہری آنکھوں میں، نہ آئے تم، نہ آئے تم  
اجل بہتر ہے اِس ہر روز کی آمد داری سے

مرے گھر سے چلا وقتِ سحر جب وہ بیتِ ناف  
خدا کو بھی نہ سونپا میں نے، یاں تک بدگمانی ہے

ہمیں اِس قیدِ الم سے تو رہائی ہوتی؛ شبِ ہجران کے عوض موت ہی آئی ہوتی  
بھدا، آتی اگر بلدہ نوازی تم کو؛ اے بتو، گھر میں تو رہے ہی خدائی ہوتی

راہ دکھلائی قیامت وعدہ دیدار نے؛ رات دن ہے انتظارِ آمد مستحضرِ محبت

خاک میں جو ملا دیا مجھ کو : آسمان نے زمیں کو سونپا ہے  
 کہ رہے ہیں شبِ فراق میں ہم : آج کس کو اُمید فردا ہے ؟

مطرب نے ہجرِ یار میں چھوڑا ایسے اگر آوازِ گریہ آئے گی پھر تارِ چنگ سے  
 مر گئے ہم ، تو صبا لائی جو اب نامہ وہ ہی ہوتا ہے جو قسمت میں لکھا ہوتا ہے

نہ آسمان کے ہوئے اور نہ ہم زمیں کے ہوئے  
 جو تیرے دل سے گئے ہم نہ پھر کہیں کے ہوئے  
 پھر کہیں چھپ چھپ کے ہم جانے لگے ؛ لوگ پھر آ آ کے سمجھانے لگے

دل سے داغِ عشق پیردی میں مٹایا چاہوے :  
 صبح ہو ، تو شمعِ روشن کو بجھایا چاہوے

ہیں سیکندوہں ، سدا قیدِ الم سے آزاد ؛ کب گرفتارِ نفس ، مرغِ نظر ہوتا ہے ؟

لٹا کر دل بُتِ نا آشنا سے ہیبتِ ہم پھر گئے اپنے خدا سے  
 مسلمان بھی کریں سجدے بتوں کو دعا مانگی تو یہ مانگی خدا سے

ہوں وہ مجرم ، کانپتا ہے خوف سے سارا بدن  
 ساتھ اُٹھاتے شرمِ آنی ہے دعا کے واسطے

#### قصائد

حضرت علی کی منقبت میں

ریاضِ دہر میں ہے بعدِ رنج ، راحت بھی  
 کہ پھول کھلتے ہیں ، ہوتا ہے جب گلابِ قلم  
 یہی اشارہ ہے اب چشمِ مستِ ساقی کا  
 کہ وصفِ کشتی سے میں چلے شتابِ قلم  
 عروسِ فکر اُٹھادے اب اپنے منہ سے نقاب  
 ہوا نکل کے قلمِ خداں سے بے حجابِ قلم

اگر لکھوں تیرے دریاے فیض کی تعریف  
رواں ہو صفحے پہ مائل ہو موج آبِ تلام  
شہا ' یہ تیری سدائت کا گرم ہے بازار  
کبھی ہوا نہ سرِ شمع ماحتابِ قلم

نصیر الدین حیدر بادشاہ کی مدح میں

برنگِ گل جسے اب دیکھو وہ خلدان ہے  
بہارِ عیش سے ہندوستان گلستان ہے  
بنایا ملک کو گلشن ' بہار نے ایسا  
کہ شوقِ سحر میں سروِ چمن خراماں ہے  
بہار ' باغِ میں کیا کیا کھلا رہی ہے گل  
شگفتہ فلچہ ملکہِ آرزو شہزادیاں ہے  
چمن میں کھچے اشارہ جو سوے نخلِ حلا  
تو ساتھ اشارے کے اُنکلی برنگِ مرجان ہے  
ریاضِ دھر میں پھرے تو سائے کی صورت  
مرادِ دل عقبِ آرزو شہزادیاں ہے  
چمن میں بات جو کیجے تو منہ سے پھول چہرے ہیں  
اب اِن دنوں میں یہ فیضِ بہارِ بستان ہے  
زمین پہ دانہ جو پھولکا تو گر کے نخلِ ہوا  
نمو کی سعی سے صفا سخت حیران ہے  
گرا زمیں پہ اگر کوئی موندے گا پھول  
صفا سے گوہرِ فاطماں کی طرح فاطماں ہے  
کہوں ہے اُنلے سے صاف تر زمینِ چمن  
کہ اُس سے سبزِ فارستہ تک نمایاں ہے  
نہالِ گلشن تصویرِ بویِ ثمر لائوں  
بہار کا چمن دھر میں یہ فرمان ہے  
ہے شوقِ گل میں عجب رنگ آج گلچنوں کا  
جو دیکھو تو گریبان بویِ شکلی داناں ہے

غازی الدین حیدر بادشاہ کی مدح میں

خیال نرگس مہنگوں جو تھا دم تحریر  
 ہوئی ہے قلقل مہلے مے ' قام کی سریر  
 وہ مست ہوں کہ مری خاک کا ہے مے سے خیر  
 دلایا ہے مجھے طفلی میں دخت رز نے شہر  
 خیال سہیل خط میں چلوں جو میں وحشی  
 قلم کی طرح ' مرے نقش پا یلوں زنجیر  
 وہاں سے گو نہ کہا حال ناتوانی کا  
 شکست رنگ سے کرتا رہا ہوں میں تقدیر  
 فسادگی مری منظور کلک قدرت تھی  
 چھوٹے نقش قدم پر لکھا خط تقدیر  
 وہ شوخ طفلی میں کرتا تھا مشق بہتیاں کی  
 سریر کلک پہ رکھتا تھا قہمت تقدیر  
 نظر پڑی ترے بسمل کی جب سے بدلتا ہی  
 مژہ کی شکل ہے جلدیں میں جوہر شمشیر  
 فلک کے پار ہوئی اپنی آہ نیم شبی  
 ہمسارے تیرے سے صیاد ہو گیا نخبیر  
 دلہب دیکھ کے کہتے ہیں اس لئے ہم کو  
 کہ اب تیغ سے اپنی ہوئی ہے خاک ' خمیر  
 مرے سبب سے جلوں کا ہے سلسلہ باقی  
 قدم سے ہے مرے آباد ' کوچہ زنجیر

یہ ہے ترے در دولت کی خاک کی تاثیر  
 کہ جس فقیر کو دیکھو ہے صاحب اکسیر  
 لکھے گا ملشی گردوں کچھ اپنا حال تجھے  
 ترا وہ رتبہ ہے ' اے اقتاب عالمگیر '

اتھاروں بھر دےا ہاتھ اپنے اے مولا  
 کہ تو ہے شاہ زمن ' میں ہوں تیرے در کا فقیر

آہی تا رہے قائم یہ آسمان و زمیں  
 آہی تا کہ رہے آفتاب و ماہِ ملبور  
 فلک پہ تا رہیں اختر ' زمیں پہ آدم زاد  
 آہی تا کہ رہے برق و رعد و ابرِ مطہر  
 مژہ کو تیر کہیں اور کمانِ ابرو کو  
 ہمیشہ یار کی زلفوں کو تا لکھوں زنجیر  
 نگاہ یار ہو یارب ' بلاے جاں جب تک  
 سدا چشمِ پری تا ہو سرمہٗ تستکیر  
 کمانِ چرخ ' ترے دوست کی ہو حلقہٗ بگوش  
 ترے عسکر کو لگائے شہبازِ ناقب تیر  
 الہی شرق سے تا غرب تیرا حکم رہے  
 کہا کریں تجھے سب آفتابِ عالمگیر

تری بہارِ کرم کا ہے فیضِ عالم پر      کہ پھول تو رکھتی ہے تلوار اور پھول سپر  
 ہر ایک فیض سے تیرے ہے زندہ جاوید      یہ کوا ہے دھل اوئی ہو بیتہم نیز کدھر  
 فقیر ' در پہ ترے چو گدا ہلا وہ غنی      کہ تیری خاک قدم میں ہے کھٹکنا تر  
 نسیمِ صبح کو گر حکم ہو حفاظت کا      نہ چاک ہووے گریبانِ غارتہ ہار دگر

ترے سحابِ کرم کا جو دستِ میں ہو گذار  
 تو شاخیں آہڑوں کی سبز ہو کے لٹیں بار  
 زمیں پہ ہاتھ جو تو دھوے ' اے سنتابِ کرم '  
 تو آب ' خاک کو کر دے طلاءِ دستِ انشار  
 چہان و اہل جہاں ' تیرے زیر دست میں سب  
 زمیں پہ دستِ ستاروت ترا ہے ابرِ بہار  
 ہے ایک آئینہ بردار تیرا اسکندر  
 مثالِ قہصر و خاقان میں تیرے خندہ تبار  
 جو بیتھے تخت پہ تو سب کہیں سداں ہے  
 ہوں دستِ بستہ کہتے انس و جنِ بدین و یسار  
 اگر بلندیِ اقبال کا نظارہ کرے  
 سرِ فلک سے گزے آفتاب کی دستار

## سلام

کہا حضرت نے پانی فوج کو میری نہ دیں ظالم  
یہ پیاسے وہ مہیں جو پھٹے مہیں آب تیغ و خنجر کو  
فرشتوں نے کہا شہید کا سر دیکھ نہزے پر  
شہیدوں کا کیا سردار ، حق نے ابن حیدر کو

ممحہ کے پانی بلکتا تھا اصغر بے شہر جو اشک بہتے تھے بانو کے دیدہ تر سے  
پیدا لے گئے تا شام اُس کو کر کے اسیر محال اٹھتا تھا جس ناتواں کا بستر سے  
شقی یہ کہتے تھے پیدل ہی لے چلیں گے ہم علی کا پوتا ہے بھمار و ناتواں کیسا  
دل ٹکڑے ہوا ، یاد مجھے آگئے عابد جس وقت کوئی چاک گریباں نظر آیا  
نہزوں میں گھرا دیکھ کر اکبر کو شہ دیں فورمانے لگے : شہر نیستان نظر آیا  
جب تیر کہا کے اصغر بے شہر مر گیا ، گودی کو خالی دیکھ کے بانو نے یہ کہا :  
یہ شاہ دیں ، بتاؤ مرا لال کیا ہوا ؟ اصغر کو لاؤ ، خالق اکبر کے واسطے  
رتبہ نہ کہوں بلکہ ہو میرے سلام کا ہوں مجرئی حسین علیہ السلام کا  
مانف نے کی ندا کہ سختی کا ہے سر بلبلد نہزے کی نوک پر جو چڑھا سر امام کا

## مکھس

بغیر خواب عدم ، شاہ نے نہ خواب کیا ، سوائے آب دم تیغ ، ترک آب کیا  
کلا نیتا دیا ، ہرگز نہ اضطراب کیا ؛ سلام اُس پہ جسے حق نے کامیاب کیا  
جہاں میں شاہ شہیداں ، عطا خطاب کیا

## قلق

آفتاب الدولہ خواجہ ارشد علی [۱] خاں "قلق" خواجہ بہادر حسون "فراق" کے ہونے لکھنؤ کے رہنے والے خواجہ وزیر کے بیٹے اور شاگرد تھے [۲]۔ عرصے تک واجد علی شاہ کے مصاحب خاص رہے۔ جب وہ لکھنؤ سے گئے تو "قلق" بھی ان کے ساتھ تھے۔ ان کی مثنوی "طلمسم ابدت" مشہور ہے۔ دیوان "مظاہر عشق" کے نام سے مطبع نولکشور کانپور (۱۳۲۹ء) میں چھپ گیا ہے جو تمام اصناف سخن پر حاوی ہے۔ [۲۸۱ء] کے بعد وفات پائی۔

غزل میں خواجہ وزیر سے علیحدہ آمد کی شان رکھتے ہیں، جرأت کی طرح معاملہ بلدنی کی چھلک مروجوں کے زبان کی سلامت کو عاتق سے جانے نہیں دیتے۔ غزل کی طرح اور اصناف میں بھی ان کا رنگ یکساں ہے۔

## غزلیات

صدائے آہ ہے مضرب غم کی چھتڑ سے پیدا  
دل نالائ نہ! پورے تھے قصانوں مستحکم کا  
کھلا ہے آبشاری سوشک غم سے سہلے میں  
مرے گلشن میں لالہ نام ہے دافع مستحکم کا

[۱]—سخن شعرا میں خواجہ اسد اللہ نام لکھا ہے، لیکن یہ غلط ہے۔

[۲]—سخن شعرا و تازیغ ادب اردو ج ۱، ص ۳۰۶۔

تھا قصد قتلِ فہر، مگر میں طلبِ ہوا :  
جلاں مہربان ہوا، کیا سبب ہوا ؟  
روئے تھے عقل و ہوش ہی کو ہم تو عشق میں  
لو اب تو دل سے صبر بھی رخصت طلب ہوا

پامال ہوں گے پیار کی رفتارِ ناز سے \_\_\_\_\_  
یہ مجھ کو بخودِ دلِ ذی ہرہں ہو گیا : \_\_\_\_\_  
دوڑوں جہاں کا لطف، فراموش ہو گیا

اتھایا جب سوئی کا اتحادِ عشق نے پردہ  
تو عالمِ چشمِ مجنوں میں ہوا لیلیٰ کے محفل کا  
اظہارِ عشق، رنگِ رخِ زرد نے کیا \_\_\_\_\_  
ہو گئی قضاے عمری، ادا، اپنی زیرِ تیغ \_\_\_\_\_  
آیا ہے آج وقت ہماری نماز کا  
مڑدے، اے دل، کہ بس اپنی اجل آ پہنچی  
حسرت، اے جان، کہ ہم سے درِ جانان چھوٹا

چوم لیں نہٹے میں آج اُن کی نشیلی آنکھیں  
عین بے ہوشی لذت میں بھی ہشوار رہا

ادا سے دیکھ لو جانا رہے کلمہ دل کا \_\_\_\_\_  
آہی خہو ہو کچھ آج رنگِ بختِ مہب ہے \_\_\_\_\_  
پہرا چوکوچے قاتل سے کوئی پوچھوں گے \_\_\_\_\_  
وہ ظلم کرتے ہیں ہم پر تو لوگ کہتے ہیں \_\_\_\_\_  
ہزار فصلِ گل آئے جنوں، وہ جوش کہاں؟ \_\_\_\_\_  
پوچھا صبا سے اِس نے پتا کوئے یار کا \_\_\_\_\_  
دیکھو، ذرا شعور ہمارے غبار کا !

دور آخر میں مجھے جامِ دیا، اے ساقی،  
بارے صد شکر کہ اب بھی میں تجھے یاد آیا  
سچ تو ہے حقیرتِ انساں ہے عجب خودِ مطالب  
جب دیے دنجِ بُتوں نے تو خدا یاد آیا



چار دن بلبل بے کس نہ رہی بے کھٹکے  
 کبھی گل چیں جو گہا ریاح سے صیاد آیا  
 کسی نے بعد ہمارے نہ بادِ خوار کی قہار دند رہے 'میکدہ خراب رہا  
 دم کی آمد شد نے وقت نزع یہ دعویٰ دیا :  
 طائر جساں پر 'گمان نامہ بر ہونے لگا  
 بھجھا نہیں ہے گریۂ شہلم دم سحر لبریز ہو چکا ہے پیساں کلاب کا  
 پوری 'جگر سے داغ محبت مٹانے کی آیا قریب وقت غروب آفتاب کا  
 ہم نے احسان اسدہی کا نہ پرہاد کیا مرتے دم ملے طرف خانہ صیاد کیا  
 کھا تری یاد کریں گے 'فلک نا انصاف' دلِ ناشاد ہمارا نہ کبھی شک کیا  
 کفر و اسلام کے چہرہ زوں سے چھڑایا 'صد شکر! قیدِ مذہب سے جلدوں نے معجز زاد کیا  
 صاف لکھ بھجھا جواب اُس نے مری تھکیر کا  
 لو لفافہ کھل گہا ساوا خط تہ دیر کا  
 جان بچ جائے جو دیدار دکھا دے اپلا چشم بزمبار سے سائل ہوں 'مسندِ صافی کا  
 اپنے بیمارِ محبت کا کیا خوب علاج اسی ملے پر تمہیں دعویٰ ہے مسندِ صافی کا  
 مزل شوق میں کھا عشق نے کی راہزنی قافلہ لوت لہا صبر و شکیبائی کا  
 کیا کھا نہ اپنے عشق پہ ہم کو غرور تھا حمت کا زاعدن کی سرآمد قصور تھا  
 لاکھ دل عشق میں ساقی کے سلجھالا لہکن نشہ بادۃ الخلت نے سلجھلے نہ دیا  
 یاں عشق معجازی میں حقیقت یہ نظر ہے  
 بت پوجتے ہیں کوئی پرستار محبت کا  
 کر دیا دل نے ہمیں مرد الزام عبت وہ ہمارے نہ شوئے ہم جوئے بدنام عبت  
 بے سبب یہ نہیں سرگوشی آریابِ فساد  
 عشق صادق کا مرے فلش ہوا راز کچھ آج

دو روزہ عمر، قفس میں کتنی کہ گلشن میں  
ہر ایک طرح سے ہو جائے گی بسر، صیاد

ہے زاہدوں کو مزید عبادت کی چشم داشت،  
میری نظر ہے اُس کی کسب کی نگاہ پر

اِن واعظوں کی ضد سے ہم اب کی بہار میں  
توڑیں گے توبہ پیر مغال کی دکان پر

بے اہر دند پیتے نہیں، واعظو، شراب  
کرتے ہیں یہ گناہ بھی رحمت کے زور پر

حسرت قتل میں مرتا ہوں تامل کیا ہے  
بے گناہی پہ نظر کچھ مری، جلاں، نہ کر

واعظ، ہے اِن میں صاحب کیفیت ایک  
کیا پوچھتا ہے حال مریدان میغروش؟

اے گل، کہاں سے لائے گی ایسا بھیاں کا رنگ  
نری ہلکی اور سیہ کار مجھ سا! یہ سر اور ترے آستانے کے قابل!

آکے ہستی میں عدم سے کر چلے کیا کام ہم  
ابتدائے محبتِ دل کی یہ نہ تھی ہم کو انتہا معلوم

نگاہ پاک سے روئے نگار دیکھتے ہیں  
قائل، ہمارا جہتے جی ہوتا نہ فہصلہ  
وہ مے پرست ہوں میں جہان خراب میں  
دیتا ہوں نقد ہوش، بھائے شراب میں

اعتجاز ہے کہ سحر ہے چشم سیاہ میں  
سو سو مزے ہیں یار کی اک اک نگاہ میں

لکھی تھی کس مزے کی فقہری نصیب میں  
بستر نگائے بھیتے ہیں کوئے حبیب میں

تمیز اگر وہ نہ تجھے خوب و زشت میں      اُٹے جمال یار، نظر سلگ و خشت میں  
 حوروں سے بھی ترا ہی پتا پوچھتے پھرے      اے کوٹے یار، تجھ کو نہ بھولے بہشت میں  
 حوروں کا ہو گہا ہے تماشا ترا شہود      مہلا نکا ہوا ہے ریاض بہشت میں  
 تو ہی مخلص ہو کچھ، اے موسم بھری لکھ      نوجوانی کے مزے یاد کروں یا نہ کروں  
 دل جلانے کو مرا تھکتی ہوائیں آئیں      بڑھ گئیں میری دکانوں تو ڈھائیں آئیں  
 دیرو حرم میں سروہ جھکائیں محال ہے      جو سجدے کرنے والے تیرے آستان کے ہیں  
 پرچھو نہ کچھ خرابہ نشینوں کا حال زار      ہم خاکسار میں ملائے ہوئے آستان کے ہیں

بہارِ عہس ہوتی ہے خزاں، پربہی ہے آنے کو؛  
 جوانی روٹھی جاتی ہے، کہیں کس سے ملانے کو؟  
 مری بے خان و مانی کچھ نہ پوچھو، میں وہ بلبل ہوں  
 جگر دل میں گلوں کے تھونڈتا ہوں اشدائے کو

کہ دوں ابھی، معاف جو میرا قصور ہو؛      کہلے کو آدمی ہو، مگر رشک حور ہو  
 جان دیئے میں تو، اے ہملفسو، پاک نہیں      پاس آتا ہے کہ، رسوائی صداد نہ ہو  
 لائی تو ہے آرا کے صبا کوئے یار سے      تیری نہ مہری خاک کی مٹی خراب ہو

کہتے ہیں طالب دید، 'ایک نظر دیکھوں تو'  
 ترچھی نظروں ہی سے دیکھوں وہ اُدھر دیکھوں تو'

گھر دل میں گر کے سیر دل داغدار دیکھ؛      اے جان، خانہ باغ کی آکو بہار دیکھ  
 ہے نرِ حسن، مانع دیدار روئے یار      آنکھوں سے کہہ رہی تیں: اُسے بار بار دیکھ

جان بھچوں، نہیں پاتے میں خریدار ایسا  
 سر بکف پھرتے ہیں، ملتا نہیں جگمگ کوئی

لے گہا عشق بتاں پھیر کے، واعظ، سوئے دیر  
 طرف کہہ جو، اے قبیلہ حجابات، چلے

پروانہ بن کے صدقے ہو روئے نگار کے \_\_\_\_\_ کہ دو یہ شمع سے سر معطل پکار کے

پہلو میں مجھ حزیں کے تھکتا ہے رات دن

یارب ' یہ دل ہے یا کوئی پھوڑا بغل میں ہے ؟

چشم باطن ' اگر اعجاز تصور سے کھلے ' \_\_\_\_\_ بلند آنکھیں دھیں اور اُن کا نظارا کھچے

یمکانہ اُن کا یمکانہ ہے ' یمکانہ یمکانہ ہے ؛ \_\_\_\_\_ خدائی سے نرالا اُن بتوں کا کارخانہ ہے

طلسم نوجوانی تھا عجب اک وقت ' ار پیروی ' \_\_\_\_\_

زمانہ خود فراموشی کا اپنی یاد کیا کھچے ؟

اُتھ کے اِس کوچے سے ' جا کر کہیں ہم کیا کرتے ؟

دو ترا ہوتے ہوئے طوف حرم کیا کرتے ؟

جانتے تھے کہ سلامت نہ پھرے گا قاصد \_\_\_\_\_

خط میں تاکہد جواب اُن کو رقم کیا کرتے ؟

سوائے دھر یہ دم لہلہے کا مقام نہیں \_\_\_\_\_ عدم کے قافلے والو ' قدم بڑھائے ہوئے !

" قلق " یہ قول بزرگوں کا راست ہے واللہ \_\_\_\_\_ نہ آزمائو اُنہیں جو ہیں آزمائے ہوئے

کس چہن سے گزرتی ہے دندان مسست کی ؛ \_\_\_\_\_ سوتے ہیں خشت خم کو سرہانے دھرے ہوئے

واعظ کی ضد سے دندانوں نے دسم جدید کی \_\_\_\_\_ یعنی مہ صہام کی پہلی کو عید کی

جذبت وصال یار ہے ' دوزخ فراق یار \_\_\_\_\_ عاشق کو کیا فرض ہے نعیم و جہیم سے

آثار دہائی ہیں یہ دل بول دھا ہے \_\_\_\_\_ صہاد ستمگر مرے پر کھول دھا ہے

وہ ہم اسور نفس ہیں کہ مرے چہوتیں گے \_\_\_\_\_ ہمیں ہے ایک ' خزاں آئے یا بہار آئے

#### قصائد

واجد علی شاہ کی مدح میں

زبس ہے جوش پہ اُن روزوں خون رنگ بہار

ترپتی ہے رگ گل مثل نبض عاشق زار

بلے ہیں صاف ہم آواز گلرخاں عاشق  
 شکست رنگ کی آواز ہے ترانہ یہ۔۔۔  
 ہزار شکر کہ پھولوں سے آشیاں چھایا  
 بہت دنوں میں ہر آئی مراد بلبل زاد  
 پترے جو رنگ گل تر کا عکس دریا میں  
 صدف میں دانہ مرجاں بلے در شہوار  
 دکھا رہی ہے یہ وحدت میں کثرت آج بہار  
 ریاض دھو میں ایک ایک گل بنا گازار  
 رواں ہے آب گھر میں فقیر کی کشتی  
 سحاب چوہ و سخا اس قدر ہے گوہر بار  
 چمن چمن ہے زمیں ہارہں سحاب کرم  
 بلے ہیں گوہر خورش آب دانہ ہائے انار  
 وہ نور کے ہیں معانی وہ نور کے مضمون  
 ہر ایک مطالع عالی ہے مطالع انوار

باغیاں سمجھ فلک سے کوئی تارا توڑتا  
 توت کر کوئی زمیں پر جو گرا برگ سمن  
 چھپ گیا چاندنی کا پھول جو پتوں میں کوئی  
 شبہہ گلچھن کو ہوا صاف کہ ہے چاند گہن  
 جوش گل ہے یہ چمن میں خس و خاشاک میں گم  
 آشیاں پھولوں سے چھپاتا ہے ہر ایک مرغ چمن  
 یہ ہوا چلتی ہے جان بخش عجب کہ ہے اگر  
 مرغ تصویر بھی درواز کرے سوے چمن

مطلع

رخ پُر نور یہ ملدیل کا دیکھو چوبن  
 آسمانی اگر اطلس ہے تو سورج کی کرن  
 قطع ہو پردہ کے پے جامہ حریر شعلہ  
 شمع قامت کو ہو درکار اگر پندرامن

شمع، فانوس سے جس طرح نظر آتی ہے  
یوں یہاں ہوتی ہے یوشاک سے تلویز بدن  
حُسنِ کلگون صبا دم کی لکھڑی کیا تعریف  
حور کا مکھڑا ہے کندے میں ہے طاؤس چمن  
دم کلکشت ارادہ جو ہو تھکوانے کا  
صفت ہوے گل اُڑ جائے وہ دیوار چمن  
وہ پری، زیب کمر دھتی ہے ہر دم تلوار  
تبغ ابرو سے کہیں اُس پہ سوا ہے چوہن

پلا دے ساقی مہوش مجھے شراب طہور کہ لب پہ جام کے ہے ”اِن رینا لغفور“  
جھکا دے گردن مینا پرنگ شیشہ سے دکھا دے جلوہ مہتاب اُٹھائے جام بلور  
کرم سے شہ کے گدا بھی ہے شاہ کہلاتا کہ پانو توڑ کے بیٹھا تو ہو گیا تیسرور

#### سراپی کی تعریف میں

اُٹھاؤں عنان کمیت قلم دکھاؤں سراپی شہ کا حشم  
سورے کرہلا جب سراپی چلی گلستان کو یاد بہاری چلی  
چلا جب ہوادار مثل نسیم گل باغِ جنت کی پھیلی شمیم  
معطر دماغ ہوا ہو گیا شگفتہ دل مدعا ہو گیا

#### عید کی تہنیت میں

خدیو جہاں، شاہ عالم پناہ ثریا وقار و فلک بارگاہ  
بہار گلستانِ ہندوستان جہاں پرور جان ہندوستان  
مہ برج شوکت دُر درج جاہ گل باغ اقبال خاتماں کلاہ  
فریدوں وقار و سلیمان حشم ہمایوں سہر، فخر دارا و جم  
دُرِ بصرِ بخشش، یمِ عدل و داد خدا ترس، راحت رساں، خوش نہاد  
حسن و مہین و ذہین و ذکی خلیق و سخی مہابد و متقی  
”قاتی“ تو کہاں مدح سلطان کہاں بس اب روک لے اپنے دست وزیاں  
اُٹھا کر سورے قبلہ دست دعا خداوند عالم سے کر التجا

( ۲۰ )

فلک پر درخشاں ہیں تاملہر و ماہ زموں پر ہیں تاجشہ و ہتھرو چاہ  
جہاں ہووے اور یہ جہاندار ہو خدا اس کا یار و مددگار ہو  
یہ سلطان عالم سلامت رہے  
سلامت رہے ہا کرامت رہے

---

رباعی

یا رب، تیری وہ فیض رساں ہے درگاہ پھرتا نہیں معذروب کوئی حاجت خواہ  
فہروں سے کروں سوال تیرے ہوتے لا حول و لا قوۃ إلا باللہ

---

## ضمیمہ

میر مظفر حسین "ضمیمہ" پبلکھوز 'ضامع گڑگاواں کے رہنے والے تھے۔ ان کے والد میر قادر حسین [۱]، نواب آصف الدولہ کے خواجہ سرا میاں الماس کے ملازم تھے۔ نواب آصف الدولہ نے جب فیض آباد چھوڑ کر لکھنؤ آباد کیا تو میر قادر حسین بھی مع اپنے صاحبزادے میر ضمیمہ کے لکھنؤ چلے آئے۔ میر ضمیمہ 'مصطفیٰ' کے شاگرد تھے [۲]۔ تھوڑے دنوں میں کافی شہرت حاصل کر لی اور مرثیہ گوئی سے زیادہ مرثیہ خوانی میں مشہور ہو گئے۔

کہا جاتا ہے کہ یہ اردو میں رزمیہ شاعری اور سراپا کے موجد ہیں۔ رزمیہ شاعری کے لیے جن اوصاف کی ضرورت ہے ان کے مرثی میں موجود ہیں۔ مرثی کا مجموعہ شائع ہو چکا ہے۔

## مرثی

### صبح کا سماں

نکلا جو سر میر گریبان سحر سے      انجم کے گہر گر گئے دامن سحر سے  
مہتاب کا رنگ آگیا دامن سحر سے      روشن ہوا صبرا رخ تابان سحر سے  
جو وادی ایمن میں ہوا طور کا عالم  
وہ خیمہ شہر میں تھا نور کا عالم

وہ نور کا ترکا ادھر اور صبح کا عالم      گھٹلا مہ و انجم کی تنہائی کا وہ کم کم  
آئی تھی صدائے دہل صبح بھی پیہم      چلتی تھی نسیم سحری دشت میں تھم تھم  
کرنا تھا چراغ سحری عزم سفر کا  
اور شور درختوں پہ وہ مرقان سحر کا

[۱]—محقق شعرا میں میر قادر علی نام لکھا ہے۔

[۲]—تاریخ ادب اردو ج ۱ ص ۲۳۱۔



کہتا تھا کوئی جلد سہلہ کو چگاڑ اور مابد بیدار کے شالے کو ہلا  
 ہے قم سے پڑی خاک پتہ بانو کو چگاڑ ہاں بھہو ' اب رخصت شیر کو آڑ  
 حضرت کی سواری در خیمہ پتہ کھڑی ہے  
 ہشیار رہو رات تو کل چار گھڑی ہے

### حضرت مسلم کوٹے میں

شام کو داخل مسجد ہوئے وہ لوگ تمام وقت مغرب کے کیا حضرت مسلم کو امام  
 پھیرا مسلم نے جونہی بعد تشہد کے سلام پھر کے دیکھا تو رہیں نہ شخص کل اعلیٰ اسلام  
 نکلے مسجد سے تو کہا کیا انہیں وسواس نہ تھا  
 نو رفتہوں کو بھی دیکھا تو کوئی پاس نہ تھا  
 اس طرح لشکر مسلم جو پرالگدہ ہوا حاکم کوٹہ نے پوچھی یہ ملائی اس جا  
 گھر میں مسلم کو اگر کوئی جگہ دیوے گا صاحب خانہ ہے وہ مورد آفات و بلا [۱]  
 ناکے روکے کلمے اور راہ گذر بلند ہوئے  
 شہر میں مسلم مظلوم نظر بلند ہوئے  
 تب کہا حضرت مسلم نے کہ اب جائیں کہاں راہ کیا خرب یہ مسجد میں حقوق مہمان  
 بھوکے پیاسے شب تاریک میں تھے سرگرداں تا درخانہ طوعہ جونہی پہنچے گریباں  
 اُس ضعیفہ کو یہ دیکھا کہ دعا کرتی ہے  
 در یہ بیٹھی ہوئی کچھ ذکر خدا کرتی ہے  
 بولے مسلم کہ بہت پیاس سے میں ہوں بیتاب [۲] پانی دنوا میں پیاسے کو پلانا ہے ثواب  
 شہر کا حال دگرگوں چوتھا [۳] اُتھر وہ شتاب آب شیریں [۴] سے بہرے بھل ہوا ساقرب آب  
 قرتے قرتے جو حوالے قدح آب کیا  
 طوعہ نے طوعاً و کرہاً انہیں سیراب کیا  
 تھک کے بیٹھے وہیں مسلم اُسی دیوار تلے کہا طوعہ نے کہ اُتھجا سرے دروازے سے  
 ہے بہت شہر پر آشوب یہی قدر ہے مجھے روکے اُس پھر ضعیفہ سے کہا مسلم نے

[۱]—نک یعنی نوٹ کشوری نمٹھ ( صاحب خانہ وہ عورت کا کرتار ہوتا ) -

[۲]—نک ( اُس سے مسلم نے کہا پیاس سے عوں میرے بیتاب ) -

[۳]—نک ( تھا پتہ ) - [۴]—نک ( سود پانی ) -

آج کی رات جو گھر میں مجھے [۱] مہمان کرے  
 یہ یقین ہے کہ محتسب پہ وہ احسان کرے  
 کہا طوعہ نے کہ تو کون ہے اے مرد خدا کہا مسلم نے کہ شیخہ ہے بھائی میرا  
 مجھ کو سب کہتے ہیں مسلم ہے علی میرا چچا بہ زیارت تھا مجھے ابن علی [۲] نے بھجوا  
 کوئی دے گھر میں جگہ اس کا فقط طالب ہوں  
 میں ہی فرزند عقیل ابن ابی طالب ہوں  
 گریختی پانڈ پطوعہ جو سنی یہ [۳] گفتار اور لگی کہلے کہ شہزادۂ عالم پہ [۴] نثار  
 تھرا دیدار ہے ' فرزند نبی کا دیدار روزگتے پرتے ' لونگی کا قدا ہے گھر بار  
 جان اپنی ترے قدسوں پہ میں قربان کروں  
 شوق سے آ کرے گھر میں تجھے مہمان کروں

[۱]—نیل ( مجھے گھر میں جو ) - [۲]—نیل ( ہے مجھے سچا نبی ) -

[۳]—نیل ( یہ سنی جب ) - [۴]—نیل ( کے ) -

## خلیق

مہر مستحسن "خالق" مہر حسن صاحبِ مثلوی "بدر ملہر" کے چہوتے  
بہتے ' دہلی کے رہنے والے مہر ضہیر کے ہم عصر تھے - تعلیم و تربیت فوض آباد  
اور لکھنؤ میں ہوئی۔ شریع غلام ہمدانی "مفتی" سے مشورۂ سنتین کرتے  
تھے [۱] - ۱۲۶۵ھ میں وفات پائی [۲] -

کلام میں روانی کی شان، زبان کی خلوت، معذکات کی بلندی، طرزِ بیان  
میں دل نشینی سب کچھ ہے - سب سے زیادہ یہ کہ انہوں نے مہر "انہیس"  
کے لئے ایسا میدان تیار کر دیا کہ اُس میں ان کا کوئی بھی مقابل نظر  
نہیں آتا۔

## مراثی

امام حسین کا سفر

گھر سے جب بھر سفر سید عالم نکلیے  
سب جھٹکے ہوئے ہا دیدہ پرزم نکلے  
خوہیں و فرزند کمر باندہ کے باہم نکلے  
روکے فرمائیے کہ اِس شہر سے اب ہم نکلے  
رات سے گریہ زعرا کی صدا آتی ہے  
دیکھیں قسمت ہمیں کس دشت میں لے جاتی ہے  
یہ بہاں کر کے چلے واپس سے شہ کون و مکہ  
بے کس چہرے پہ چھائی تھی تو آنسو تھرواں  
لوگ سر پھٹ کے اُس دم ہوئے یوں گریہ کنای  
پوچھتے تاروت کے جس طرح سے عوشر و فغان  
غل تھا ' اے سید ذی جلال ' خدا کو سونپنا  
اے مدیلے کے شہ شہادۃ ' خدا کو سونپنا

[۱] - کاشن بیٹنار ' مکتب شہرا ' آبِ حیات و سوانح - ریت -

[۲] - مقدمۃ روح انیس ص ۱۳ -

والی ملک، عجیب حائے کرتا ہے سفر پرکتہیں اٹھ گڈیوں خالی ہوئے سادات کے گھر  
 نہ وہ زیلت رہی مسجد کی نہ زیب مسجد وعظ ہر جمعے کو اب کون کہے گا جا کر  
 اِس طرح کاہے کو مسجد میں اذان ہوئے گی  
 اب جماعت کی نماز آہ کہہاں ہوئے گی  
 ذات شہر تھی اک رحمت رب باری کون اب دکھ میں فریبوں کی کرے گا یاری  
 فہض کس گھر سے مدیلے میں رہے گا جاری پائیں گے کس کی دعاؤں سے شفا، آزادی  
 شہر سے سسائیے الطائف خدا جاتا ہے  
 مشکلہیں باقی ہیں اور عقدہ کشا جاتا ہے  
 راہ میں شاہ کو تھا رنج معویات سفر سختیاں ہجر کی صغریٰ یہ گذرتی تھیں ادھر  
 تارے گن گن کے شب تار کو کرتی تھی سحر ”ہاے اماں“ زہا کہی لب پء کبھی ”ہاے پدر“  
 اِس مصیبت سے اُسے ہجر کا دن کھتا تھا  
 کہ پرستاروں کا دیکھے سے جگر پھٹتا تھا

## انڈیس

مہر بیور علی "انڈیس" مہر مستحسن "خالق" کے بیٹے مہر حسن کے پوتے اور مہر صاحبک کے پڑ پوتے تھے۔ ان کے آبا و اجداد نے دہلی میں قیام کر لیا تھا، مگر اصل میں بالمشائے ہرات کے تھے۔ جب دلی اجڑی تو ان کا خاندان فیض آباد چلا آیا۔ یہیں محلہ کلاب بازی میں ۱۲۱۶ھ میں مہر انڈیس پیدا ہوئے۔ یہ آصف الدولہ کا زمانہ تھا۔ امجد علی شاہ کے زمانے میں ان کے والد نے فوض آباد چھوڑ کر لکھنؤ میں قیام کر لیا۔ مہر صاحب نے ابتدائی کتابیں فیض آباد میں مہر نجف علی سے پڑھیں اور پھر لکھنؤ میں موافی حیدر علی لکھنؤ سے عربی کی تحصیل کی۔ فن شاعری بالخصوص مرثیہ گوئی اور مرثیہ خوانی میں ان کو اپنے والد سے تلمذ تھا۔ ۱۲۹۱ھ (۱۸۷۳ء) میں وفات پائی [۱]۔

مہر صاحب ایک ہی مضمون کو جتنی بار باندھتے تھے، نہا لطاف حاصل ہوتا ہے۔ صبح، تلوار، گھوڑے کی تعریف، مہمان چنگ، سراپا کو بھسوں چمکے نئے نئے انداز سے باندھا ہے۔ اس قسم کی شاعری کے لئے جن معاون اور لفظی خوبییوں کی ضرورت ہے وہ سب مہر صاحب کے نام میں موجود ہیں۔

### مراثی

#### مناجات

یارب، چمن نظم کو گلزار ارم کر اے ایہ کرم، خشک ذراعت یہ کرم کر  
تو فیض کا مبداء ہے توجہ کوئی دم کر غمناک کو اعتبار بدایوں میں رقم کر  
جب تک یہ چمک مہر کے پرتو سے نہ جائے  
اقلہم سکن مہرے قلمرو سے نہ جائے

[۱] — سخفانہ جاوید و مقدمہ روح انڈیس و تاریخ ادب اردو ج ۱ ص ۳۱۷۔

اس باغ میں چشمہ ہوں ترے فہوض کے جاری      بلبل کی زباں پر ہے تری شکر گزاری  
 ہر نفل پرومند ہے یا حضرت باری      پہل ہم کو بھی مل جائے ریاضت کا ہماری  
 وہ گل ہوں علمیات ' چمن طبع نکو کو  
 بلبل نے بھی سونگھا نہ ہو جن بھولوں کی بو کو  
 فواص طبیعت کو عطا کر وہ لالی      ہو جن کی جگہ تاج سر عرش پہ خالی  
 ایک ایک لڑی نظم ڈریا سے ہو عالی      عالم کی نگاہوں سے گرے قطب شمالی  
 سب ہوں ڈر پکتا نہ علاقہ ہو کسی سے  
 نڈر آن کی یہ ہوں گے چاہیں رشتہ ہے نبی سے  
 بھر دے ڈر مقصود سے اس ڈرج دہاں کو      دریائے معانی سے بڑھا طبع رواں کو  
 آٹھ کو انداز [۱] نکلم سے زباں کو      عاشق ہو فصاحت بھی وہ دے حسن ' بیاں کو  
 تحسین کا سموات سے غل تا ہم فلک ہو  
 ہر گوش ہلے کان ملاحیت وہ نمک ہو  
 تعریف میں چشمہ کو سمندر سے ملا دوں      قطرے گوجو دوں تاب [۲] تو گوہر سے ملا دوں  
 ڈرے کی چمک مہر ملور سے ملا دوں      خاروں کو فراکت میں گل تر سے ملا دوں  
 گلدستہ معنی کو نلے کھلک سے بانڈھوں  
 اک پیواں کا مضمون ہو تو سو رنگ سے بانڈھوں  
 گد بزم کی جانب ہو توجہ دم تحریر      کھلچ جائے ابھی گلشن فردوس کی تصویر  
 دیکھے نہ کبھی صحبت انجم ' فلک پیو      ہو جائے ہوا ' بزم سلیمان کی بھی توفیر  
 یوں تخت حسینان معانی اتر آئے  
 ہر چشم کو پروں کا اکھارا نظر آئے

تذکرہ

اے شمع قلم ' روشنی طور دکھا دے      اے لوح ' تجلی رخ حور دکھا دے  
 اے بکھر طبیعت ' گہر نور دکھا دے      اے شاہد معنی ' رخ مستور دکھا دے  
 بزم غم شیدر میں وہ جلوہ گری ہو  
 خورشید چہرہ انتاب چراغ سحری ہو

[۱] — "نل" سے قول کشور پریس کا اور "ن" سے نظامی پریس ہدایوں کا مطبوعہ نسخہ

مراد ہے - نل (آغاز) - [۲] - نل ' ن (آب) -

اے طبع رسا ، خلد کا گلزار دکھا دے      اے بالغ سفتن ، گلشن بے خار دکھا دے  
 اے شمع زباں ، لہجہ انوار دکھا دے      اے حسن بھال ، خوبی گنتار دکھا دے  
 لرزاں ہے قدم خامہ اعجاز رقم کا  
 ہاں تیغ زباں ، آج تو کر کلم کلم کا  
 مانی کو بھی حور ہو وہ نقشا نظر آئے      بہتا ہوا اک نور کا دریا نظر آئے  
 اللہ کی قدرت کا تماشا نظر آئے      سب بزم کو ستودر کا سراپا نظر آئے  
 مہتاب تو کیا ہے ، رخ خورشید بھی فق ہو  
 جو بلد ہو ، تصویر تجلی کا ورق ہو

خاموش ، زباں دعویٰ بھیجا نہیں اچھا      ہر جس میں تکبر سفتن ایسا نہیں اچھا  
 بس بس یہ غرور اور یہ دعوا نہیں اچھا      تپ ایلمی ڈنڈا ، واہ ، یہ شور نہیں اچھا  
 کم مایہ کمال اپنا جتنا دیتا ہے انحر  
 جو ظرف کہ خالی ہے صدا دیتا ہے انحر  
 خورشید کو کچھ حاجت زیور نہیں زہار      پھولوں پر کوئی عطر لٹاؤ تو ہے بیکار  
 اعلیٰ ہے اگر مجلس تو کیا حاجت اظہار      خود مشک ہو خوشبو نہ کہ خوشبو کہے عطار  
 جو بد ہے سو بد ہے ، جو نکو ہے وہ نکو ہے  
 چہلے کی نہیں آپ ، اگر عود میں بو ہے

اپر مشاعرہ نر جنگ

یہ کہتے ہی چوٹیں کیا شہیدیں سمیٹاؤ [۱]  
 اُڑکر صفِ اعدا یہ گھبراہٹ شہیدیاؤ  
 رنگِ رخِ اسواجِ مستم کر گیا پرواز  
 گھوڑا تھا مگر شہر کا تھا جست میں انداز [۲]  
 اک دم میں گیا پار ، سواروں کے پیرے سے  
 مرکو ادھر آیا تو گرے خوردِ سبوں کے  
 چمکی عجب انداز سے اُس شیر کی تلواری  
 گویا سرِ اعدا یہ گدی برقِ شر پار

قہالوں سے بدن ایسے چھپاتے [۱] تھے سہہ کار  
 اُس دست زیر دست کا رکنا تھا کوئی وار ؟  
 کچھ امن نہ تھا خود و زرہ سے ' تن و سر کو  
 سہلے سے گذر جانی تھی دو کر کے سپر کو  
 کاتے ہوئے پھل برچھوؤں کے ' دن میں پڑے تھے  
 سہمے ہوئے گوشوں میں کماندار کھڑے تھے  
 چھایا تھا ہراس اُن پہ ' ہمیشہ جو لڑے تھے  
 آنکھیں وہ چراتے تھے ' بہادر جو بڑے تھے  
 دہشت سے زرہ پوشوں نے جی چھوڑ دیا تھا  
 اُس تیغ نے تیغوں کا بھی منہ موز دیا تھا  
 تھے برچھوؤں والوں کے پڑے بے سر و پا  
 برچھی تھی کہیں ' ہاتھ کہیں اور کہیں پھینچا  
 تھا نہر نلک موج زن اک خون کا دریا  
 بہتے تھے حبابوں کی طرح سے سرِ اعدا  
 دہشت سے تلام تھا ہر اک فوج عدا میں  
 متحلی سے توپتے تھے زرہ پوش لہو میں  
 چلاتے تھے اعدا: کوئی ہلتی نہیں تدبیر  
 دم بلند میں ' ماریں کسے تلوار ' کسے تھیر  
 جس وقت علم ہو کے چمکتی ہے یہ شمشیر  
 پھر جانی ہے آنکھوں کے تلے موت کی تصویر  
 کہا ہوٹا نے قہالوں کی جو بدلی سی جھکی ہے  
 بجلی بھی کہیں ابر کے روکے سے رکی ہے  
 بیکار تھے جلاؤں کے نیڑے دم پیکار  
 تلوار سے ہلتی نہ تھی [۲] مہلت کہ چلے وار  
 حلقہ کیے اُس شیر کے درپے تھے کماندار  
 چلے سے مگر جس نے ملایا لبِ سوار

[۱]—نل (چھپائے) -

[۲]—نل (تھی نہ) -



شہیاز سا سر پر فرس ٹھوڑ قدم تھا  
نکلا بھی [۱] نہ تھا تھوڑ، کہاں سے کہ قلم تھا

### حز کی جنگ

کئی حملے کیے پیہم چو کمانداروں پر  
چل گئے تھوڑ ملامت کے چنگاڑوں [۲] پر  
چٹنگیاں سب کی دھڑی رہ گئیں سو فاروں پر  
دخ پھرا تھا کہ گری برق ستمکاروں پر  
جل کے خرمن ہوا یوں خاک کہ خوشہ نہ ملا  
کشمکش میں کھن چھیلے کو بھی گوشہ نہ ملا  
ٹھوڑ فوج ستمگار تھے دیکھتے ہوئے  
دم میں اُس شہر نوستہاں نے قلم کر ڈالے  
گرچہ تھے جہاں لڑائے ہوئے لڑے والے  
آفت مرگ کو سر سے دوئی کھوں کو ڈالے  
جب سواروں کے پہرے جنگ پہ تل چائے تھے  
بلد سب 'ناخن شمشیر سے' کوئی چائے تھے  
الف گز کوڑ کر دیتے تھے [۳] سر ضرب میں دال  
تھی نئی آمد و رفت اور نئی طبع کی چال  
کبھی ہرچھی کی انی تھی، تو کبھی تھوڑ کی بھال  
کبھی تلوار، کبھی خنجر برآں، کبھی [۴] ڈھال  
ضرب کو روک کے دشمن کو فلما کرتی تھی  
دسبدم فوج ستمگر بھی فلما کرتی تھی  
شور تھا، آگ تھی تلوار میں یا پانی تھی  
جل بھجھ [۵] کشتی تن خون میں طوفانی تھی

[۱]—نڈ (ہی) - [۲]—ر سے "روح انیس" مراد ہے - (مٹا خاڑوں) -

[۳]—ر (گردیتی تھی) - [۴]—ر (تھپتی کی ہتھکڑی شرجہ پر "تھپ" ہے) -

[۵]—نڈ (بھجھ) -

ضرب مہوں قوت ہے ' یہ زور مہوں لائانی ہے  
 کہتا تھا حر: یہ فقط قوت ایمسانی ہے  
 زور تھا مجتہ مہوں نہ ایسا ' نہ وفا کی طاقت  
 سب ہے یہ سہط ہدمبر کی دما کی طاقت  
 کہ کے یہ ' فوج مہوں پھر تشلہ چکر قوت گیا  
 ورطہ قلم آت مہوں گھر قوت گیا  
 لشکر شام کے بنداں مہوں قمر قوت گیا  
 کشمکش تھی کہ برق مہوں گلی تو قوت گیا  
 تھا کبھی شہر سا بیدہوا ہوا شمشیروں مہوں  
 کبھی نہروں کے نیوستان مہوں ' کبھی تھروں مہوں

حضرت عباس کی جنگ

فرما کے یہ تلوار کو صندور نے نالا  
 ہمالوں کو اُدھر بزم کے سواروں نے سلجھا  
 اس شان سے غازی صف چنگاہ مہوں آیا  
 قل تھا کہ اسد لشکر روہاہ مہوں آیا  
 دریائے شجاعت میں تلام نہوا اکبار  
 عالم کو قہامت کے نظر اگلے آثار  
 ہلے لگے اشجار لرزے لگے کہسار  
 صحرا سے گریزاں ہوئے اڈر طرف غار  
 جن کہتے تھے: خالق ہمیں اس آن بچائے  
 چٹائی نہیں پریم کہ خدا جان بچائے

جس صف پہ چلی تیغ وہ بے سر نظر آئی  
 دیتی یہ ہراک لاش توپ کر [ا] نظر آئی  
 جب وار کھا قوت حیدر نظر آئی  
 کہ تلک کے نیچے ' کبھی سر پر نظر آئی  
 غل ہوتا تھا ' کرتی تھی دوپارا جو سپر کو:  
 دو کردیا انگشت سے احمد نے قمر کو  
 توغوں کو نہواصوں سے نکلمے نہیں دیتی  
 اس فوج کا ایک وار بھی چلمے نہیں دیتی  
 کھوڑوں پہ سواروں کو سا بھولے نہیں دیتی  
 انداز لڑائی کا بدلے نہیں دیتی  
 تلوار نہیں برق اجل ہم پہ چھکی ہے  
 دمالوں سے کہیں مرگِ مفاجات رکی ہے

مغفر کو جو کُٹا تو جبہں سے نکل آئی      سر پر جو پڑی خانہ زیب سے نکل آئی  
 بچلی سی صفِ لشکر کوں سے نکل آئی      گہ قروب گئی گلا زمہوں سے نکل آئی  
 فل تھا کہ محجب کہا جو سپر سے نہہوں دکئی  
 یہ ضرب تو چہرہ ل کے پر سے نہہوں دکئی

سولہ مہوں در آئی تو نئی چال سے نکلی      پہنچے کو قلم کرتی ہوئی قہال سے نکلی  
 قروبی جو زرہ مہوں تو عجیب حال سے نکلی      مچھلی سی تڑپتی ہوئی اک جہال سے نکلی  
 چار اُٹے کو اُٹھ کہا کات نے اُس کے  
 بچہ دی ہر اک کشتی تن گھات نے اُس کے

حضرت عباس پائو لے کر آتے ہیں

لونا ہوا اعدا سے وہ صفدر نکل آیا      بادل کو ہٹا کر وہ اور نکل آیا  
 سقائے حرم نہر سے باہر نکل آیا      دریائے شجاعت کا شہا اور نکل آیا  
 در سے کسی روپاہ نے ضیغم کو نہ روکا !  
 تلوار اُٹھا کر کہا : کہوں ہم کو نہ روکا ؟

حضرت عباس کا سر پیا

چہرہ تو قہارست کی ہے تہور عوں غضب کے  
 اک حملے مہں سر تن سے اُتر جائیں گے سب کے  
 فرزند مہں یہ فخر شجاعانِ عرب کے  
 شہر ان کے ہی تہور سے نکل جانا ہے دب کے  
 بچے کبھی اس گہر کے نہہوں دن سے تے [۱] مہں  
 یہ سب اسد اللہ کے بوشے مہں پلے مہں

ہر شہر مہں پیمشانی انور کا ہے شہرا

سجدے کا نشان بھی ہے تکلف ہے یہ دعرا

گویا ورقِ مہا یہ ہے مہر کا مہرا

دیکھو سر خورشید پہ طالع ہوا زہرا

اِس طرح کا اختر کوئی دنیا میں نہ دیکھا  
 موسیٰ نے یہ جلوہ دیدیضا میں نہ دیکھا  
 غصے سے جو تیوری کو چرہائے ہے یہ جرّار  
 گویا کہ میں دو ناخن شہر ابروے خمدار  
 بے جنگ سوئی جاتی ہے گھائل صف کُفار  
 ہل جاتی [۱] میں جس وقت تو چل جاتی ہے تلوار  
 اِس طرح کا صند کوئی بستی میں نہیں ہے  
 یہ کلت کبھی توغ دو دستی میں نہیں ہے  
 گردوں پہ مہ نو کا یہ عالم نہیں دیکھا  
 شمشیر ہلالی میں یہ دم ختم نہیں دیکھا  
 دونوں میں کبھی فاصلہ اک دم نہیں دیکھا  
 یوں ربط کمانوں میں بھی باہم نہیں دیکھا  
 اک ہیئت کے یہ مصرع برجستہ ہیں دونوں  
 ظاہر میں کشیدہ ہیں یہ دلہستہ ہیں دونوں  
 کہیے مہ نو اِن کو تو یہ رو نہیں اُس میں  
 مہتاب کہیں رخ کو تو گیسو نہیں اُس میں  
 ہے اک گل خورشید سو خوشبو نہیں اُس میں  
 آنکھوں نہیں، پلکوں نہیں، ابرو نہیں اُس میں  
 بو ہے گل تر میں، یہ خط و خال کہاں ہے  
 قد سرو کا موزوں ہے تو وہ چال کہاں ہے

خط ہے جو شب قدر تو رخ صبح اُرم ہے  
 کیا قدرت حق ہے کہ شب و روز بہم ہے  
 توصیف میں عاجز دم تحریر قلم ہے  
 دیکھو خط ریکھاں ورق زر یہ رقم ہے  
 پہلو میں سحر کو شب دیدہ زور لیے ہے  
 ظلمات کو آغوش میں پا حور لیے ہے

یہ حسن کسی شب کی سحر نے نہیں پایا  
یہ روے دل افروز قمر نے نہیں پایا  
رنگ لب نازک گل تر نے نہیں پایا  
نور اس دُر دندان کا گہر نے نہیں پایا  
باہم تو ہیں، دونوں کے مگر رنگ الگ ہیں  
وہ لعل کے تکرے ہیں یہ الماس کے نگ ہیں

امام حسین علیہ السلام کا سراپا

ایک شور تھا کہ آج زمیں، آسمان ہے      صحرائے کربلا نہیں، دنیا کی چٹان ہے  
اُترا زمیں پہ چاند یہ خالق کی شان ہے      رضوان نے دی صدا کہ خدا مہربان ہے  
پرتو ہے یہ رخِ خلفِ بسو قراب کا      دیکھو، اِلت گہا ہے ورقِ آفتاب کا  
نقشِ سم قمرس کی ضیا پر کرو خیال      اختر کہیں ہے، بدر کہیں ہے، کہیں ہلال  
ہے درپہر کے بعد سدا شمس کو زوال      یار ہے وہی مروج، زہے حشمت و جلال  
پروانہ آفتاب ہے چہرے کے نور پر      گھوڑے پہ آپ نہیں کہ تجلی ہے طور پر  
اُٹھلے جبیں سے صفا آشکار ہے      ابرو سے مارِ رخ کی [۱] لہذا آشکار ہے  
چشمِ گہر فشاں سے حیا آشکار ہے      رخ سے جلالِ شور خدا آشکار ہے  
رستم بھی چڑھ سکے گا نہ ملے پر دایر کے      چہرہ تو حور کا ہے پہ ٹہور میں شیر کے  
نور جبیں نے جاوے قدرت دکھا دیا      چہرے نے حسنِ صبحِ صباحت دکھا دیا  
ابرو نے رنگ تیغِ شجاعت دکھا دیا      قامت نے سب کو طورِ قیامت دکھا دیا  
جلال کو بڑے کوچہ کھسو بسا کلمی،  
کہڑوں سے نکھت گلِ فردوس آ کلمی  
ابرو نہیں ہے [۲] چشمِ مروت نہاد پر      نون لکھ دیا ہے صانعِ قدرت نے صا پر  
دید اسکی فرضِ عینِ خوہش اعتقاد پر      قربان ہے صبح و شام بیدار و سوا پر  
سادہ نگہیں حدید [۳] کا دُرِ نجف میں ہے:  
پُتلی نہ چاندی، دُرِ مکالمِ صدف میں ہے

حضرت علی اکبرؑ کی جنگ

ہل چل تھی کہ تلوار چلی فوج پہ سن سے  
 ڈھالیں تو دھیں ہاتھوں میں ' سر اُڑ گئے تن سے  
 طائر بھی ہوا ہو گئے سب ظلم کے بن سے  
 آگے تھا ہرن شیر سے ' اور شیر ہرن سے  
 غل تھا : یہ جری مثل ید اللہ لڑے گا  
 تر ہو گئی زمیں خوں سے وہ دن آج پڑے گا [۱]  
 تلوار تھی جرار کی ' یا قہر خدا تھی :  
 سر تھا تو الگ تھا ' جو کمر تھی تو جدا تھی  
 بچلی جو لڑھر تھی ' تو اُدھر سیل فلدا تھی !  
 تلوار تھی یوں ' سر پہ جب آئی تو قضا تھی  
 بے سر ہوئی وہ صفا جو نظر چڑھ گئی اُس کی  
 چاٹا جو لہو اور برہں بڑھ گئی اُس کی  
 جس صفا پہ چلی خون میں غلطان کیا اُس کو  
 مجتمع تھا جدھر ' دم میں پریشاں کیا اُس کو  
 جو آگے بڑھا غول سے ' بے جاں کیا اُس کو  
 بخشی جسے جاں بندہٗ احساں کیا اُس کو  
 بے سر تھا ' ازل سے تھی خطا اصل میں جس کی  
 سارا اُسے ' دیدار نہ تھا نسل میں جس کی  
 کیا ہاتھ تھا ' کیا تیغ تھی ' کیا ہمت عالی :  
 دم بھر میں نمودار صفیں ہوتی تھیں خالی  
 جب چھوم کے ڈھالوں کی گھٹا آئی تھی کالی  
 بچلی سی چمک جاتی تھی شمشیر ہلالی  
 ملتا تھا نشاں دن میں صفوں کا نہ پڑوں کا  
 تھا شور کہ میلہ آج پرستہ ہے سروں کا  
 کیا حیرت تھی قربان جگر گوشہٗ شہید  
 نکلا جو کماں سے تو قلم ہو کے گدرا تیر

آیا جو کہاں لے کے کہیں سے کوئی ہے پھر  
 گوشہ تھا ، نہ چلہ تھا ، نہ حلقہ تھا ، نہ زا گھر  
 جو وار تھا صفدر کا خدائی سے جدا تھا  
 قبضے سے کہاں ، ہاتھ کلائی سے جدا تھا

کت کت کے ہر اک ضرب میں سر گرتے تھے سر پر  
 برجہی پہ نہ پھل تھا ، نہ کوئی پھول سپر پر  
 پھر جاتی تھی گردن پہ کبھی ، گاہ جگر پر  
 مرکز کی طرح تھی کبھی دشمن کی کمر پر  
 نکلی جو کمر سے تو چلی خانہ زین پر  
 زین سے تھی جو [۱] مرکب میں تو مرکب سے زمیں پر

بدلی کی طرح شام کی جب فوج گھر آئی  
 پھر تلخ نے بجلی صفِ اعدا پہ کرائی  
 دھوئی تھا مگر بھول گئی [۲] عزیز در آئی  
 چلاتی تھی [۳] بوائو نہ وہ خونخوار پور آئی  
 ہر ہزار ہے موجود تو ہر ہزار نہیں ہے  
 یہ مرگ مفاجات ہے تلوار نہیں ہے

لڑنے جو ہوا بول کوئی بول کے آیا  
 یہ شور بھی شمشیر دو دم نوا کے آیا  
 شہباز اجل صمد پہ پر کھول کے آیا  
 اُڑتا ہوا سدر بیچ مہوں اُس غول کے آیا  
 حق جس کی طرف ہے وہ ازیر دست رہا ہے  
 سچ ہے کہ بڑے ہوا کا سر دست رہا ہے

سو سو کو ہر [۴] اک ضرب میں کتتے نہیں دیکھا  
 یوں غوطہ میں شیروں کو چھپتے نہیں دیکھا  
 بڑھ کر کبھی جرار کو کتتے نہیں دیکھا  
 گھوڑے کو کسی باگ پہ پھٹتے نہیں دیکھا

[۱]—نک (مٹی) - [۲]—ن (بھول گئے) - [۳]—ن (چلتے تھے) - [۴]—ن (نہ) -

جب ہاتھ اُٹھا ' برچھوں تھراتا [۱] ہے گھوڑا  
پتلی کے اشارے کو سمجھ جاتا ہے گھوڑا

حریف سے خطاب

اکبر نے صدا دی کہ تھہر سامنے آ کر  
کہوں ملہ کو چھپاتا ہے سپر چہرے پہ لا کر  
مردانہ دکھا وار حریفانہ وٹا [۲] کر  
دیکھ ' اپنے رسالے کے جوانوں سے حفا کر  
نادان ہے تمیز حق و باطل نہیں رکھتا  
تو ایسے [۳] تن و توش پہ کچھ دل نہیں رکھتا  
یہ خوف ' کہوں جان نہ گھبرا کے نکل جائے  
بودا ہے جو لڑنے کی جگہ پا کے نکل جائے  
ایسا نہ ہو تلوار کوئی کھا کے نکل جائے  
پنچے سے نہ شہزادوں کے شکار آ کے نکل جائے  
یکجنا صفت سایہ آہو نہیں تھمتا  
سہماب تھہر جانا ہے پر تو نہیں تھمتا  
تجہ سا نو جوان لشکر بدخو میں نہیں ہے  
ہاں ' زور شجاعت ترے بازو میں نہیں ہے  
گھوڑا ہے یہ چالاک پہ قابو میں نہیں ہے  
فوجیں ہیں اُدھر یاں کوئی پہلو میں نہیں ہے  
ہم ایک ہیں جانباز کہ فوجوں سے لڑے ہیں  
کہا تجھ کو کہیں گے ' جو صفیں باندھے کھڑے ہیں  
نڈرے کے ہلانے میں بھی تو زور کو ہارا  
کیوں؟ میں نے کہاں چھین لی اور تیر تمہارا  
اک ضرب پڑی [۴] تھی ' کہ ہوا گرز دو پارا  
لڑنے پہ تیرا ہے ترا او ستم آرا  
آ تیغ جوانان خوش اقبال کے اوپر [۵]  
چہرے کو چھپاتا ہے جھلم ڈال کے ملہ پر



حریف کا حیلہ

یہ سن کے بڑے فہیظ و غضب میں [۱] وہ بل آیا  
اکبر نے کہا ' آ ' کہ مقام اجل آیا ؛  
بارے شجر جرات و ہمت میں پھل آیا ؛  
بس روک لے پودا ' کہ فرس ملہ کے بل آیا ؛  
یہ پھولنے پھلنے کی مگر فصل نہیں ہے  
گر پڑتا ہے جلدی ' تری کچھ اصل نہیں ہے  
تلواریں کھنچیں برجھیاں چمکیں علم اُٹھے  
گھوڑوں کے [۲] تگ و پو میں برابر قدم اُٹھے  
نظارے کو [۳] گردوں پہ ملائک بہم اُٹھے  
گر گر کے ادھر خاک پہ شاہ اُسم اُٹھے  
اکبر جو مقابل ہوئے اُس ضال و مضل کے  
شہر قریب آ گئے بڑے بابی دل نے

حضرت علی ابن فوج میں کہتے ہیں

تسلیم کی اور اسپ صبا دم کو اُڑا کر پھر توپ گھٹا فوج میں وہ شیر دلاور  
یاں بیٹھ گئے تھام کے دل سبط پیہر و اں شام کے باداں مڑن گھڑا وہ مرہ انور  
تھروں کی جو بوچھاڑ ہوئی چوہن گھٹا سید  
روزن ہوئے اٹھے کہ زرد بن گھٹا سید  
تکڑے ہوئے تھوئے سے ' یہ ہمت کونہارے منجروح نے اُسی نفر اُس فوج کے مبارے  
صحترا میں کبھی تھے ' کبھی دریائے کلارے پھر دیکھ گئے باپ کو پھر دن کو سندھارے  
روئے [۴] نہ پدر ' قتل ہو انخت چنگر ایسا ؛  
باپ ایسا ہو صابر ' تو جری ہو پسر ایسا

حضرت علی اکبر زخمی ہوتے ہیں

اوتے تھے کہ پدشانی انور پہ لکا نیور  
سب خوں سے بھری احمد مختار کی تصویر

[۱]—ن (ے) [۲]—ن (ئی) [۳]—نل (نثاروں پہ) [۴]—نل ' ن (زورے) ۔

لکھا ہے کہیں میں تھا کوئی ظالم بے پھر  
 برچھی جو لگی سہلے میں ، حالت ہوئی تغیر  
 اللہ دے [۱] شجاعت ، کہ نہ ابرو پہ ہل آیا  
 پھل اُس نے جو کھینچا تو کلہاڑا نکل آیا

تکڑے جو بہے خوں کے تریڑوں میں جگر کے  
 غش ہو گئے سر گردن دھوار پہ دھر کے  
 نزدیک سے پھر وار چلے توغ و تیر کے  
 سب پسلیاں کٹ کٹ گئیں ، تکڑے ہوئے سر کے  
 تلواریں تھیں ، یا آپ تھ ، یا سر پہ خدا تھا  
 جس ہاتھ سے لڑتے تھے وہ پہنچوں سے جدا تھا

حضرت علی اکبر خاک پر زخمی پڑے ہیں  
 اٹھارواں یہ سال ، یہ غربت ، یہ جوانی ؛  
 یہ شان ، یہ اقبال ، یہ شوکت ، یہ جوانی ؛  
 دیکھی تھی نہ اب تک یہ شجاعت ، یہ جوانی ؛  
 یوں خاک ہوئی ، ہائے ، یہ صرورت ، یہ جوانی ؛  
 کس درجہ مشابہ تھے رسول عربی سے ؟  
 گویا کہ حسون آج بچھونا ہے نبی سے  
 لے آئی جو بیتابی دل لاش پسر پر ،  
 جھکے میں ، نظر پہلے پڑی زخم جگر پر  
 اک تیر لٹا قلب شہ جن و بشر پر  
 سیٹے پہ کبھی ہاتھ کو مارا ، کبھی سر پر  
 اوپر کے دم اُس شیر کو پھرتے ہوئے دیکھا ،  
 بابا نے جوان پھرتے کو مرتے ہوئے دیکھا  
 ہونٹوں پہ زباں ، رخ پہ عرق ، خاک پہ گیسو ،  
 پتھرائی ہوئی آنکھ ، کتے [۲] تیغوں سے ابرو

گردن تو کیج اور حلق پہ اک تیر سے پہلو  
 چہرے پہ لہو گلوں پہ تھلکے ہوئے آنسو  
 یہ زیر لب آواز کہ آقا نہیں آئے  
 نزدیک اجل آگئی، بابا نہیں آئے  
 اے درد جگر، تم کہ شہ بصر ویر آہیں  
 اے جان، نہ گھبرا، شہ جن و بشر آہیں  
 اے روح، توقف، شہ والاِ دُعا آہیں  
 اے موت، ٹھہر جا، پدر آہیں پدر آہیں :  
 ارمانِ دل زار پسر ہوش میں نکلے  
 حسرت ہے کہ دمِ باپ کے آغوش میں، نکلے  
 چلائے شہ دیں، علی اکبر، پدر آیا  
 اٹھو مرے پیارے، مرے دلیر، پدر آیا  
 تم تھوڑے تھوڑے تھے، اے مہ انور، پدر آیا  
 نا شاہ پدر، بیکس و بے پدر پدر آیا  
 کچھ دل کی کہو، بات کرو، ہوش میں آؤ  
 صدقے پدر، آؤ، مرے آغوش میں آؤ  
 ملکہ کھولے ہو کہوں؟ تیر کو گردن سے نکالوں؟  
 گر درد نہ ہو، ہاتھوں کو بازو سے سلجھالوں  
 گرتا ہے پہاڑ اس کو میں کس طرح سے تالوں  
 مرنے آئے دیکھوں جسے آغوش میں پالوں  
 بہ بہ کے لہو میں جگر آنا ہے تمہارا  
 سہلے سے کلمہ بجا نظر آنا ہے تمہارا

#### منظر

وہ سرخسہ شفیق کی آدھری چرخ پر بہار، وہ بارور درخت، وہ صحرانورد سبز زار  
 شہنم کے وہ گلوں پہ گہرے آیدار، پھولوں سے سب بہرا ہوا دامن کو عسار  
 نافے کھلے ہوئے وہ گلوں کی شہنم کے  
 آتے تھے سرد سرد وہ جھونکے نسیم کے

تھی دشت کربلا کی زمیں رشک آسمان      تھا دور دور تک شب مہتاب کا سمان  
چھٹکے ہوئے ستاروں کا دروں پہ تھا گمان      نہر فدا ت پہنچ میں تھی مثل کہکشاں  
سر سبز جو درخت تھا وہ نخل طور تھا  
صحرے کے ہر نہال کا سایہ بھی نور تھا  
وہ سر بلند خدمت زنگاری امام      جس میں خدا کے عرش کے تاروں کا تھا مقام  
کم تھا نہ اس کا خانہ کعبہ سے احترام      قدسی طواف کرنے کو آتے تھے صبح و شام  
چلو تھا اُس میں بُرجِ امامت کے ماہ کا  
دریاں تھا جبرئیل اُسی پارِ گاہ کا

## صبح

طے کر چکا جو منزل شب کاروان صبح      ہوئے لگا اُفق سے ہویدا نشان صبح  
گردوں سے کچھ کرنے لگے اختران صبح      ہر سو ہوئی بلند صدائے اذان صبح  
پہاں نظر سے روے شب تار ہو گیا  
عالم تمام مطالع انوار ہو گیا  
خورشید نے جوروخ سے اُٹھایا [۱] نقابِ شب      در کھل گیا سحر کا ' ہوا بلند بابِ شب  
انجم کی فرد فرد سے لے کر حسابِ شب      دفتر کشائے صبح نے ' اُلٹی کتابِ شب  
گردوں پہ رنگ چہرہ مہتاب فقی ہوا  
سلطانِ غرب و شرق کا نظم و نسق ہوا  
پہنچا جو مہر مہر سے فرمانِ منزلِ شب      گردوں پہ عاملانِ سحر کا ہوا نصب  
ملشی آسمان مع دفتر ہوا طلب      بس جا بجا سے اُٹھ گئی انجم کی فوج سب [۲]  
تا صبح فرد فرد میں بھگانگی ہوئی  
برخاست کی ' چراغوں کو [۳] پروانگی ہوئی  
یوں گلشنِ فلک سے ستارے ہوئے رواں      چن لے چمن سے پھولون کو جس طرح باغبان  
اُنی بہار میں گلِ مہتاب پر خزاں      مرجھا کے گرد گئے [۴] ثمر و شاخ کہکشاں  
دکھلائے طور بادِ سحر نے سموم کے  
پڑمردہ ہو کے رہ گئے غلچےِ نجوم کے

[۱] - ن (اُٹھائی) - [۲] - ن (اب) - [۳] - نل (ی) - [۴] - ن (مر گئے) -

چھوٹا وہ مانتا ہے کہ وہ صبح کا ظہور یاد خدا میں زمزمہ پڑاؤی طور  
وہ رونق اور وہ سر ہوا، وہ فضا، وہ نور خلکی ہو جس سے چشم کو اور قلب کو سرور  
انسان زمین یہ مکتو، ملک آسمان پر :  
جاری تھا، ذکر قدرت حق، ہر زبان پر

وہ صبح اور وہ چھانو ستاروں کی اور وہ نور دیکھتے تو غش کرے ارنی گوے اوج طور  
یہ خدا گلوں سے قدرت اللہ کا ظہور وہ چاہتا درختوں یہ تسبیح خواں طور  
گلشن خجیل تھے وادی مہلو اساس سے  
جلگن تھا سب بسا ہوا پھولوں کی باس سے  
تھلکی ہوا میں سبز صبرا کی وہ لہک شرمائے جس سے اطلس زنگاری فلک  
وہ چھوٹا درختوں کا، پھولوں کی وہ مہک ہر برگ، پتہ تھلک شہلم کی وہ جھلک  
ہیرے خجیل تھے گوہر یکتا نثار تھے  
پتے بھی ہر شجر کے جواہر نثار تھے

وہ نور، اور وہ دشت سہانا سا، وہ فضا، کراچ و کبک و تھو و طائوس کی صدا  
وہ جوش گل، وہ نالہ، مرقان خوشلوا، سردی جگر کو بخشتی تھی صبح کی ہوا  
پھولوں کے سبز سبز شجر سرخ پوش تھے  
تھالے بھی نخل کے سید گل فروش تھے  
وہ دشت وہ نسیم کے چہونکے، وہ سبز زار پھولوں پہ چاہتا وہ گہر ہائے آباد  
آٹھنا وہ جھوم جھوم کے شاخوں کا بار بار بالائے نخل ایک چو ہلہل تو گل ہزار  
خواہاں تھے زہر [۱] گلشن زہرا جو آب کے  
شہلم نے بھر دیے تھے کٹورے گلاب کے  
وہ قمریوں کا چار طرف سرو کے ہجوم کو، کو کا شور نالہ حق سرہ کی دھوم  
سبستان رہنا کی صدا نبی علی العموم جاری تھی وہ جو ان کی عبادت کے تھے (سرم  
کچھ گل فقط نہ کرتے تھے رب عا کی مدح [۲]  
ہر خار کو بھی نوک زبان تھی خدا کی مدح [۳])

عالم

کیولا جو پھر ہرے کو علمدار چربی نے لوتے گل فروش نسیم سجدی نے

ناروں کو اتارا فلک نیلوفری نے      ہرچم جو کھلا ، کھول دیے بال پوری نے  
 عہسوں نے پکارا کہ نثار اُس کے حشم کے  
 خورشید نے منہ رکھ دیا پہنچے یہ عالم کے

### تلوار

افلاک پہ چمکی کبھی ، سر پر کبھی آئی      کوندی کبھی جوشن پہ ، سپر پر کبھی آئی  
 کہ پڑگئی سہیلے پہ ، جگر پر کبھی آئی      تڑپی کبھی پہلو پہ ، کمر پر کبھی آئی  
 طے کر کے پھری ، کون سا قصہ تھا فرس کا  
 باقی تھا جو کچھ کانت ، وہ حصہ تھا فرس کا

بے پائو جدھر ہاتھ سے چلتی ہوئی آئی      نڈی اُدھر اک خوں کی اُبلتی ہوئی آئی  
 دم پور میں وہ سورنگ بدلتی ہوئی آئی      پی پی کے لہو لعل اُٹلتی ہوئی آئی  
 ہیرا تھا بدن ، رنگ زمرہ سے ہرا تھا ،  
 جوہر نہ [۱] کہو ، پھٹ جواہر سے بھرا تھا

زیبا تھا دم جنگ پریوہی اُسے کہنا      مہشوق بغی سرخ لباس اُس نے جو پہنا  
 اِس اُج پہ وہ سر کو جھکائے ہوئے رہنا      جگر تھکے پہنچے تھی دالہن پھولوں کا گہنا  
 سہب چمن خلد کی بو لباس تھی پھل میں  
 دھتکی تھی وہ شجر سے دولہا کی بٹل میں

سر پہنچے تو موج اُسکی روانی کو نہ پہنچے      قلم کا بھی دھارا ہو تو پانی کو نہ پہنچے  
 بجلی کی تڑپ شعلہ فشانہ کو نہ پہنچے      خنجر کی زباں تو زبانی کو نہ پہنچے  
 دوزخ کے زبانوں سے بھی اُنچے اُس کی پری تھی  
 برچھی تھی ، کتاری تھی ، سروھی تھی ، چھری تھی

موجود بھی ، ہر قول میں اور سب سے جدا بھی      دم خم بھی ، لگاوت بھی ، صفائی بھی ، ادابی  
 اک گہات پہ تھی ، آگ بھی ، پانی بھی ، ہوا بھی      اسرت بھی ، ہلاہل بھی ، مسوکتا بھی ، قضا بھی  
 کیا صاحب جوہر تھی ، عجب ظرف تھا اُس کا  
 موقع تھا جہاں جس کا وہیں صرف تھا اُس کا

تھروں پہ گئی ہرچہروں والوں کی طرف سے  
 چاہیے کمانداروں پہ بھالوں کی طرف سے  
 پھر آئی سواروں پہ رسالوں کی طرف سے  
 ملے تھغوں کی جانب کھا ڈھالوں کی طرف سے  
 بس ہو گیا دفتر نظری تمام و نسب کا  
 لاکھوں تھے تو کہا ' دیکھ لیا جائزہ سب کا  
 پہنچے جو سپر تک تو کلائی کو نہ چھوڑا  
 ہر ہاتھ میں ثابت کسی گھائی کو نہ چھوڑا  
 شوخی کو شرارت کو لڑائی کو نہ چھوڑا  
 تیزی کو رکھائی کو صفائی کو نہ چھوڑا  
 افسائے بدن قطع ہوئے جاتے تھے سب کے  
 پہنچے سی زباں چلتی تھی فقرے تھے غضب کے  
 چار آئلے والوں کو نہ تھا جنگ سے چارا [۱]  
 چو رنگ تھے سولے تو کلیمچا تھا دو پارا  
 کہتے تھے زرہ پوہی ' نہیں جنگ کا یارا  
 بچ جائیں تو جانیں کہ ملی جان ڈوبارا  
 جوشن کو سنا تھا کہ حفاظت کا محفل ہے  
 اِس کی نہ خبر تھی کہ یہی دام اجل ہے

تو در کے قد راست سنانوں نے جھکائے  
 دب دب کے سر عجز کمانوں نے جھکائے  
 ہت ہت کے علم دن میں جوانوں نے جھکائے  
 سر خاک پہ گر گر کے نشانوں نے جھکائے  
 فل تھا کہ پناہ اب ہمیں ' یا شاہ زماں ' دو  
 پھیلانے تھے دامن کو پھرہرے کہ اماں دو

بجلی سی کوند کر صفا اعدا پہ جب گری  
 ہر سمت فل ہوا کہ وہ برق غضب گری

بھدم تھا ، جس پہ تیغ شہ شہ لب گری  
 کھلتا نہ تھا ، کب اٹھ گئی اور سر پہ کب گری  
 چل پھر سے اُس کی فوج ستم دارِ ناک تھی  
 گردن پہ تھی کبھی ، تو کبھی زہر خاک تھی  
 دو لاکھ پر وہ تیغ پرستی چلی گئی  
 ناگن کی طرح فوج کو تستی چلی گئی  
 بجلی سی دونوں باگوں پہ کستی چلی گئی  
 دم مہن چلا کے خرمن ہستی چلی گئی  
 زخموں کو اُس نے آتش سوزاں بنا دیا  
 ہر نخل قد کو سرو چراغاں بنا دیا  
 اُس تیغ کی برش سے زبردست ، زہر تھے  
 روپاہ بن گئے تھے وہ ، دل جن کے شہر تھے  
 گوشوں میں چھپتے پھرتے تھے جتلے دلہر تھے  
 تودے تھے سرکشوں کے ، کسانوں کے تھیر تھے  
 غل تھا کہ اے نبی کے نواسے پلہا دے  
 اے دو شہباز روز کے پھاسے پلہا دے

آفت تھی ، قیامت تھی ، چھلوا تھی ، بلا تھی  
 بجلی تھی ، کٹاری تھی ، قزولی تھی ، قضا تھی  
 روکے کوئی کیا ، باز نہ تھی ، سہل فدا تھی  
 پشہ تھا وہ ظالم کہ لہو جس کی فدا تھی  
 بجلی کو بھی قزیا دیا تھا جلوہ گری نے  
 تاب اُس کی نہ تھی ، مانگ نکالی تھی پری نے  
 کٹ جاتے تھے منہ دیکھ کے سب تیغ زن ، اُس کا  
 قیامت میں کبھی ، چال میں وہ بانہن اُس کا  
 تاریک زمیں اور وہ تاباں بدن اُس کا  
 چلتی تھی سروں پر یہ نیا تھا چلن اُس کا  
 ہے صاحب جوہر کا محل ، چرخ بریں پر  
 دکھا ہے مسہ نو نے کبھی پانو زمیں پر



فل تھا یہ کسی تہغ میں چم خم نہیں دیکھا  
 بچلی کی تڑپ کا بھی یہ عالم نہیں دیکھا  
 لشکر کا لہو پی گئی یہ دم نہیں دیکھا  
 ایسا کسی ناگن میں کبھی سم نہیں دیکھا  
 پھر کیا ہے جو اللہ کا یہ قہر نہیں ہے  
 اس تہغ کے کاتے میں کہیں لہر نہیں ہے

چلاب امام کی تلوار

کہا کیا چمک دکھائی تھی سر کات کات کے  
 تلعتی تھی کہا تلوں سے زمیں پات پات کے  
 پانی وہ خود پیے ہوئے تھی گھات گھات کے  
 دم اور بزم گھا تھا لہو چات چات کے  
 کہا جانے ملا تھا مزا کیا زبان کو  
 کہا جانی تھی ہما کی طرح استخوان کو  
 ہر شانہ میں آزا کے کلائی نکل گئی  
 کوندی، گری، زمیں میں سمائی، نکل گئی  
 کاتی زرہ، دکھا کے صفائی نکل گئی  
 مچھلی تھی اک کہ دام میں آئی نکل گئی  
 چار آئلے کے پار تھی اس آب و تاب سے  
 جس طرح برقی گر کے نکل جائے آب سے

وقت رخصا عسا تھی کبھی، اڑدھا کبھی؛  
 تلوار بن گئی وہ کبھی، اور قضا کبھی  
 بچلی کبھی تھی، اپر کبھی اور ہوا کبھی  
 بلتتی تھی نفی کفر کے خاطر بلا کبھی  
 پھرتے تھے جب حسین پیادوں کو رول کر  
 کہا اہتتی تھی سروں کو دھن کھول کھول کر  
 اللہ کے فضب کی نشانی دکھا گئی  
 دریائے قہر حق کی روانی دکھا گئی

جل جل گئے وہ شعلہ فشانہ دکھا گئی  
 کت کت گئے وہ سوفا ڈبانی دکھا گئی  
 لب صورت شکاف قلم ، بند کر دیے  
 فقروں نے ذوالفقار کے ، دم بند کر دیے  
 پہنچنی سم فرس پہ ، جو بالائے سر گری  
 چمکی ادھر زمیں سے نکل کر ، ادھر گری  
 ناری جلے ادھر ، وہ جدھر کوند کر گری  
 جس صفائے لگ [۱] چلی یہ ، وہ صفا خاک پر گری  
 دکھلا کے اوج جاتی تھی یوں ہر سوار پر  
 جملہ میں باز کرتا ہے جیسے شکار پر

#### سواری

میدان میں جب سواری شاہ امم چلی  
 کس شان سے جلو میں سپاہ حشم چلی  
 فتح و ظفر ادب سے قدم با قدم چلی  
 بدلی ہوا ، نسیم ریاض ارم چلی  
 سرتاج عرش تھا جو مکین ، صدر زمین پر  
 قدسی پروں کو فرش گئے تھے زمین پر  
 جوں جوں قدم بڑھاتا تھا سرور کا خوشخبرام  
 بنتے تھے نقش سم سے زمیں پر مہ تمام  
 تھا ارض کر بلائے معلیٰ کا یہ کلام  
 گو فرش تھی پہ اب میں ہوئی ہرں احتشام  
 دروں کا اس زمیں کے فلک پر دماغ تھا  
 ہر سبز یزہ رشک دہ شب چراغ تھا  
 بچھئی تھی ایک نور کی چادر جو دور دور  
 ہلستا تھا کہکشاں پہ ، یہ چاند [۲] کو تھا غرور

ہنستے تھے روئے مہر یہ ' خروں میں تھا یہ نور  
 ہر سنگریزہ کہتا تھا ' میں ہوں چراغ طور  
 تھا یہ زمیں کا قول کہ علیہ سرشت ہوں  
 کہتی تھی گرد نکبت باغ ہمیشہ ہوں  
 وہ صبح اور وہ جلوۂ خورشید خاوری  
 وہ صاف صاف آئینۂ چرخ اختری  
 وہ نور اور وہ شان جوانان حیدری  
 راکب ہر اک ملک تھا تو مرکب ہر اک پری  
 صدقے سواری شے گردن رکاب کے  
 گویا ستارے جاتے تھے ساتھ آفتاب کے

#### گھوڑے کی تعریف

گھوڑے تھے چھلار: کبھی یاں تھے ' کبھی واں تھے '  
 پتلی میں تو پھرتے تھے پر آنکھوں سے نہاں تھے  
 یاں تھے جو سبکرو تو اُدھر گرم علماں تھے  
 بھلی [۱] تھے کسی جا ' نو کہوں آب رواں تھے  
 ہو سکتی تھی بھلی [۲] سے یہ سرعت ' نہ ہرن سے  
 جھونکے تھے ہوا کے کہ نکل جاتے تھے سن سے  
 بے آب تھے دو دن سے یہ چانددار تھے گھوڑے  
 ہر مرتبہ اُرجاتے یہ طہار تھے گھوڑے  
 اُس پار کبھی تھے ' کبھی اُس پار تھے گھوڑے  
 نقطۂ تھی وہ سب فوج کہ پرکار تھے گھوڑے  
 دس بیس جو مرجاتے تھے تاپوں سے کچل کے  
 بوجھ سکتا نہ تھا اک بھی [۳] احاطے سے اجل کے

سرعت وہ سسلیوں کی وہ چھل بل وہ طرارے  
 چھپتے تھے پہاڑوں میں ہرن شرم کے مارے

سُہم ایسے کہ قدموں پہ فلک ، بندر کو وارے  
جب نعل کھلیں چار ہلال اور اُتارے  
اُڑ جانے کو افلاک پہ طہار یہی تھے  
کھلوں سے یہ ثابت ہے کہ سیار یہی تھے

ہلچل وہ اُن صفوں کی وہ گھوڑے کی جست و خیز  
تھا ترک و تاز میں کھیں صر صر سے تند و تیز  
صدقے گلدھے [۱] ایال پہ کھسوعے مشک بوز  
گرد آوری میں ابر تو بجلی دم ستہوز  
ذریے قدیم کے فہض سے سارے چمک گئے  
جب پتلیاں اُٹھیں تو ستارے چمک گئے  
جرات میں رشک شور تو ہیکل میں پھلتن  
پوئی [۲] کے وقت کبک داری ، جست میں ہون  
بجلی کسی جگہ ، تو کہیں ابر قطرہ زن  
بن بن کے آنے جانے میں طاؤس کا چلن  
سماب تھا زمیں پہ فلک پر سماب تھا  
دربا پہ مروج تھا ، تو ہوا پر عقاب تھا  
آنکھیں وہ ، جن کو دیکھ کے حیران ہے غزال  
گردن وہ ، جس کی شرم سے ہے سر نگوں ہلال  
آہو کی جست ، شور کی چتون ، پری کی چال  
دل ، اُس کے دست و پائے حنائی سے پائمال  
ہر نعل پا کا حسن پہ تھا اُس جاوس میں  
اُٹھتے جس طرح سے ہو دست عروس میں  
کہوں اعتقاد میں حکماء کے نہ آئے فسق  
اِشرافی ، اُس سے بھکر تنکر میں سب ہیں غرق  
راکب گر اُس کو غرب سے درزائے سوئے شرق  
اور آسمان سے ساتھ ہی چمکے نکل کے برق  
بجلی کی واں چمک نہ فلک پر تمام ہو  
یاں کب سے غرب میں فرس تھوڑا گام ہو

کل کی طرح اشارے میں سو بار پھیر لو  
 بجلی ہے ، جس طرف دم پھکار پھیر لو  
 کاوے میں شکل گنبد دوار پھیر لو  
 نقطے کے گرد صورت پسوکار پھیر لو  
 درزے بروے آب تو پتلی بھی تر نہ ہو  
 آنکھوں میں یوں پھرے کہ مژدہ کو خبر نہ ہو  
 طاؤس سا جدھر گیا دم کو چنور کہے  
 دم میں پرے سپاہ کے زیر و زبر کہے  
 کچلے کبھی بدن ، کبھی پامال سر کہے  
 کشتوں کو روند روند کے سُم خوں میں تو کہے  
 مہدان میں تھا کسی کو نہ یارا ستور کا  
 عالم ہو ایک نعل میں تھا تیغ تیز کا  
 زیبا ہے گر کہوں شعرا بادیا اُسے  
 آہستہ گر چلے تو نہ پائے ہوا اُسے  
 طائر جہاں کے جانتے ہیں سب ہما اُسے  
 مہمیز و تازیانہ کی حاجت ہے کیا اُسے  
 فتراک گر ہوا سے کبھی اک زدی آزی  
 یوں آڑ گھا کہ سب نے یہ جانا پری آزی

#### سفر

ہوتے ہیں بہت رنج مسافر کو سفر میں  
 راحت نہیں ملتی کوئی دم آتھ پھر میں  
 سو شغل ہوں پر دعبان لگا رہتا ہے گھر میں  
 پھرتی ہے سدا شکل عزیزوں کی ، نظر میں  
 سنگ فم فرقت دل نازک پہ گراں ہے  
 اندرہ غریب الوطنی کاہش جاں ہے  
 گو راہ میں ہمراہ بھی ہو راحلہ و زاک  
 جاتی نہیں انسرنگی خاطر ناشاد

جب عالم تلہائی میں آقا ہے وطن یاد  
 ہر گام یہ دل مثل جرس کرتا ہے فریاد  
 اک آن غم و رنج سے فرصت نہیں ہوتی  
 منزل یہ بھی آرام کی صورت نہیں ہوتی  
 ہمراہ سفر میں ہوں اکر حاسی و ناصر  
 منزل یہ کمر کھول کے سوتے ہیں مسافر  
 جب ہو سفر خوف و پریشانی خاطر  
 شب جاگتے ہی جاگتے ہو جاتی ہے آخر  
 ہر طرح مسافر کے لئے رنج و تعب ہے  
 رہ جائے پس قافلہ تھک [۱] کر تو فضا ہے  
 دکھ دیتے ہیں ایک ایک قدم پانوؤں کے چہالے  
 منزل یہ پہنچنے کے بھی پڑ جاتے ہیں لالے  
 ہانہوں سے اگو بیٹھ کے کانٹے کو نکالے  
 در ہے کہ نہ بڑھ جائیں کہیں قافلے والے  
 واماندوں [۲] کے لیئے کو بھی آتا نہیں کوئی  
 تھک کر بھی جو بیٹھے تو اٹھانا نہیں کوئی  
 ہر دم دل نازک یہ مسافر کے ہیں یہ [۳] غم  
 تر رہتے ہیں اشکوں سے سدا دیدۂ پرُ غم  
 تھمتا ہی نہیں قافلۂ اشک کوئی دم  
 ہوتا ہے عجب صاحب اولاد کا عالم  
 بابا کو تو فرزندان سے چہتلے کا الم ہے  
 والد سے جدائی ہو تو بچوں پہ ستم ہے

بیٹے کا غم

یارب کوئی فرزند جدا ہو نہ پدر سے  
 موت آئے نہ لے جائے یہ دولت کسی گھر سے

اُٹھ جاتا ہے چہلے کا مڑا مرگ پسر سے  
 جاتا نہیں یہ داغ مڑے [۱] پر بھی جگر سے  
 اس قم میں کرے صبر ' نہیں دل یہ کسی کا ؟  
 ہاں ' سبط پھمبر کا ' حسین ابن علی کا

#### فرزند

دولت کوئی دنیا میں پسر سے نہیں بہتر  
 راحت کوئی آرام جگر سے نہیں بہتر  
 لذت کوئی پاکیزہ ثمر سے نہیں بہتر  
 نہمت کوئی بوے گل تر سے نہیں بہتر  
 صدموں میں علاج دل مسجروح بھی ہے  
 دیکھاں ہے بھی دوح [۲] بھی دوح بھی ہے  
 ماں باپ کا دل فلجہ خنداں ہے اسی سے  
 وہ گل ہے کہ گھر رشک گلستاں ہے اسی سے  
 سب راحت و آرام کا سماں ہے اسی سے  
 آبادی کا شانہ انساں ہے اسی سے  
 کس طرح کہلے دل کہ جگر بلد نہیں ہے  
 گھر قبر سے بدتر ہے جو فرزند نہیں ہے  
 یہ وہ ہے عصا ' پور جواں رہتا ہے جس سے  
 یہ وہ ہے نگین ' نام و نشان رہتا ہے جس سے  
 وہ شمع ہے ' پُر نور مکان رہتا ہے جس سے  
 وہ دُر ہے ' قوی رشتہ جاں رہتا ہے جس سے  
 کھوتے نہیں یہ مال ' زر و مال کے بدلے  
 موتی بھی لٹا دیتے ہیں اس لال کے بدلے  
 صولت بھی ' شوکت بھی ' اِجلاں بھی ہے ؛  
 قروت بھی ' حشمت بھی ' اقبال بھی ہے

سرمایہ یہی ، نقد یہی ، مال یہی ہے ؛  
 گوہر یہی ، یاقوت یہی ، لال [۱] یہی ہے  
 دلیکد ہو پہلو میں تو غم پاس نہیں ہے  
 کچھ پاس نہیں ، گر یہ رقم پاس نہیں ہے  
 ماں باپ کی آسائش و راحت ہے پسر سے  
 تلخی میں بھی جہلم کی طاقت ہے پسر سے  
 خوں جسم میں ، آنکھوں میں بصارت ہے پسر سے  
 ایام ضعیفی میں بھی طاقت ہے پسر سے  
 آرام جگر ، قوت دل ، راحت جاں ہے  
 پھری میں یہ طاقت ہے کہ فرزند جواں ہے  
 وہ شے ہے ، خوشی در پہ گھڑی دھتی ہے جس سے  
 وہ چھن ہے ، راحت کی گھڑی دھتی ہے جس سے  
 وہ لال ہے امید بڑی دھتی ہے جس سے  
 وہ دُر ہے یہ دُر ، جان لڑی دھتی ہے جس سے  
 آرام جگر ، تاب و توان ساتھ ہے اس کے  
 پھرتا ہے جدھر ، رشتہ جاں ساتھ ہے اس کے  
 سالک سے بھرے گھر کے آجر جانے کو پوچھو  
 گھر والوں سے اس تفرقہ پر جانے کو پوچھو  
 ماں باپ سے قسمت کے بگڑ جانے کو پوچھو  
 یعقوب سے یوسف کے بچھڑ جانے کو پوچھو  
 اللہ دکھائے نہ الم نور نظر کا  
 بہ جاتا ہے آنکھوں سے لہو قلب و جگر کا

سلام

نمود و بود بشر کیا محیط عالم میں  
 ہوا کا جب کوئی جھونکا چلا ، حباب نہ تھا

کوئی انیس کئی آئینا نہیں دکھتے  
 کسی کی آس ، بغیر از خدا نہیں رکھتے



کسی کو کیا ہو، دلوں کی شکستگی کی خبر  
 کہ تو تلے میں یہ شیشے صدا نہیں رکھتے  
 قلعہ است و گہر آبرو و دولت دے  
 ہم اپنے کھسکے خالی میں کیا نہیں رکھتے  
 ہمیں تو دیتا ہے رازق بغیر ملت خالق  
 وہی سوال کریں جو خدا نہیں رکھتے  
 فقیر دوست جو ہو ہم کو سرفراز کرے  
 کچھ اور فرش بجز بوریا نہیں رکھتے  
 فلک پہ شور تھا کتنا ہے حلق پاک رسول  
 حسین توغ کے نیچے ڈلا نہیں رکھتے

ایک در پہ بیٹھ کر ہرے توکل کریم پر  
 تکرار کیا ہے زندگی مستعار میں  
 مرند چراغ داغ سے روشن رہے "انہس"

مثال پدر جو حاصل ہوا کمال مجھے  
 کمال شوق زیارت ہے اب کے سال مجھے  
 پرنگ سبز بیکانہ باغ دھر میں تھا  
 کسی کے سامنے کیوں جا کے ہاتھ پھیلان  
 پھڑک پھڑک کے سروں کا وہ نیم پسمل ہوں

مرا راز دل آشکارا نہیں  
 وہ گل ہوں، جدا سب سے جس کا رنگ  
 گئے پھنے نعلین و ان مصطفیٰ  
 جہنم سے ہم بیداروں کو کیا

خیال چہرہ شہ وقت خواب رہتا ہے  
 تمام شب مرے گھر آفتاب رہتا ہے

غبار وہ کربلا ہو گئی  
 آہی، مجھے میں نہ تھی کچھ وفا  
 نہ گل میں صحبت نہ بلبل میں انس  
 مری خاک بھی کیسے ہو گئی  
 کہ دنیا ہی سب بے وفا ہو گئی  
 آہی، یہ کیسی ہوا ہو گئی؟

رہا مدتوں ساتھ جس روح کا وہ دم بھر میں نا آشنا ہو گئی  
 گریبان مرا چھوڑ ' اے حرص دنیا ' مرے ہاتھ میں دامن پہنچتے ہیں  
 "انہس" اس قدر شور بنگائی کا شکوہ یہ دولت ہے تھوڑی کہ شہریں سنیں ہے؟

آہی بنگش دے اپنے کرم سے مہرے عصیاں کو  
 کہ میں ہوں بلندۂ محتاج تو ہر شے پہ قادر ہے

دکھا دوں زمیں نجف کی بلندی؟ بہت آپ کو آسمان کھینچتے ہیں  
 زمیں کے تلے جن کو جانا ہے اک دن وہ کیوں سر کو نا آسمان کھینچتے ہیں  
 ہوا لگنے دیتی تھی جن کو نہ بلبل [۱] وہی گل چٹائے خزاں کھینچتے ہیں

ایک عالم سے جو چہمت جاؤں تو پروا نہیں کچھ  
 پر نہ ہاتھوں سے مرے دامن سرور چھوٹے

دل سیر ہے گدائے جلاب امیر کا خالی کبھی رہا نہیں کاسہ فقیر کا  
 پھاسا ہوں ' ساکھا ' میرے کوثر کے خم کی خیر بھر دے خدا کی راہ میں کاسہ فقیر کا

گرد ہے اکسیر خاک کربلا کے سامنے  
 زرد مٹی کی حقیقت کیا طلا کے سامنے  
 جسم کو اک دن فنا کر دیں گے جھونکے آہ کے  
 بات کیا ہے خاک آزا دینا ہوا کے سامنے  
 فقر کی دولت کو کیا خالق نے بخشا ہے وقار  
 ہاتھ پھیلا نا ہے سلطان بھی گدا کے سامنے  
 فصل پیری میں ہوس دنیا کی ' توبہ کر "انہس"  
 حشر میں کس منہ سے جائے گا خدا کے سامنے

جب گسستہ ہو گیا تار نفیس ' کون سا اُلفت کا رشتہ رہ گیا؟  
 کاتب اعمال بھی رخصت ہوئے ہاے میں قربت میں تنہا رہ گیا  
 قبر میں ہوگا حساب زندگی بعد مرنے کے بھی جھگڑا رہ گیا  
 قبر میں رکھ کر نہ تھہرا کوئی دوست میں نئے گھر میں اکیلا رہ گیا

کھٹتا زور، مشقِ سخن بڑھ گئی : ضعیفی لے ہم کو جواں کر دیا  
سری قدر کر، اے زمینِ سخن : تجھے بات میں آسمان کر دیا

سدا ہے فکرِ ترقی بلند پیتوں کو  
ہم آسمان سے لائے ہیں ان زمیوں کو  
یہ چھریاں نہیں ہاتھوں پہ 'ضعف پیری نے  
چلنا ہے جامۂ اصلی کی آستینوں کو  
لگا رہا ہوں مضامین نو کا پھر انبار  
خبر کرو مرے خرمین کے خوشہ چیلوں کو  
خیالِ خاطر احباب چاہیے ہر دم  
"انیس" تھیں نہ لگ جائے آبگیوں کو

گدے کا بوجھ جو گردن پہ ہم اُٹھا کے چلے  
خدا کے آگے خجالت سے سر جھکا کے چلے  
تمام عمر جو کی سب نے بددلی سے  
کفن میں ہم بھی عزیزوں سے ملے چھپا کے چلے  
"انیس" دم کا بھروسا نہیں تھہر جاؤ  
چراغ لے کے کہاں سامنے ہوا کے چلے ؟

عالمِ فانی میں کیا تم کو ملا ؟ اور کچھ اپنی گھر سے کھو گئے

صبا لے کے جا میرے پھولوں کی بڑ، دماغِ عسرو بھی معطر رہے  
فقہروں کی کیا موت، کیا زندگی ؟ جگہ، جس جگہ مل گئی، مر رہے

اُسی کا نور ہر اک شے میں چلو گے دیکھا  
اُسی کی شانِ فطر آگئی جدھر دیکھا  
کسی کی ایک طرح سے بسر ہوئی نہ "انیس"  
عروجِ (ماہ) بھی دیکھا تو درپہر دیکھا

نمود و بود کو عاقل حباب سمجھے ہیں  
وہ جاگتے ہیں جو دنیا کو خواب سمجھے ہیں

کبھی برا نہیں جانا کسی کو اپنے سوا  
 ہر ایک ڈرے کو ہم آفتاب سمجھتے ہیں  
 ارے نہ آنکھو دنیاے دوس کے دھوکے میں  
 سراب ہے یہ ' جسے موج آب سمجھتے ہیں  
 محبت نہیں ہے جو شیشوں میں دکھ کے لے جائیں  
 ان آنسوؤں کو فرشتے گلاب سمجھتے ہیں

خود نویدِ زندگی لائی قضا میرے لئے  
 شمع کشتہ ہوں، قضا میں ہے بقا میرے لئے

چڑھے گی جو ندی مرے اشک کی تو نظروں سے دریائے اُتر جائیں گے  
 در پہ شاہوں کے نہیں جاتے فقہر اللہ کے  
 سر جہاں رکھتے ہیں سب ' ہم واں قدم رکھتے نہیں  
 جو سستی میں مال دنیا سے ہیں خالی اُن کے ہاتھ  
 اہل دولت جو ہیں وہ دستِ کرم رکھتے نہیں  
 جو مقرر ہے وہ ملتا ہے تدری س-رکار سے  
 ہم ہیں صابر ' کچھ خیال بیوش و کم رکھتے نہیں

#### رباعیات

پروا تیغِ زباں کو سچلے کی نہیں حاجتِ طبلِ سخن کو بچلے کی نہیں  
 دُرِ بار ہے ابرِ طبعِ لیکن ہوں خموش عادت ہے برسے کی ' گرجنے کی نہیں  
 بھینچا نہیں مدحِ شہ میں غرّا میرا بھرتی سے کلام ہے معرّا میرا  
 مرفانِ خوشِ الحان چمنِ بولوں کہا مرجائے ہیں سُن کے روزِ مرا میرا  
 پردساں کوئی کب چوہرِ ذانی کا ہے ہر گل کو گلہ کم التمانی کا ہے  
 شہلم سے جو وجہِ گریہ پوچھی تو کہا رونا نقطِ اپنی بے ثباتی کا ہے  
 جس دن کہ فراقِ روح و تن میں ہوگا مشکل انا اِس انجمن میں ہوگا  
 نازاں نہ ہو رختِ نو پہن کر ' غافل ' اِک روز یہی جسمِ کفن میں ہوگا  
 مہرِ سر کے مسافر نے بسایا ہے تجھے دُخِ سب سے پھرا کے ملہ دکھایا ہے تجھے

کیونکر نہ لہٹ کے تجھ سے سوؤں، اے قبر، میں نے بھی تو جان دے کے پایا ہے تجھ

زیبا ہے وقار بادشاہی کے لیے جرات واجب ہے کچ کلاہی کے لئے  
لازم ہے کہ ہوا اہل سخن تیز زباں تلوار ضرور ہے سپاہی کے لئے

جو شے ہے فلما، اُسے بقا سمجھا ہے جو چھڑ ہے کم اُسے سوا سمجھا ہے  
ہے بکھر جہاں میں عمر، مانند حباب غافل، اس زندگی کو کیسا سمجھا ہے  
ایک ایک قدم لغزش مستانہ ہے گلزار بہشت اپنا مہستانہ ہے  
سر مست ہیں حب ساقی کوثر سے آنکھیں شہشہ میں قلب پیمانہ ہے

غافل تجھے کیوں خراش دنیائے دنی ہے  
پیوند زمیں ہر کوئی درویش و غنی ہے  
جو قائم و ساجد پڑتے تھے ہمیشہ  
سوئے ہیں تہ خاک، گلے میں کنگری ہے

گلشن میں پھروں کہ سحر صحترا دیکھوں  
یا معدن و کوہ و دشت و دریا دیکھوں  
ہر جا تری قدرت کے ہیں لاکھوں چلوے  
حیراں ہوں کہ دو آنکھوں سے کیا کیا دیکھوں

آفوش لحد میں جب کہ سونا ہوگا جز خاک، لہ نہکے نہ بچھونا ہوگا  
تلہائی میں آئے [ا] کون ہووے گا "انیس" ہم ہو رہیں گے اور قبر کا کونا ہوگا

دیار کا کھٹکا حشم و چاہ میں ہے جاگو، جاگو، کہ خوف اسی راہ میں ہے  
اُتھو، اُتھو، یہ خواب غفلت کب تک دیکھو، دیکھو، اچل کہ دھمکاتہ میں ہے

ظلمت کدہ ہلد میں کھا ملتا ہے نے دوست کوئی نہ آشنا ملتا ہے  
صحرائے نجف کو چل کے دیکھو تو "انیس" در ایک طرف، نور خدا ملتا ہے

چھپتا ہے مقام، کوچ کرتا ہوں میں فرقت، اے زندگی، کہ مروتا ہوں میں  
اللہ سے لو لگی ہوئی ہے مکاری اریز کے دم اس واسطے بھرتا ہوں میں

ماں باپ سے بھی سوا ہے شفقت تیری      افروز ہے ترے غضب سے رحمت تیری  
جنت انعام کر، کہ دوزخ میں جلا '      وہ رحم ترا ہے، یہ عدالت تیری

فرصت کوئی ساعت نہ زمانے سے ملی      بھگانے سے راحت، نہ بھگانے سے ملی  
حقاً، کہ پلک نواز ہے ذات تری      جنت انہوں اشکوں کے بھگانے سے ملی

ممکن نہیں عہد سے عبادت تیری      خالق و کرم و عطا ہے عادت تیری  
صکرا صکرا مہوں گو کہ عصیاں میرے      دریا دریا مگر ہے رحمت تیری

جب خانم شاہ خواں اقبال کہا      اعدا نے شہیدوں کا عجب حال کیا  
کھوڑے درزائے چاند سے سینوں پر      سبزے کی طرح گلوں کو پامال کیا

کھر میں ڈھونڈو، نہ انجمن میں ڈھونڈو  
مرقد میں نہ ڈھونڈو، نہ کفن میں ڈھونڈو  
گلزار نجف میں مدح خواں ہوگا " انہس"  
بلبل کو جو ڈھونڈو، تو چمن میں ڈھونڈو

ہر دم ہے خیال عذر خواہی دل میں  
مطلق نہیں کچھ خوف الہی دل میں  
نافیہ کی طرح خطا میں گزری سب عمر  
بالوں پہ سپیدی ہے سفیدی دل میں

وہ موج حوادث کا تھپیڑا نہ رہا      کشتی وہ ہوئی فرق، وہ بھڑا نہ رہا  
سارے چھکڑے تھے زندگانی کے " انہس"      جب ہم نہ رہے تو کچھ بکھیرا نہ رہا

باہل یہاں آکے خواہیں بھائی سیکھے      انداز فغان مجھ سے ' فغانی' سیکھے  
رونا مری آنکھوں سے کرے حاصل، ابر      دریا مرے اشکوں سے روانی سیکھے

آنکھ ابر بہاری سے لڑی دھتی ہے      اشکوں کی ردا ملے یہ پڑی دھتی ہے  
دونوں آنکھیں ہیں میری ساروں بھادوں      یہاں سارے برس ایک چھری دھتی ہے

مضمون " انہس" کا نہ چسبنا اُترا      اُترا بھی تو کچھ بگڑ کے نقشا اُترا  
نقاش نے سو طرح کی خفت کھینچی      تصویر نہ کھینچ سکی، تو چھرا اُترا

اندیشہ باطل ، سحر و شام کھا      عقیبی کا نہ ہاے کچھ سر انجام کھا  
نا کام چلے جہاں سے ، افسوس ” انیس “      کس کام کو یہاں آئے تھے کھا کلم کھا

طفلی دیکھی ، شباب دیکھا ہم نے      ہستی کو حباب آب دیکھا ہم نے  
جب آنکھ ہوئی بلد تو عقدہ یہ کھلا      جو کچھ دیکھا سو خواب دیکھا ہم نے

اک روز جہاں سے جان کھونا ہوگا      گھر چھوڑ کے زیر خاک سونا ہوگا  
بالہں سے سروکار نہ بستر سے فرض      اپنا کسی تکبہ میں بچھونا ہوگا

جب دار قضا سے جان کھونا ہوگا  
میت پہ عجب طرح کا رونا ہوگا  
عادت نہیں ملے تھانپ کے سونے کی ” انیس “  
کھا گزرے گی جب قبر میں سونا ہوگا

دل سے دنیا کے ولولے جاتے ہیں      اک آن میں طوبی کے تلے جاتے ہیں  
ہے راہ بہشت کتنی ہموار ” انیس “      بلد آنکھوں کبہ لوگ چلے جاتے ہیں

دولت کا ہمیں خیال آتا ہی نہیں      یہ نشئہ فقر ہے کہ جانا ہی نہیں  
لہریز ہیں یہ دولت استغنا سے      آنکھوں میں کوئی قلی سمانا ہی نہیں

اب ہند کی ظلمت سے نکلتا ہوں میں  
توفیق رفیق ہو ، تو چلتا ہوں میں  
تقدیر نے بیڑیاں تو کاٹی ہیں ” انیس “  
کیوں رک گئے پانوں ، ہاتھ ملتا ہوں میں

اب گرم خبر موت کے آنے کی ہے ؛      ناداں ، تجھے فکر آب دانے کی ہے  
ہستی کے لیے ضرور اک دن ہے فنا      آنا تھرا دلیل جانے کی ہے

کہوں زد کی ہوس میں آبرو دیتا ہے ؟      ناداں ، یہ کسے فریب تو دیتا ہے ؟  
لازم نہیں اچھے ملے سے تعریف ” انیس “      خالص جو ہے مشک ، آپ بو دیتا ہے

گلشن میں صبا کو جستجو تیری ہے ،      بلبل کی زباں پہ گفتگو تیری ہے ،  
ہر رنگ میں جلوہ ہے تری قدرت کا :      جس پھول کو سونگیتا ہوں بو تیری ہے

دل بت سے اُٹھا کے حق پرستی کھینچے ' بے تھغ "انیس" قطع ہستی کھینچے ؛  
 آخر ایک دن یہ پانوں ہوں گے بے کار ؛ بہتر ہے یہی کہ پھس دستی کھینچے  
 راحت میں بسر ہوئی کہ ایذا گذری ؛ کیونکر تاریک گھر میں تنہا گذری ؟  
 اے کلج لحد کے سونے والو ' افسوس ؛ کس سے پوچھیں کہ تم یہ کیا کیا گذری ؟  
 اب زیر قدم لحد کا باب آپہنچا ؛ ہشیار ہو جلد وقت خواب آپہنچا  
 پوری کی بھی درپہر تھلی ' آہ ' "انیس" ہلکام غروب آفتاب آپہنچا

کھوں زر کی ہوس میں در بدر پھرتا ہے ؟  
 جانا ہے تجھے کہاں ' کدھر پھرتا ہے ؟  
 اللہ رہے ' پیروی میں ہوس دنیا کی !  
 تھک جاتے ہوں جب پانوں ' تو سر پھرتا ہے

داغ غم شہ ' سولے میں گل بوٹے ہیں ' کیا کیا گہر بڑھیں بہا لوقے ہیں  
 مجلس میں ریاضے جو کہہ دیتے ہیں "انیس" اشک آنکھ بھی موتی ہوں مگر چھوٹے ہیں  
 جب اُٹھ گیا سایہ جوانی سر سے ' پھر ہوگی جدا نہ سرگرائی سر سے  
 کچھ ہوگا نہ ہانہ پانوں مارے سے "انیس" جس وقت گذر جائے گا پانی سر سے  
 دل سے طاقت بدن سے کس جانا ہے آنا نہیں پھر کر جو نفس جانا ہے  
 جب سالگرہ ہوئی تو عقدہ یہ کھلا یاں اور گڑہ سے ایک بردس جانا ہے  
 دنیا جسے کہتے ہیں بلاخانہ ہے ' پامال ہے جو عاقل و فرزانہ ہے  
 ما بین زمین و آسمان یوں ہم ہیں : جیسے دو آسما میں ایک دانہ ہے



## دبیر

سلامت علی "دبیر" مرزا غلام حسنین کے بیٹے '۱۲۱۸ھ (۱۸۰۳ء) میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ چھ سات برس کی عمر میں اپنے والد کے ساتھ لکھنؤ آئے ' وہیں موصیٰ سنبھالا اور چھبہد علما سے فضل و کمال حاصل کیا۔ شعر و سخن کے ساتھ خلتی ملاسجت تھی۔ دبیر "ضمیر" مشہور مرثیہ گو کے فیض صحبت سے مرثیہ گوئی کی طرف مائل ہوئے اور محتالس عزا میں شریک ہونے لگے۔

مشہور ہے کہ مرزا صاحب نے پندرہ برس کی عمر سے مرثیہ گوئی شروع کی پچاس ساٹھ سال کی عمر تک تین ہزار مرثیہ لکھے ' رباعیاں اس کے علاوہ جو اکثر لاجواب ہیں۔ ۱۲۹۲ھ (۱۸۷۵ء) میں لکھنؤ میں وفات پائی [۱]۔

### سرائی

میدان جنگ میں جناب امام کی آمد

کس شہر کی آمد ہے کہ دن کانپ رہا ہے دن ایک طرف چرخ کہن کانپ رہا ہے  
دستم کا بدن زیر کفن کانپ رہا ہے ہر قصر سلاطین زمن کانپ رہا ہے  
شمشور بکف دیکھ کے حیدر کے پسر کو  
جبریل لرزتے ہیں سمیٹے ہوئے پو کو

ہیبت سے ہیں نہ قلعہ افلاک کے در بند جلاک فلک بھی نظر آنا ہے نظر بند  
را ہے کمر چرخ سے چوڑا کا کسر بند سیارے ہیں فاطان صفت طائر پر بند  
رنگت پہ عطارد سے قلم چھوٹ پڑا ہے  
خورشید کے پلجے سے علم چھوٹ پڑا ہے

[۱]—مختارۃ جاوید ' ص ۱۵۸ ج ۳ و تاریخ ادب اردو ' ص ۳۱۷ و ۳۲۵ ج ۱۔

اُس رخس کو عباس آراتے ہوئے آئے کوس ” لمن الملک “ بجاتے ہوئے آئے  
 اک تیغ نکہ سب پہ لگاتے ہوئے آئے تکبیر سے سوتوں کو جگاتے ہوئے آئے  
 کھینچے ہوئے قصے سے ہر ابرو کی کماں کو  
 اور تانے ہوئے پلکوں کی ایک ایک سداں کو

شیر خوار اور تشنگ لب علی اصغر پر تیرو ستم

بہر ہونٹ بیڑبان کے چومے جھکا کے سر رو کر کہا جو کہنا تھا سو کہ چکا پندر  
 باقی رہی نہ بات کوئی، اے مرے پسر سوکھی زبان تم بھی دکھا دو نکال کر  
 پھیری زبان لبوں پہ جو اُس نور عین نے  
 تہرا کے آسمان کو دیکھا حسین نے  
 مولا فلک کو دیکھ رہے تھے کہ ناگہاں لی حرمانہ نے شانے سے دو تانک کی کماں  
 ترکھ سے چن کے کھینچ لیا تھر جانستیاں جوڑا کماں میں تاک کے حلقوم بیڑبان  
 چہتے ہی، حلق بچے کا چھیدا جو تھر نے  
 گھبرا کے غش سے کھول دیں آنکھیں صغیر نے  
 کیا سن تھا تھر کھاتے ہی بچہ بلیک گیا سوکھے گلے میں خون بہرا دم اٹک گیا  
 تیرا جو شہ کے ہاتھوں پہ قامت سرک گیا توپنی گری زمہن پہ ملکا قعلک گیا  
 ننھی کلائیوں میں تشلیج سے بل پڑے  
 ہچکری سی آئی منہ سے اٹھو تھے نکل پڑے  
 منہ آسمان سے شہ نے پھرایا کہ کیا ہوا دیکھا کہ پار حلق سے تھر جفا ہوا  
 بچہ توڑپا رہا ہے لہو میں بہرا ہوا یوں دیکھتا ہے جوسے کہ کوئی ترا ہوا  
 آنکھیں پھرائے دیتے ہیں تیرور بدلتے ہیں  
 آگے تو دودھ اُگلتے تھے اب خوں اُگلتے ہیں  
 شہ نے [۱] کہا لبوں سے کیوں اے جوان و پور ہم نے کہا تھا کیا، جو بھلا تم نے مارا تھر؟  
 تم سے کلام کرتا تھا میں یا کہ یہ صغیر اِس بیڑبان نے تو نہ مانکا تھا آب و شیر  
 ثابت علی کے پوتے کی تم نے خطا نہ کی  
 تم نے ہمارے لانے کی یہی کچھ حیا نہ کی  
 شمس شمس کے سبب حسین کے رونے پہ ہمت گئی شہ نے وہ آہ کی کہ دو عالم اُلت گئے

اصغر ہمک ہمک کے پندر سے لہت گئے نلھے سے ہانہ پانو لرز کر سمت گئے  
 ہونٹوں پہ شہ کے ہونٹ ملے اور گذر گئے  
 اک بوسہ مسکرا کے لیا اور مر گئے

#### غم حسین

داغ غم حسین مہوں کیا آب و تاب ہے اس داغ کے چراغ کا گل آفتاب ہے  
 یہ گل وہ گل ہے جس کا کہ بلب لٹا ہے یہ داغ لالہ چمن بوتلاب ہے  
 پروانے مہوں چمن کے ' لعل کے چراغ مہوں  
 نام خدا نجات کی مہریں یہ داغ مہیں  
 دل ہے کلہم اور ید بوضا یہ داغ ہے قندیل جس کی طور ہے یہ وہ چراغ ہے  
 اندیشہ خزاں سے اسے انفراف ہے ہر وقت اشک سے تر و تازہ دماغ ہے  
 اس اشک سے ہزار طرح کا فتوح ہے  
 مہیاں کے فرق کرنے کو طوفان نوح ہے

#### اسیروں کا قافلہ

عزیزو، حادثہ نو فلک دکھاتا ہے حرم کا قافلہ پوہن پیڑ چانا ہے  
 گلے بندھے مہوں بدن سب کا تھرتھراتا ہے نہ سانس لیتے مہوں قیدی نہ بو جاتا ہے  
 جو گرتے مہوں تو ستمگار نیڑے مارتے مہوں  
 وہ دو کے حیدر کرار کو پکارتے مہوں  
 کہوں اسہروں کا سب حال، یہ مجال ہے کہا یہ ہاتھ بندھے کامضوں ہے دست بستہ کھڑا  
 ہوا ہے بیڑیوں سے بس کہ قافلہ برپا بتول خلد مہوں حیدر کو دے رہی ہے صدا  
 بلند کرتی ہے فریاد یا علی، زینب  
 چلو پیڑ کے دربار مہوں چلی زینب  
 ادھر اسیروں کے بچوں کی نالہ و زاری ادھر لہیوں کو زاری سے اُن کی بیڑاری  
 جناب عابد ہیکس اسیر و آزادی اور اہل ظلم کے آزار مہوں دل آزادی  
 سکینہ کہتی تھی اماں، چلا نہیں جانا  
 اشارہ کرتی تھی ماں، کچھ کہا نہیں جانا

#### صبح

جب ختم کیا سورۃ "واللہیل" قمر نے اور سمیٹا انجم کو لٹا مانتہ سے دھرنے

آغاز کیا آیت ”والشمس“ سحر نے اور دو کے کہا فاطمہ خستہ چکر نے  
 پوشیدہ ہوا روئے قبر چرخ بریں میں  
 چھپ جائے گا اب چاند ہمارا بھی زمین میں

وہ روشنی صبح وہ جنگل وہ بیابان وہ سرد ہوا اور وہ سحر قتل کا سامان  
 ہر مرتبہ چلیں میں بہم برگ درختان اور شاخوں پہ وہ زمزمہ مرغ خوش العنان  
 خورشید کی وہ جلوہ گری آج و سما سے  
 اور خیموں میں بچھلا وہ چراغوں کا ہوا سے  
 سورج کی کرن سبز صبح پہ جو آئی وہ فرش زمرد بھی ہوا فرش طلائی  
 مرغان سحر مستعد نغمہ سرائی اور فاطمہ دیتی تھی مہم کی دھائی  
 آہ دل زہرا جو شرر بار ہوئی تھی  
 خورشید کے خرمیں میں بھی اک آگ لگی تھی  
 وہ پرتو مہر اور وہ ذروں کا چمکنا اور ساغر خورشید سے وہ نور جھلکنا  
 اور خیمے میں شہیر کے پہلوں کا بلکنا سر خاک پہ ہر مرتبہ دو رو کے پتکنا  
 عالم تھا یہ اُس دم حرم خاک نشین پر  
 تسبیح کرے قوت کے جس طرح زمین پر

پیدا شعاع مہر کی مقراض جب ہوئی پنهان درازی پر طائوس شب ہوئی  
 اور قطع زلف لہلی زہرہ لقب ہوئی مجنوں صفت قباے سحر چاک سب ہوئی  
 فکر رفو تھی چرخ ہنرمند کے لیے  
 دن چار تکرے ہو گیا دیوند کے لیے

یوسف فراق چاہ میں ناکہ نہاں ہوا یعنی قروب ماہ تجلی نشان ہوا  
 یونس دہان ماہی شب سے عیاں ہوا یعنی طلوع فجر مشرق ستاں ہوا  
 فدوعون شب سے معرکہ آرا تھا آفتاب  
 دن تھا کلیم اور یث یثا تھا آفتاب  
 تھی صبح یا فلک کا وہ جیب دریدہ تھا یا چہرہ مسیح کا رنگ پریدہ تھا  
 خورشید تھا کہ عرش کا اشک چکھدہ تھا یا فاطمہ کا نالہ گردوں رسدہ تھا  
 کہیے نہ مہر صبح کے سینے پہ داغ تھا  
 امید اہل بیت کا گھر پہ چراغ تھا

گویا دو سفید فوج خدا ہے ظہور صبح      آتی ہے ان کے عقد عبادت میں حور صبح  
 رخ سے طلوع مہر' جبوں سے ظہور صبح      اک سمت ان گنور ہے اک سمت نور صبح  
 سر سجدے میں ' بدن ہے قعود و قہام میں  
 کہا صبح کی بہار ہے فوج امام میں  
 آواز " ارکبوا " جو ملائک سناتے ہیں      شازی نماز پڑے کے مصلے اُٹھاتے ہیں  
 تہذیب کی دعائیں مگر پڑھتے جاتے ہیں      سجدے کو استعاذہ مولا پہ آتے ہیں  
 درپر رکھے جہیزوں کو سب خوشخصال میں  
 ایک آسماں ہے اور بہتر ہلال میں  
 مثل قمر یہ عابد شب زندہ دار ہیں      ماندات مہر متقی روزگار ہیں  
 شکلِ فلک رکوع میں لہل و نہار ہیں      مثل زمیں سجدوں میں یہ خاکسار ہیں  
 سجستے کی ان کے ہاتھ سے کیا قدر پڑھتی ہے  
 تسبیح ان کے ہاتھ میں تسبیح پڑھتی ہے

#### رات

ناکہ بیاہاں میں زلیخاے شب آئی      یوسف کی طرح چاند نے کی جلوہ نمائی  
 طلعت علم کاکشاں نے جو دکھائی      خورشید نے بجلی چمکے مغرب میں گرائی  
 بے نور تھی شب ' غم سے شہ جن و ملک کے  
 کہوے یہ قمر داغ تھا سہلے پہ فلک کے

#### حضرت عیسیٰ کی تلوار

پھر میدان سے تلوار عجیب تھلگ سے نکلی      غل تھا رہا گل فتح کی پورنگ سے نکلی  
 لہلے کے لہے جان ' صف جہلگ سے نکلی      یہ سر یہ سواروں کے پتوں تلگ سے نکلی  
 ہمت ہمت کے صدا موت نے دی فوج ستم کو :  
 اب خیر نہیں ' آؤ میرے ساتھ عدم کو

کھسی رنگ جہاں ' توغ نے ریشے کو نہ چھوڑا      پہلچے پہ چوڑا پہنچتی تو تیشے کو نہ چھوڑا  
 بے جان لہے ' شیروں کے ہیشے کو نہ چھوڑا      پر ظالموں نے مکر کے پیشے کو نہ چھوڑا  
 سر کت کے گرے ' پانو اُٹھانے لکے ظالم :  
 آنکھ ایک طرف ' جان چرانے لکے ظالم

ہر دم تھی وہ شمشیر دو دم اوج کے اوپر سو بار گری برق ' صف فوج کے اوپر  
 کہ فرد کے سر پر تو کبھی زوج کے اوپر تھا شور کہ ہے سہل فدا سوچ کے اوپر  
 ظاہر تھی کبھی اور کبھی آنکھوں سے نہاں تھی  
 قدرت تھی خدا کی: کبھی یاں تھی کبھی واں تھی

کہ خود کے فانوس میں یہ شمع تھی روشن ' گہ برج سر فوج میں تھی پرتوہ انگن  
 کہ گردن ' و گہ سہل اعدا کہا مسکن ' کہ جوشن و بازو ہوئی ' گہ داخل جوشن  
 پاکہر میں جو پوشیدہ ہوئی ' بال سے نکلی  
 اُس چال سے نکلی کبھی اِس چال سے نکلی

نکلی کبھی مثل مہنو چرخ کہن سے گہ زیر زمین چھپ گئی گردہ کیا دن سے  
 سن سن چرچلی ' فوج گچی ہو گیا سن سے سر ہو گئے گردن سے جدا ' روح بدن سے  
 یہ وصف اسی تیغ قصہ ہلاک میں دیکھا :

گہ فرق زمین میں ' کبھی افلاک میں دیکھا  
 شانے پہ جو چمکی تو بغل سے نکل آئی جاں دار کے تن زشت عمل سے نکل آئی  
 گہ حُر کی طرح فوج دغل سے نکل آئی دریا میں جو تیری توجہ دل سے نکل آئی  
 ہلتی تھی زمیں ' گو زمیں کانپ رہی تھی  
 ساتھ اُس کے جو پھر قی تھی اجل ہانپ رہی تھی

ہر بار نئی چال ' نیا طور ' نیا تہذیب اسواروں کو پیدل کہا ' پیدل کیے چورنگ  
 گہ زمین پہ ' گہ ہاگ پہ ' اور گہ بہ سر تلگ گہ تلگ لیا ' گہ لہو لہوں کا دل تلگ  
 بل کھاتی تھی گہ اژدر خونخوار کے مانند  
 اعدا کے گلے میں تھی کبھی ہار کے مانند

تیروں میں جو چمکی صفت کا چلایا ہر سمت پڑا تودہ پہلوں کا نظو آیا  
 پو تہر کا ' شہباز نے سہواً جو ہلایا نکلا تھا فہ گوشے سے کہ جو اُس کو گرایا  
 دھشت سے فراموش سب انداز ہوئے تھے  
 خود گوشے میں پینہاں قدر انداز ہوئے تھے

شمشیر عسدار تھی یا فصل بہاری جنگل ہوا گلزار وہ چشمے کیے جاری  
 زخموں سے بلٹے شجر گل قد ناری اک ایک روش باغ کی لاشوں سے سہواری  
 پانی کے عروس خون کی اک نہر رواں تھی  
 ظاہر میں بہار اور وہ باطن میں خزاں تھی

تیرے ہونے پہ پڑی تیغ، تو تیرے ہونے ہوئیں آری؛ آری ہوئیں تیرے ہونے، تو سب سے ہوئے عاری؛  
 عاری ہوئے عاری، تو ہوا سر آئیں بہاری؛ بہاری ہوا جب سر، تو سب سے ہوئے عاری

ناری تھے سب سے اس سے کہ سر دور تھا تین سے

سر دور تھا تین سے کہ قدم آتے تھے دن سے

آئی جدھر اک سہل پہانی ہوئی آئی سب کو کلمہ اپنا پڑھانی ہوئی آئی  
 واہ ستر و نادر بتانی ہوئی آئی ہر فرد کے چہرے کو مٹانی ہوئی آئی  
 تھیں ہر چہرے کی شمع میں جو روشن وہ بجھائیں

دیواریں صفوں کی جو کھڑی تھیں وہ گرا دیں

بغیر سے اگر چھوٹکی گردن میں در آئی گردن سے بڑھی سہلے دشمن میں در آئی  
 سہلے کو کھانچا، تو جوشن میں در آئی جوشن سے چونکلی، تو وہ دشمن میں در آئی

توسن سے جو آئی، تو نہ پھر دن میں کہیں تھی

واں تھی، نہ جہاں گاؤں میں تھی، نہ زمین تھی

#### رباعیات

جو روضے میں باریاب ہو جانا ہے وہ اوج میں لا جواب ہو جانا ہے  
 جلتا ہے جو شب کو قبر حیدر پہ چراغ وہ صبح کو آفتاب ہو جانا ہے

خورشید سر شام کہاں جانا ہے روشن ہے ”دبھڑ“ پر جہاں جانا ہے  
 مغرب ہی کی جانب کو ہے قبر حیدر یہ شمع جلانے کو وہاں جانا ہے

مہزاں سخن سلیج میں تلتا ہوں میں فکر گہر نظم میں گولتا ہوں میں  
 دل دھما ہے بلند قفل ابجد کی طرح جب حرف شناس ہو تو کھلتا ہوں میں

گلشن میں صبا کو جستجو تھری ہے بلبل کی زباں پہ گفتگو تھری ہے  
 ہر رنگ میں جلوہ ہے تری قدرت کا جس پھول کو سونگھتا ہوں بو تیری ہے

ہم شان نجف نہ عرش انور تھہرا مہزاں میں یہ بہاری وہ سبک تر تھہرا  
 اس پلے میں تھا نجف اور اس پلے میں عرش پہنچا وہ فلک پر یہ زمیں پر تھہرا

کہتی ہے زمیں ہمسر عرش آج میں ہوں زیر قدم صاحب معراج میں ہوں  
 آواز، لب فرش سے ہوتی ہے بلند طورہ پہ ہے سب پہ عرش کا ناچ میں ہوں

## عشق

آغا سید حسین مرزا "عشق" لکھنؤ کے رہنے والے، مہر انیس اور مرزا دبیر کے ہمعصر، مرزا انیس کے بھتیجے اور شاگرد تھے [۱]۔ مرتبہ کے علاوہ اور اصناف سخن میں بھی مشق بہم پہنچائی تھی۔ ان کے مرتبوں کا مجموعہ دو جلدوں میں چھپا ہے، جو سلام، نوے اور مرتبہ کے تمام اصناف پر حاوی ہے۔ ۱۲۸۳ھ تک زندہ تھے [۲]۔

یہ اپنے مرتبوں میں اکثر صنائع و بدائع کو اس خوبی سے بیان کرتے ہیں کہ آورد کا رنگ معلوم نہیں ہوتا۔ معمولی بات، غیر معمولی اختتام سے بیان کرتے ہیں، جا بجا الفاظ کی کثرت ہوجاتی ہے لیکن معمولی نقص پیدا ہونے نہیں دیتے۔

### سرائی

#### مناجات

سنبھال، دونوں جہاں کے سنبھالنے والے معین، کوہ مصیبت کے ڈالنے والے، مفر، نجات کی صورت نکالنے والے، نیاہ دے مجھے، اے میرے پالنے والے رحیم کون ہے تجھ سا بھلا جہاں جاؤں  
بتا مجھے ترے در کے سوا کہاں جاؤں

### تعلی

ایک قطرہ دُرِ خوہں آبِ ہوا داغِ بے نورِ مہتابِ ہوا  
ذکرِ مہرِ ابو ترابِ ہوا عشقِ دُرے سے آفتابِ ہوا  
کہا اندھیرا فروغِ نورِ بدلا  
تھا شرارہ، چراغِ طورِ بدلا

[۱]—تاریخ ادب اردو ص ۳۳۴ ج ۱، ر سخن شعرا ص ۳۳۲۔

[۲]—کلیاتِ مہر ص ۲۰۱ مطبوعہ ۱۲۹۶ھ میں ۲۱ صفحہ ۱۲۸۳ھ کا ایک خط ان کے نام کا

موجود ہے۔



شکر خدا کہ عجز میں ہم لا جواب ہیں  
 پیرو غرور کی ہیں ادب کا شہاب ہیں  
 ذروں کا جس کو پاس ہے وہ آفتاب ہیں  
 کیوں کر نہ ہوں، [۱] کہ خاک در ہو تراب ہیں  
 تکلف سر اٹھا کے نہ دیں خار کی طرح  
 دشمن سے چھک کے ملتے ہیں تلوار کی طرح

منقبت

انہال شہ دیں کے ہما ہیں علی اکبر  
 چشم گل زہرا کی ضعا ہیں علی اکبر  
 سب کہتے ہیں کہا جانہے کہا ہیں علی اکبر  
 ہے مجھ کو یقین نور خدا ہیں علی اکبر  
 رخسار ہیں یا مصحف پر نور کہلے ہیں  
 دادا کی طرح عقدہ کشائی کو نلے ہیں

حضرت علی اکبر کا سراپا

ذکر شب معراج ہے افسانہ گیسو زیبا ہے اڈر چاند بلے شانہ گیسو  
 سنبھل ہے پریشان کہ ہے دیوانہ گیسو ہے کاشکشاں جلوۂ کشانہ گیسو  
 ہوں وصف بیاں، یہ کسے ارمان نہیں ہوں؟  
 اعمال شب قدر کے آسان نہیں ہوں

کہا چشم ہے، یارا نہیں شہروں کو نظر کا  
 اس آنکھ سے پردہ نہیں کچھ نیکی و شر کا  
 ہے نور عجب موندک چشم قمر کا  
 آفوش میں آمو کے ستارا ہے سحر کا  
 منہ زرد ہے نرگس نگران ہے جو تعب میں  
 دیکھا ہے، ان آنکھوں کو مگر عین غصب میں

شب کو، بصارت کا سہارا انہیں سمجھیں  
 مڑکوں سے جفاکیش صف آرا انہیں سمجھیں

خوہں چشم جہاں جان سے پیارا انہیں سمجھوں  
سب اہل نظر آنکھ کا تارا انہیں سمجھوں  
داتوں کو نہ ہوں بند وہ کالی ہیں یہ آنکھیں  
آسرا خدا دیکھنے والی ہیں یہ آنکھیں

---

حضرت علی اکبر میدان جنگ میں جاتے ہیں  
مہتاب سے اختر کی جدائی کا بیاں ہے شہر سے اکبر کی جدائی کا بیاں ہے  
ہم شکل پیوہر کی جدائی کا بیاں ہے رشک مہ انور کی جدائی کا بیاں ہے  
پر گرد ہیں کھڑے پسر شہر خدا کے  
اتھے ہیں لحد اصغر ناداں کی بنا کے

---

دشمن اشتعال دیتے ہیں

کچھ آج زور فاتح خہر دکھائیے برق حسام اے مہ انور دکھائیے  
ناحق ہے عجز تیغ کے جوہر دکھائیے سبط نبی، شجاعت حیدر دکھائیے  
جاتا رہا ہے پیاس سے کیا آج تن کا زور؟  
ہاتوں میں آپ کے نہیں خہر شکن کا زور

---

قلوار کی تعریف

شاخ حسام خون سے گل پوش ہو گئی سر کٹ گئے تو فوج سبکدوش ہو گئی  
پتلی ہر ایک آنکھ میں بے ہوش ہو گئی ہر شے کے دہ سے یاد فراموش ہو گئی  
فرق عدو سے موت کا قلنا محصال تھا  
جس پر گری وہ تیغ، سنبھلنا محصال تھا

---

## مونس

میر محمد نواب ”مونس“ میر انیس کے چھوٹے بھائی اپنے والد میر مستحسن ”خلیق“ سے مشورۃ سخن کرتے تھے [۱] - مرثیہ گوئی میں کسی طرح اپنے بڑے بھائی سے کم نہ تھے - لیکن گوشۂ نشینی کی وجہ سے مشہور نہ ہوئے - نہایت زود گو تھے - ان کے یہاں ہر مہینے کی چھبیسویں کو مجلس ہوتی تھی جس میں یہ ہمیشہ نہا مرثیہ پڑھا کرتے تھے - پڑھنے کا طرز نہایت موثر اور دلکش ہوتا تھا - مرثیے کے علاوہ ابتدا میں قزلیں بھی کہی ہوں - ان کے مرثیوں کا مجموعہ چھپ چکا ہے - ۱۲۹۲ھ میں وفات پائی [۲] -

مشکل زمیہوں میں متاورے اور زبان کو قائم رکھتے ہیں - سلاموں میں استعارے اور کلمات کی چھلک معلوم ہوتی ہے - انیس اور دبیر کے بعد ان کے مرثی میں سب سے زیادہ آمد کی شان اور آورد کی بلندی ہے -

### سرائی

تعالیٰ اور حمد

گنگونہ کش عارض لہلہ سخن ہوں  
 ہر ہفت [۳] کن چہرۂ سلسلے سخن ہوں  
 دلدادۂ حسن رخ زیبائے سخن ہوں  
 خود شہادت زلف چلہائے سخن ہوں  
 کیا حسن دکھاتے ہیں بتان چگل [۴] اپنا  
 یہ ہے وہ سلسل کے مسلسل ہے دل اپنا

[۱] - سخن شعرا - ص ۲۷۲ - [۲] - تاریخ ادب اردو، ص ۳۲۴ - ج ۱ -  
 [۳] - ہر ہفت، کنایہ از زیب و زینت عموماً و آرائش و زینت حقانانہ خصوصاً (یعنی ساتوں سنگار) - بہار عجم -  
 [۴] - چگل بکرتیں، ف، شہریست بہ ترنستان منسوب ہذاں جا را چگلی گویند و بخوب  
 درنی و تیز اندازی مزبور اند - ترننگ اندراج -

خوبان جہاں سب ہیں یہ سب میں ہے یہی خوب  
 پیارا ہے یہی روح کو " جاں کو یہی مطلوب  
 مطبوع یہی طبع کو ' دل کو یہی مرقوب  
 معشوق کا معشوق ہے ' محبوب کا مستحوب  
 دیکھا ہی کرے چشم کو منظور یہی ہے  
 قلمان یہی ' رضواں بھی یہی ' حور یہی ہے

یارب تری قدرت کی یہ سب جلوہ گری ہے  
 یہ خشک زراعت تری رحمت سے ہری ہے  
 تہرے ہی کرم سے مرے گلشن میں تری ہے  
 درویش کی چھولی گل چلت سے بھری ہے  
 اب فکر ہے کیا ہدیہ مقبول لے ہوں  
 رنگیں چمن نظم کے میں پھول لے ہوں

تعلیمی

اے دستِ قلم ' شانہ کش زلفِ سخن ہو      اے تختہ قریطاسِ سخن [۱] رشکِ چمن ہو  
 اے شمعِ زباں ' روشنیِ بزمِ حسن ہو      اے شاہدِ مضموں ' نئے جلوے سے دلہن ہو  
 اک حور سراپا مستحلی [۲] نظر آئے  
 ہر نقطے کے گھونگٹ میں تجلی نظر آئے  
 گنگوٹہ رخسارِ سخن ہے ترا جلوہ      لفظوں [۳] کے لیے حسنِ حسن ہے ترا جلوہ  
 تڑپنِ عروسانِ چمن ہے ترا جلوہ      دل جس پہ ہے شیدا وہ دلہن ہے ترا جلوہ  
 خالی جو تجلی سے ہو وہ طور نہیں ہے  
 بے نور ہے مجلسِ جو ترا نور نہیں ہے  
 اے جانِ جہاں ' جان ہے تو نظم کے تن کی      رونق ہے ترے نور [۴] سے اس تازہ چمن کی  
 تجھ سے چمکِ قافیہ سلجانِ زمین کی      گر تو نہ ہو ' پوچھے نہ کوئی باتِ سخن کی  
 کچھ نظم کی توقیر نہ ہو ' شان نہ ہووے  
 پھر خاک ہے قالب میں اگر جان نہ ہووے

[۱]—نڈ (سمن) - [۲]—نڈ (مستحلی) - [۳]—نڈ (نظاموں) - [۴]—نڈ (رنگ) -

## مشقبات

ناج سر سخن ہے شہ "لافیل" کی مدح حسن رخ کلام ہے مشکل کشا کی مدح  
لفظوں کا نور ہے اس کی بریا کی مدح خلعت ہے حرف حرف کا دست خدا کی مدح  
چمپ تک زبان دے صفت مہر تفسی کرے  
بلبل وہ خوش نوا ہے جو گل کی گدا کرے

شہر خدا ' شجاع عرب ' شاہ نامدار نور میں ' چراغ ہدایت ' فلک وقار  
فیاض خالق ' صاحب مصاصم نور الفکار آدم کا فخر ' حضرت عیسیٰ کا انجیل  
مولد ملا تو خالق اکبر کا گھر ملا  
کعبہ صدف بنا تو علی سا گھر ملا

## مناقب اہل بیت

ایک سے ایک جو خوشرو تو حسنوں ایک سے ایک  
سبزہ رنگوں میں زیادہ نمکیں ایک سے ایک  
دشتمہ واحد یہ فزوں در تمیں ایک سے ایک  
صورت دانگ تسبیح قریں ایک سے ایک  
شہر تھا لاکھ یہ بھاری میں جو ہوں سو ایسے  
اللہ اللہ امام ایسا ہو پیرو ایسے  
صادق القول ہوں ' نامی میں ' نمودار میں سب  
سجدے تہنوں سے کریں گے یہ وہ جبار میں سب  
حافظ و متقی و زائد و ابرار میں سب  
کہوں نہ ہو مصحف ناطق کے نمکوار میں سب  
آیتیں دین کی میں [شیفتہ] باری میں  
کہ دے قرآن بعلم خود کہ یہی قاری میں  
وہ عبائوں مدنی اور وہ قبائوں عربی  
مکی و فاطمی و ہاشمی و عباسی  
صاف پیشانوں ' آئینہ عالی نسبی  
دشتمہ داران علی [شیفتہ] آل نبی  
ایک تسبیح امامت کے یہ سب دانے میں  
اُسی تسبیح کے شمسے میں جو بھگانے میں



( ۷۵ )

سورۃ حمد ثناخوان ہے زہے عزت و جاہ  
سورۃ قدر ہے توقدیر سے اِن کی آگاہ  
اِن کی تکبیر کا کہا ذکر ہے ' سبحان اللہ !  
ہے شہید بھی شہیدوں کی عبادت پہ گواہ  
بہتہمتے تھے تو قعود اِن سے شرف پانا تھا  
اِن کی تعظیم قیام اُتھ کے بجائے لانا تھا  
مہین الطاف سے کرتا تھا نظر رب جلیل  
کبھی تکبیر تھی اب پر تو کبھی تھی تہلیل  
روم و اِطباق و مد و ہمس و [صفہ] و ترتیل  
وہ قراعت کہ عرب میں بھی نہ تھا جس کا عدیل  
عرش پر سلتے تھے قدسی شہدا کی باتیں  
تھے تو بلندے پہ زبان پر تھیں خدا کی باتیں

حضرت علی اکبر کی مثنویات

اے طبع رسا، صیقل شمشیر زبان ہو اے پرچہ الماس سخن، نور فشاں ہو  
اے شمع ذکا، روشنی بزم جہاں ہو اے مو قلم، اُٹھلے کاف کا پہ رواں ہو  
ہر چشم کو صورت نظر آجائے نبی کی  
تصویر کھلچے صاف رسول عربی کی  
اقلیم ٹرپا سے قلم باج ستاں ہے کاف ورق مہ کی طرح نور فشاں ہے  
نقطہ پہ درخشندہ ستاروں کا گماں ہے حسن رخ ہمیشگی محمد کا بیاں ہے  
وہ حسن کہ خورشید بھی پروانہ ہے جس کا  
مصباح دل انجمن افسانہ ہے جس کا  
وہ نور جو ہے نور مہیں خاق مہیں مشہور اُس نور کے ہمیشگی کی تصویر ہے منظور  
ہاں برق [!] قلم، قطع، ہوشاخ شجر طور اور حل ہو سیاہی کے عوض مودہ مک حور  
[شجر عرف] کی جا سرخی روئے شفق آئے  
خورشید درخشاں کا طلائی ورق آئے

حضرت زینب کے پسر

زینب کے بھی کہا صاحب اقبال پسر تھے  
 دونوں جسمستان و فلک کے گل تر تھے  
 کہلے کو وہ لڑکے تھے یہ شیروں کے چنگر تھے  
 ذروں میں تھے خورشید ستاروں میں تھے  
 عاشق تھے دل و جاں سے امام ازل کے  
 دو گوہر زایاب تھے رشتے میں علی کے

لاکھوں پوس ایسے گل رعنا نہیں ملتے  
 موتی تو بہت پر درُ یکتا نہیں ملتے  
 اسباب حشم خالق میں کیا نہیں ملتے  
 لیکن یہ جواہر کبھی اصلا نہیں ملتے  
 اب تک نہ کسی صاحب اقبال نے پائے  
 یہ لال فسق فاطمہ کے لال نے پائے

حضرت علی کا نام

نام خدا، یہ نام ہے شمع سرواے دل  
 سینہ ہے کوہ طور تجلی دہائے دل  
 دکھ میں دوائے دل ہے، مرض میں شفاے دل  
 دل اس کے واسطے، یہ عالم ہے برائے دل  
 کرسی کے ساتھ رفعت عرش بریں بھی ہو  
 نام علی ہو نقش تو اعلیٰ فکیں بھی ہو  
 ہر درد و غم میں باعث آرام ہے یہ نام  
 کہف الانام دافع آلام ہے یہ نام  
 ورد ملائکہ سحر و شام ہے یہ نام  
 اعظم جو سب میں نام ہے وہ نام ہے یہ نام  
 تاثیر اس کی یوسف کدعاں سے پوچھو  
 اس نام کے اثر کو سلیمان سے پوچھو

## صبح کا نور

آمد وہ آفتاب کی اور وہ سحر کا نور      کافور ہو گیا تھا فلک پر قمر کا نور  
 بالا تھا نخل طور سے ہر ایک شجر کا نور      پھیلا تھا چاندنی کی طرح دشت و درکانور  
 غلجیوں کے ملے جو صبح نے شبیم سے دھوئے تھے  
 گویا گلوں نے عطر میں چہرے تہوئے تھے  
 بستان کرپلا کی وہ بو باس وہ بہار      مرغان خوشنوا کا چہکنا وہ ہار ہار  
 کوکو وہ قمریوں کی ' وہ طاؤس کی پکار      نالے وہ بلبلوں کے ' وہ سبز ' وہ لالہ زار  
 کرتے تھے وجد کبک ندی کو ہسار میں '       
 بن میں غزال متھو تھے ' ضہیم کچھار میں

## حضرت مرن و معہد کی جنگ

بڑھ بڑھ کے پھر نئی نئی جلدی چمائی صف  
 جھک جھک کے پھر اُتے علم قوج ہر طرف  
 پھر ' نا فلک پہنچ گئی آواز کوس و دنف  
 پھر قوج میں دھڑکے اسد ہوشہ نجف  
 جاتے تھے نعرے مار کے یوں ہر سوار پر  
 جس طرح شیر بھوک میں جھپٹتے شکار پر  
 ہلچل پروں میں پڑ گئی ' غازی جدھر گئے  
 اُٹھوں صفوں صفوں پہ ' نساوی جدھر گئے  
 کھیلا شکار ' شہر حجازی جدھر گئے  
 ایک تازہ آفت آگئی ' تازی جدھر گئے  
 کیونکر آریں نہ ہوش ' جب ایسی ہوا چلے ؟  
 ہرنوں کا زور شیر کے بچوں سے کیا چلے ؟

وہ نیمچے چمک کے برابر جدھر چلے      دو کر دیا اُسے اسے چورنگ کر چلے  
 بر میں لباس سرخ پہن کر نکھر چلے      کاتانکا کھل گیا کہ یہ جس فرق پر چلے  
 دامن بچھا سپر کا ' نہ چھوڑا کمان کو  
 مقرض بن کے قطع کیا بمان بمان کو



حضرت عباس کی جنگ

یہ سن کے بڑھے سب قندر انداز قضا را نہرہ اسد چھدر گزار نے مارا  
صحرایے پر آشوب لگا کونچلے سارا معلوم ہوا شہر ، تہستان میں ڈکارا  
اُڑتے ہوئے مرفسان چمن دشت سے بھاگے  
صحرایے سے چلے شہر ، ہرن دشت سے بھاگے  
بڑھتے تھے کہ دھوار کی گردن پہ لگا تیر آتا تھا اُدھر سن سے کہ توسن پہ لگا تیر  
کھینچا اُسے گردن سے کہ جوشن پہ لگا تیر پھر تاب کہاں شہر کے چمبن پہ لگا تیر  
اُس خشم میں پُر خشم فزوں ہو گئیں آنکھوں  
دلگوں [۱] کا لہو دیکھ کے خوں ہو گئیں آنکھوں

تلوار

کس گر و فر سے فوج پہ تیغ جری چلی ہر سر پہ کھیلتی ہوئی گویا پری چلی  
خشکی پہ گہ [۲] چلی کبھی سوئے تری چلی خالی کہا صفوں کو لہو میں بھری چلی  
ظاہر تھی ہانکپن سے کچی ، رنگ لال تھا  
تلوار تھی کہ خوں کی شفق میں ہلال تھا  
زیر سپر اُڑا کے کلائی نکل گئی چار آنڈے میں برق سی آئی ، نکل گئی  
فولاد کو دکھا کے صفائی نکل گئی دل میں لگی ، چکر میں سمائی ، نکل گئی  
جوشن میں بھی تھما نہ گھا اُس حسام سے  
یوں نکلی جیسے ماسی بے آب دام سے

دکھلا دھی تھی تیغ دو دم تیز دستیاں چشمک یہ تھی کہ اور کرو بت پرستیاں  
کافر شراب کفر کی بھولے تھے مستیاں گل تھا اُچڑ گئیں کئی شہروں کی پرستیاں  
کہتے تھے اب نہ پانوں نہ قابو میں ہاتھ ہے  
جائیں کدھر ، فلیم اجل ساتھ ساتھ ہے  
بجلی سی کوندتی کبھی بھالوں پہ چل گئی بیٹھی ادھر تو برچھوؤں والوں پہ چل گئی  
تہنوں پہ کہ چلی کبھی ڈھالوں پہ چل گئی کہ پیدلوں پہ ، گلا رسالوں پہ چل گئی  
تائیڈ تھی جو فنامع بدر و حنین کی  
لشکر میں شور تھا کہ دھائی حسون کی

وہ تیغ کھا بڑھی اجل جاں سستاں بڑھی      یا اوڈھے کے منہ سے نکل کر زباں بڑھی  
 یا برق 'ابر سے طرف آسماں بڑھی      یا سہیل 'کوہ سے سوے آب رواں بڑھی  
 دیکھی نہ جائے امن جو دارالفساد میں  
 خالی کی شہسوار نے کاتھی جہاد میں  
 یوں مہمان سے ہوئی وہ جلالت قریں جدا      قل تھا کہ دست برگ سے ہے آستیں جدا  
 تن سے جدا ہے روح 'مکمل سے مکمل جدا      معلم جدا ہیں آیت فتح میں جدا  
 رخ سے وہ ہمت گئی جو ردا تھی رکی ہوئی  
 گویا دلہن [مکافے] سے نکلی چھکی ہوئی  
 جب سرکشوں نے تیر لگائے جناب کو      تولا جری نے ہاتھ میں تیغ خوہں آب کو  
 لے دم 'یہ تاب کمب تھی پھر اُس برق تاب کو      دیکھا اُٹھا کے سر 'سپر آفتاب کو  
 چمکی تو "پا حفظ" ملک کھ کے ہمت گئے  
 [تہرا] کے سب خطوط شعاعی سمت گئے

بھڑکی اک آگ 'برق چدھر آئی تیغ کی      تھلڈا تھا 'جس نے گرم ہوا کھائی تیغ کی  
 وہ صف دری 'وہ معرکہ آرائی تیغ کی      تھی دوسرے اجل بھی تماشائی تیغ کی  
 قبضے میں موت تھی 'تو اجل اختیار میں  
 بسمل بھی لوتتے تھے مزا تھا یہ وار میں  
 چدھر میں 'کس میں 'کات میں 'وہ الجواب تھی      فاری جو آگاتھے تو وہ شمشیر آب تھی  
 بڑھنے کی پرچھووں کو نہ تیروں کی تاب تھی      بے چلہ ہر کمان کیانی خراب تھی  
 افتادہ تھیں زمیں پہ سلانوں نگی ہوئی  
 خنجر دکھا دھ تھے زبانیں کٹی ہوئی  
 کت جائے جب زباں 'تو بھر کام کھا کرے؟      زیں سے نہ کھلیج سکے 'تو تیر کام کھا کرے؟  
 بھلی کرے 'تو معفر سر کام کھا کرے؟      تیغ اجل کرے 'تو سپر کام کھا کرے؟  
 موت آئے جب 'تو قلعة آہن بھی ہیچ ہے  
 چار آٹھلے بھی ہیچ ہے 'جوشن بھی ہیچ ہے

اُس غول میں موت آئی چدھر آگئی تلوار      دھالوں کی گھٹا فرق سے سرکا گئی تلوار  
 اک دم میں لہو خاک پہ برسائی گئی تلوار      جو آگیا قبضے میں اُسے کھا گئی تلوار  
 تھی ختم صفائی زبیں اُس آفت چاں پر  
 دیکھانہ نہ منہ پر کہیں خوں تھا نہ زباں پر

حضرت عباس کا گھوڑا

ستھراؤ کر رہی تھی اُدھر تیغ سر بلبلند  
 پامال کر رہا تھا اُدھر فوج کو سمبلند  
 گردن تھی اُس کی آہوے خورشید سے دو چند  
 سرمت سے جست و خیز سے دم تھا پری کا بلند  
 جس پر رکھا جھپٹ کے قدم وہ فلنا ہوا  
 پھرتا تھا فوج شام میں بجلی بنا ہوا  
 چمکے جو نعل، تیغ چکاروں پہ چل گئی  
 شوخی سب آہوان ختن کی نکل گئی  
 چاروں سموں سے اُس کے صبا ملنے جو مل گئی  
 سمٹا لہا بدن کو، کدوتی بدل گئی  
 اُڑنے کا تھا تھ دیکھ کے پریاں اُچھل پڑیں  
 سہلے سے ملے ملا دیا آنکھوں نکل پڑیں  
 دو مل کے جلمکے جو اُگر آئے پے نہر  
 جولن کیا دلیر نے رخس جہاں نور  
 بس ایک ضرب تیغ میں دونوں تھ گرد برد  
 بسمل اُدھر یہ گرم زمیں پر اُدھر وہ سرد  
 گرتے ہی بلند جامے مستی کے کھل گئے  
 معنی ہو اک دم تیغ دو دستی کے کھل گئے

گھوڑا

فل تھا پری خصال ہے شہدیز برق [تاز]  
 تھمتا نہیں زمین پہ، اللہ دے، تیرا ناز  
 طاؤس دشت میں، تو ہوا پر ہے شاعراز  
 بجلی کی ہے تڑپ وہ جواہر نگار ساز  
 نوری کا حسن چہرے سے پیدا ہے گرد میں  
 نصحت الصلک کو باندھے ہے رستم نہر میں  
 پاکھر ہے آہنی، کہ ہے جوشن میں جسم سام؟  
 لہلی کے دونوں ہاتھ ہیں گردن میں، [یہا] لگام

دخیشاں دکاب ہے ، کہ ہلال فلک مقام ؟  
 اُنڈا ہو تیز گام ، فرس کا نہیں یہ کام  
 اُڑنا سمت سمت کے قریب ہے شہر کا  
 آہو کے ہاتھ پائوں ہیں ، سینہ ہے شیر کا  
 بکھرے ہوئے ایال کے گردن پہ بال تھے  
 طاس سرنگوں تھے پریشاں غزال تھے  
 ابتر تھے مورچے ، تو پرے پائمال تھے  
 خوں کی حلا سے [زانوؤں] کے پائوں لال تھے  
 تھکنا نہ تھا کہ اُس کے قدم راہ حق میں تھے  
 نعلوں کی صو سے چار مہ نو شفیق میں تھے  
 جب دور دور ہست گئے نزدیک سے عدو  
 تھہرا فرس کو روک کے دم بھر وہ نیکو  
 ناکہ وہاں سے ایک سلحشور جنگ جو  
 آیا اُڑا کے دخیں کو اکبر کے در برو  
 نعرہ کیا کہ دستم و سپہراب و سام ہوں  
 میں یکے تاز فوج دلہران شام ہوں

جناب امام کا سر

اُس وقت پہنچی زینب ناشاد [و] نوخہ گر  
 جب شہر ہاتھ میں لیے جاتا تھا شہ کا سر  
 بکھری ہوئی تھیں چہرے پہ زلفوں ادھر ادھر  
 دخیسارے دونوں زود تھے اور ہونٹ خوں سے تر  
 تھی خاک ، سجدہ گاہ جہیں پر حسوں کی  
 آنکھوں کھلی تھیں فاطمہ کے نور عین کی  
 قرآن پڑھ رہا تھا سر ابن بو تراب  
 اور دیکھ میں کھلا ہوا تھا جا بجھا خضاب  
 روشن تھا بعد قتل بھی رخ مثل آفتاب  
 ظاہر تھا یہ لبوں سے کہ پایا نہیں ہے آب  
 آنکھوں سے یہ عیاں تھا کہ دنیا سے جاتے ہیں  
 ثابت یہ خشک ہونٹوں سے تھا مسکراتے ہیں

بے وطنی

انسان کے لیے موت ہے غم بھوپطنی کا  
 جانکا ہے اندوہ و الم بھوپطنی کا  
 صدمہ نہیں کچھ موت سے کم بھوپطنی کا  
 آفت ہے قیامت ہے ستم بھوپطنی کا  
 قربت میں چمن ہے خس و خاشاک سے بدتر  
 گر تخت سلیمان ہو تو ہے خاک سے بدتر  
 ہمراہ جو سو طرح کی راحت کا ہو سامان  
 پڑمرد کی دل نہیں جاتی کسی عداواں  
 پھرتا ہے نظر میں چمن بزم عزیزاں  
 ہوتا ہی نہیں غلچہ خاطر کبھی خلدان  
 ہر گام پہ چشموں سے چھلک پڑتے ہیں آنسو  
 شہنم کی طرح رخ پہ ٹپک پڑتے ہیں آنسو  
 یہ حال مسافر ہی پہ کچھ خوب ہے روشن  
 بابل بھی پہونکتی ہے جو چھلتا ہے نشوون  
 یاد آتی ہے آسودگی راحت مسکن  
 ہو جانا ہے دافوں سے جگر غہرت گلشن  
 سچ ہے کہ غم بھوپطنی سکتا الم ہے  
 پھر آنے کی آمہد نہ ہو جب ' تو ستم ہے

سلام

مزا نہیں ہے خاموشی کا خوش بھیاں کے لئے  
 زباں سکن کے لئے ہے سکن زباں کے لئے  
 نہ سوئے رات کو امت کے غم سے ختم رسل  
 مہاذظمت میں کہاں نہلد پاسداں کے لئے ؟

ریاض دھر میں ہم مثل سرو ہیں آزاں  
 سوائے بے ثمری کچھ ثمر نہیں رکھتے  
 ہلر کر عیب سمجھتے ہیں اس زمانے میں  
 ہزار شکر کہ ہم کچھ ہلر نہیں رکھتے

مسافران عدم کس طرف گئے یارب ؟  
کہ وہ ہماری ' ہم اُن کی خبر ' نہیں دیکھتے

مقدّمہ سلک گھر ' اے دیدہ تر ' کھول دے  
اگر نہیں پڑ برس کے اپنے جوہر کھول دے  
گر ہوا ' بلند نقاب روئے سرور کھول دے  
گور مادر زان ' آنکھیں مثل اختر کھول دے  
تھرگی ظلمات کی کیا تھی سیاہی اس کی آنکھ  
قبر ہے یہ قبر ' آنکھیں ' اے سکندر کھول دے  
دست قدرت ہے کسی کا یہ کہ پھر باندھے اُسے ؟  
جس گمراہ کو ناخن تدبیر چھدر کھول دے

تمام عمر تو بوداریاں دھوں افسوس عدم کو قافلہ جانے لگا تو خواب آیا  
سفود بال چمکے لگے تو چونکے ہم کھلی تب آنکھ کہ جب سر پر آفتاب آیا

خود نمائی تلک ہے روشن دلوں کے سامنے  
کس طرح ظاہر کرے باطن کا [۱] جوہر آئندہ

حشر تک اُن کی چمک میں نہ زوال آئے گا  
دیکھ ' اے چاند ' مرے آنسوؤں کے تاروں کو

کدھر تلاں کریں تم کو ' اے عدم والو '  
کہاں گئے ؟ کہ کہیں نقص پا نہیں ملتا

ادنیٰ اعلیٰ سے بڑھ گئے ہیں ' قطرے دریا سے بڑھ گئے ہیں '  
کم ظرف حباب ہیں یہ سر کھیں بے مغز ہوا سے بڑھ گئے ہیں

خلی دل کی بے چوں دکھتی ہے ' یارب '  
یہ کانتا نکل جائے پہلو سے میرے

دیکھ عبوت سے ذرا گور غریباں کی طرف  
استخوان قبر کے اندر ہیں ' تو پتھر باہر

سلامی جس کو سمجھتے ہیں سب کہ ماہ یہ ہے  
 نشان کنس رسول فلک پناہ یہ ہے  
 کیا ہے چرخ چہارم نے ناچ سر جس کو  
 سر بلال کی اُتری ہوئی کلاہ یہ ہے  
 جہاں میں زیست ہے اک دم کی روشنی ”مونس“  
 ہمیشہ اس کو سمجھ شمع صبح گاہ یہ ہے

گرچہ ہانڈ کماں گوشہ نشین ہے ”مونس“ تھر آہوں کے نکل جاتے ہیں اکثر باہر  
 فیض خاموشی نے ذکر خورشید بیداری کر دیا ہر سر ہو کو زبان بے زبانی کر دیا  
 اُئی بالوں میں سفیدی، تاکجا یہ غفلتوں؟  
 ”مونس“ اب چونکہ آ پہنچا ہے سر پر آفتاب

#### رباعیات

مرلا یہ ظہور سب ہے دم کا تھرے خورشید نشان ہے قدم کا تھرے  
 کہتے ہیں بہشتی جسے نہر کوثر ایک قطارہ ہے دریائے کرم کا تھرے  
 ضائع نہ کر آغوش کے پالے دل کو کرتے ہیں پسند درد والے دل کو  
 منظور اگر ہے زاد راہ عقبی، سب چھوڑ کے دنیا سے اُٹھا لے دل کو  
 تھر غم شہ سہیلے میں پیوستہ ہے ایک ایک کا دل درد سے وابستہ ہے  
 ہر رنگ کے گل جمع ہیں اس محفل میں یہ بزم عزا خلد کا گلدستہ ہے  
 خاموشی میں یاں لذت گویائی ہے آنکھیں جو ہیں بند عین بیداری ہے  
 نے درست کا جھگڑا ہے نہ دشمن کا فساد مرقہ یہ عجب گوشہ تنہائی ہے

## نفیس

میر خورشید علی "نفیس" میر انیس کے بڑے بیٹے نہایت ملکہدار مزاج، قابل اور خوش گو شاعر تھے۔ اردو میں اپنے والد میر انیس ہی سے اصلاح لیتے اور فارسی میں مفتی میر محمد عباس سے مشورۃ سخن کرتے تھے۔ ان کے مرثیوں کا مجموعہ شائع ہو چکا ہے۔ ۸۵ برس کی عمر میں ۱۳۱۸ھ (۱۹۰۱ء) میں وفات پائی [۱]

صفائی اور روانی میں میر انیس کا رنگ جھلکتا ہے، زبان نہایت صاف اور سلیس ہے۔ بیان میں شگفتگی اور تسلسل پایا جاتا ہے۔ قوافی بہت لاتے ہیں، میر انیس کی طرح ان کے مرثیوں میں بھی بلند والا شعر اکثر بہت بلند ہوتا ہے۔

## مرثی

تعلیٰ

اُس مے کا میں نوشندۂ ہوں مستی نہیں جس میں  
حاصل وہ بلندی ہے کہ پستی نہیں جس میں  
آوارۂ صحرایہ ہوں کُرسی [۲] نہیں جس میں  
اُس ملک میں بستہ ہوں کہ پستی نہیں جس میں  
رنجش نہیں، کھٹکا نہیں، آزار نہیں ہے  
اُس باغ کا بلبل ہوں جہاں خار نہیں ہے

۱—تاریخ ادب اردو ص ۳۳۲ ج ۱ - و تذکرۂ آب بقا - [۲]—دل (کے ہستی) -



سرگشتہ و شہدائے مصیبت ہوں ازل سے  
 آلودہ رنج و غم و مصیبت ہوں ازل سے  
 ہاشدائے ویرانہ زحمت ہوں ازل سے  
 مستغرق دریائے مصیبت ہوں ازل سے  
 سب رو دیے [۱] جب میں نے دم سرد بہرا ہے  
 رگ رگ میں مری، خوں کے عوض درن بہرا ہے  
 وحشت دل عالم کو ہے ویرانے سے مہرے  
 آرام زمیں کو نہیں گھبرانے سے مہرے  
 راحت سے کوئی دل نہیں غم کھانے سے مہرے  
 بلبل کا جگر چاک ہے چلانے سے مہرے  
 وہ کون سے گل ہیں جو پریشاں نہیں ہوتے  
 قلچے بھی مجھے دیکھ کے خلدائے نہیں ہوتے

رجز

دن سے اسد اللہ کے پیسارے نہیں ہتتے  
 گردوں پہ جو ثابت ہیں ستارے نہیں ہتتے  
 اشار کو بے جان سے مارے نہیں ہتتے  
 بڑھتے ہیں تو پھر پائو ہمارے نہیں ہتتے  
 دے جن کو خدا اوج وہ جھکتے ہیں کسی سے؟  
 بہتے ہوئے دریا کہوں رکتے ہیں کسی سے؟

حضرت علی اکبر کا سراپا

بتکشی ہے خدا نے انہیں تو قیام محمدؐ  
 چہرہ ہے کہ آئینہ تصویر محمدؐ  
 گو سو ہیں کہ ہے زلف کرا کھر محمدؐ  
 باتوں میں ہے رنگیندی تقریر محمدؐ  
 شوکت وہی [پوشش وہی] دستور [۲] وہی ہے  
 نقشہ وہی، انداز وہی، نور وہی ہے  
 کدسویں دل آویز ہوں یا سبیل جلت؟ یہ روئے دل افروز ہے یا صبح صباحت؟

رخسار ہیں یا جلوۂ آئینۂ قدرت ؟ آنکھوں میں کہ سرچشمۂ اعجاز و کرامت [۱] ؟  
طالب نہیں پانی کے ، چھا مہر دھن ھے  
یہ آنکھ میں پتلی نہیں گھونگھٹ میں دلہن ھے

#### آمادگی جنگ

بچوں نے آستینوں کو آلتا جلال میں کچھ کثرت سپاہ نہ لائے خیال میں  
یوں نیسچے علم گہے جنگ و جدال میں دو بجلیاں چمک گئیں دشت قتال میں  
آمادۂ نبرد جو دونوں جری ہوئے  
شکلیں بلنا بلنا کے فوس بھی پری ہوئے  
دو بجلیاں سی کوئی گئی دن میں دو طرف فل ”الامان“ کا تھا صف دشمن میں دو طرف  
سر لوٹتے تھے خاک پہ اُس دن میں دو طرف تھا طرفہ تفرقہ سر و گردن میں دو طرف  
پیدل میں تھی نہ جان ، نہ دم تھا سوار میں  
ساری صف آدھی ہو گئی پہلے ہی وار میں

#### تلوار

یہ تیغ وہ ھے سیل فلنا کہتے ہیں جس کو  
یہ برقی وہ ھے قہر خدا کہتے ہیں جس کو  
بازہ اِس کی وہ آفت ھے بلا کہتے ہیں جس کو  
منہ اِس کا وہ منہ ھے کہ قضا کہتے ہیں جس کو  
جانی نہیں بے جاں لہے جب آئی ھے سر پر  
ثابت نہیں ہوگا کہ یہ کب آئی ھے سر پر

#### میدان جنگ

طلحہ دور کا وہ شور ، وہ شہر [۲] کا خروش کرنے کی وہ صدا کہ پھٹیں پردہ ہائے گوش  
شوغایے زیر و بم سے لہو مارتا تھا جوش نے کی صفیر تھی کہ اُڑے طائروں کے ہوش  
سارے درندے شور دھل سے دھل گئے  
صحرا کے شیر چھوڑ کے جنگل نکل گئے  
پہم پکارتے تھے نقیبان زشت خو نام آوروں کو دھتی ھے عزت کی آرزو

[۱] — نل (اعجاز کرامت) -

[۲] — شیپور و شیپور ، پر وزن بے نور : نائے (وصی) برہان قاطع و ٹرہلک اندراج -

جانہیں لڑا دو آج ، جوانو ، کنار جو موتی کی آب ہے جسے کہتے ہیں اُبرو  
 کرلو اسود یوں انہیں حلقے میں گھیر کے  
 جس گہات سے پکڑتے ہیں بچوں کو شہر کے

---

دھواڑوں کی تعریف  
 جس صفا پہ جس پرے پہ یہ گھوڑے دپٹ کے آے  
 یوں آئے جھسے شیر گرسنہ جھپٹ کے آے  
 مثل تگرگ دپٹ پہ سر تن سے کت کے آے  
 گھوڑوں سے خاک پر تن بے سر اُلت کے آے  
 سب خاک میں ملے جو غرور اُن کے سر میں تھے  
 سیلوں میں گرڈنیں تھیں تو سیلے کد میں تھے

---

## نور

میر وزیر [۱] ”نور“ میر بادشاہ لکھنوی کپتان قہرورپور کے بیٹے ’فتح پور‘ میں دیوانی کے سررشتکار تھے - واجد علی شاہ کے زمانے میں امیں ہوئے - ان کے والد اُس زمانے کے مشہور مرثیہ گو تھے - ”نور“ کو ابتدا ہی سے شعر و سخن کا ذوق تھا - شیخ امام بخش ”ناسخ“ نے ”نور“ تکلیف تجویز کر کے اپنے شاگرد رشید مرزا محمد رضا ”برقی“ کے سپرد کیا - ان کا دیوان ”ضیاء نور“ کے نام سے ۱۲۹۶ھ (۱۸۷۹ع) میں چھپ چکا ہے -

تغزل میں ”ناسخ“ کا رنگ ہے ’رہایت لفظی کا بڑا خیال دیکھتے ہیں‘  
اس لیے غزل کی خصوصیت مفقود ہے -

### غزلیات

اے بتو، ہجر کی تکلیف کو کیا پوچھتے ہو؟  
رنج وہ دل نے اُٹھایا کہ خدا یاد آیا

نہ داں ملتی تو پھر داں خواہ کیا کرتا؟ خدا کے سامنے عذر گناہ کیا کرنا؟  
مواخذہ نہ بتوں سے تھا حشر میں منظور خدا کو ظلم و ستم کا گواہ کیا کرنا؟

کسی میں نام کو بے وفا نہیں باقی: ہر ایک گل چمن روزگار میں دیکھا  
سفید بال ہوئے موسم جوانی میں خزاں کا رنگ شروع بہار میں دیکھا

دل میرا مہر یاد الہی تھا اے بتو، تم آئے سامنے تو مرا دھیان بست گیا  
کہئے دو، اگر خلق برا کہتی ہے مجھ کو؛  
وہ کون ہے جو عشق میں دسوا نہیں ہوتا؟

[۱] — سخن شعرا میں میر وزیر علی نام لکھا ہے -

شکلِ گل ' زر ہمیں خدا دے گا : جو بکاڑے کا وہ بنا دے گا

پہرتے ہوں اُسہا کی طرح فکرِ رزق میں ؛  
اِس کی نہیں خبر کہ ملے گا کہاں سے کیا ؟

کیوں اُڑا کر ' اے صبا ' مٹی مری برباد کی ؟  
خاکِ پائے یار تھا ' گردِ بیاباں ' میں نہ تھا ؟  
قطع ' اے دل ' کب ہوا جوہں جلوں کا سلسلہ ؟  
کب اسہر حلقہ گھسوسے پہنچاں ' میں نہ تھا ؟

بارِ فراق یار بھی بارِ عظیم ہے ' اے آسماں ' یہ بوجھ اُٹھے ' زمیں سے کب ؟

خالی نہیں کٹائے سے صاحب کی کوئی بات :  
ثابت ہوا ہمیں کہ نہایت ہوں دور آپ

بنے ہیں خون کے دھبوں سے طرفہ گلِ برتے :  
ترے شہید کے زخموں سے ہے کفن کی بہار

لائی ہے "نور" مجھ کو خرابیات دھرمیں ملکِ عدم سے عالمِ ایجاد کی ہوس  
پہنچا ہے جستجو میں تری کوہِ طور پر اللہ دے ' تیرے طالبِ دیدار کی تلاش !

ہے دل کو چہم ساقیِ کُلفام سے غرض :  
شیشے سے مدعا ہے نہ کچھ جام سے غرض

نغمہ سلجی سے تری ' دل کو مزا ملتا ہے  
پھر اُسی لطف سے کر ' باغ میں نالے ' بلبل

اے بتو ' ہم نے تم کو پہنچانا بخدا ' قدرتِ خدا ہو تم  
یہی دو بول کہہ کے ہمارے ہیں : تم ہمارے ہو ' ہم تمہارے ہیں

ظاہر ہے بے ثباتیِ گلِ باغِ دہر میں ہم کس امید پر ہوس رنگِ ربو کریں ؟

ہے دل پروانہ سوزاں بزم میں شمعِ یہ روشن سرِ مستذل نہیں

یار کا حال مساوی ہے مری جانب سے :  
نہ برا کہتے ہیں ظاہر میں ، نہ اچھا دل میں

نہ سرسبز ، نہ باد صبا چاہتا ہوں ؛ چلوں خیز ہو ، وہ ہوا چاہتا ہوں  
مجھے دوست دشمن برابر ہیں دونوں : ہوں کا بھی اے دل ، بھلا چاہتا ہوں

چڑھا ہے نشہ زر ، رات دن بھڑھو رہتا ہے :  
خبر اپنی نہیں ملے کو ، غافل اس کو کہتے ہیں

جب سے اُس گل نے گرایا آنکھ سے ، سب کی نظروں میں ڈھیل و خوار ہوں  
اب گذارے پر چہازِ عمر ہے ؛ ایک دن دریائے غم سے یار ہوں  
لشکرِ دیوانگاہں ہمارا ہے ، میں چلوں کا قافلہ سالار ہوں

دور فلک کے ہاتھ سے جاؤں کہاں نکل کے میں ؟  
کون سی وہ زمین ہے جس پہ یہ آسمان نہیں ؟

شکوہِ دردِ بے عشق میں لا حاصل ہے ؛ رنج اُٹھانے کو بنایا تھا خدا نے ہم کو  
سائے کی طرح رہے ساتھ پریمزادوں کے : آپ پامال کیا اپنی وفا نے ہم کو  
اے دل ، فراقِ یار میں لے چل وہاں مجھے ، جس جایہ آسمان نہ ہو ، یہ زمیں نہ ہو

دل بنایا جس نے اُس کی شان دیکھا چاہیے  
کیا مکان کو دیکھتا ہے ؟ سوے صاحب خانہ دیکھ

کیا نشانِ دوس کہ رشک آتا ہے ؟ میں چلوں آپ نامہ بر کے ساتھ  
اُگے مزے دھری دھیں شب بھر گلابیاں ؛ دیکھا کیا میں ساقی پیمائے شکر کی راہ  
اُنہیں تو اُنکے مدِ نظر ہے ، یہاں دو دو پھر زانو پہ سر ہے  
تمام رات مجھے بیقرار رکھتا ہے : مزے عجیب ترا انتظار رکھتا ہے

برقِ نگاہِ یار بھی کیا [۱] کام کر گئی عمر دو روزہ ایک نظر میں گذر گئی  
وہ آچکھوں ، تو روح کرے جسم سے سفر ، یارب ، ہلاک ہوں میں مسیحکے کے سامنے

پاس جانا کہاں نصیب ہمیں ؟ دور سے دیکھنا غلہمت ہے  
 رات دن اُس کا نام جھٹے ہیں : عاشقوں کی یہی عبادت ہے  
 تیرے قدموں پہ دم نکل جائے : بس یہی دل میں ایک حسرت ہے

یہ مسرت تھے کہ موثر نہ ہم کو پلٹ ہوئی  
 کھلی حقیقت دنیا جب آنکھ بند ہوئی

ہم جو تھے ملک عدم میں تو بڑی راحت تھی  
 ونچ اُٹھانے کے لئے جانب دنیا آئے

نہ دیا ساتھ مصیبت میں کسی نے اپنا خوب ہم اللہ یاران وطن دیکھ چکے

زاہدا ، عشق مجازی ہے حقیقی کی دہلیز :  
 عشق کامل جو بتوں سے ہو ، خدا ملتا ہے

یارب ، مدام اوج پہ حسن بٹا رہے مثل زمیں قدم کے تلے آسمان رہے

تپ فراق کی سوزش کو پوچھتے کیسا ہو ؟  
 جگر میں آگ لگی ہے ، بجھا نہیں سکتے

حال قسمت کا جواب خط جنازاں سے کیلے  
 وہ جو نامہ مجھے پہنچے خط تقدیر بلے

ہم سا عالم میں نہ ہوگا کوئی گم کردہ حواس  
 یہ نہیں یاد کہ ہم دل کو کہاں بھول گئے

شمسِ درک و غم یوں بسر ہر گئی : تڑپتے تڑپتے سحر ہو گئی

## منیر

اسمعیل حسین ”منیر“ سوڈ احمد حسین ”شاد“ کے بڑے شکوہ آباد ضلع میں پوری کے رہنے والے تھے - ۱۲۲۹ھ [۱] میں پیدا ہوئے - اپنے خود نوشت سوانح میں لکھتے ہیں کہ بچپن سے اُن کی طبیعت شاعری کی طرف مائل تھی، پہلے ”ناسخ“ سے اصلاح لی، پھر میر علی اوسط ”رشد“ کے شاگرد ہوئے، عرصے تک لکھنؤ میں رہے اور یہیں تعلیم و تربیت حاصل کی - لکھنؤ ’مرشد آباد‘ کانپور کے مشاعروں میں اکثر شرکت کی [۲] اُن کے تین دیوان کلیات کی صورت میں چھپے ہیں، فخر میں کئی رسالے، اعلان الحق، سراج المذہب، تہذیب النشأتین، بغضائل الثملین، امان المومنین عن مکائد الشیاطین، بھی اُن کی تصنیف ہیں - فخر کے بعد ایک قتل کی سازش میں اُن پر مقدمہ قائم ہوا اور کالے پانی کی سزا تجویز ہوئی - ۱۸۶۰ء میں قید سے رہائی پائی - آخر عمر میں ثواب کلمہ علی خاں کے عہد میں رام پور میں قیام کیا اور یہیں ۱۲۹۷ھ (۱۸۸۱ء) میں وفات پائی -

نہایت ذہین اور پر گو شاعر تھے، ہر صنف میں اُن کے اشعار کثرت سے موجود ہیں - قصیدے کی سی پرگوئی غزلوں میں بھی ہے - ایک ہی طرح میں تین تین چار چار غزلیں ۳۲ اور چالیس اشعار سے زیادہ کی موجود ہیں - یہی وجہ ہے کہ غزل میں قصیدے کا زور ہے لیکن غزل کی خصوصیات، سوز و گداز اور آمد کا لطف موجود نہیں - قصائد میں بھی اگرچہ سب کچھ ہے لیکن تسلسل مضامین اور ترتیب اکثر جگہ مفقود ہے -

[۱]—دیوان اول (کلیات منیر) کے دیباچے میں جس کا تاریخی نام مقتضب العالم (۱۲۶۲ھ) ہے لکھا ہے کہ ۳۵ برس کی عمر میں منیر نے یہ دیوان تصنیف کیا تھا - اس حساب سے سال ولادت ۱۲۶۲-۱۲۲۹ھ ہوتا ہے -

[۲]—تاریخ ادب اُردو ص ۲۸۱، ج ۱ - و مقدمہ دیوان اول (کلیات منیر) شکوہ آبادی -



## مناجات

یہی اُمید ہے فضلِ عمیمِ حقِ تعالیٰ سے  
 کہ جب تک لطفِ گردہں گزیدہ گردوں کو حاصل ہو  
 نمایاں زہرِ گردوں رات دن ہو جس زمانے تک  
 قمرِ خورشید سے تلویز کا جب تک کہ سائل ہو  
 پسندِ خاطرِ مردمِ مرا دیوان ہو پیارب  
 جو دیکھ اہل علم و فضل میں وہ اس کا مائل ہو

یہ عرض ہے تری درگاہ میں خداوند! کہ تھوہ دل ہوں، نہایت گناہگار ہوں میں  
 مکان ہے دلِ کافر سے تھوہ تر مہرا سیما بخت میں پیارب، سواہکار ہوں میں  
 بلند ہے عرقِ انفعال کا طوفانِ وفورِ جرم سے اس درجہ شرمسار ہوں میں  
 یہ التجا ہے کہ بہرِ نبی و آلِ نبی معاف کر مجھے، تھرا قصورِ وار ہوں میں

## غزلیات

دیوانوں کو نہیں خبرِ دوزخ و بہشت اللہ کو ہے علم ہمارے مآل کا  
 اچھی نہیں ہر لحظہ ”مادر“ اشکِ فشانہ  
 کرتا ہوں نہ کھل جائے کہیں رازِ تمہارا  
 بہتکے پھرے دو عمامے دیر و حرم میں ہم  
 اس سمتِ کفر، اُس طرفِ اسلام لے گیا  
 میں جسے کفر میں پہنچتا خدا کے پاس  
 کعبہ تک ان بتوں کا مجھے نام لے گیا

پی قہر نے شراب، مجھے بیوقوفی ہوئی نشہ چڑھا کسی کو، میں بھروسہ ہو گیا  
 طالع جگانے آپ نے اربابِ عشق کے یوسف کا حسن، خواب فراموش ہو گیا

بسمل کے بھی تزیئے کو ملتی نہیں جگہ  
 کیا عرصہ حیاتِ جہاں، تلک ہو گیا

آنکھوں میں پھرتی ہے اُس غیورتِ لہائی کی شادیہ  
 پردہ چشم کو میں پردہِ محفل سمجھا

خلعت مجھے وحشت نے دیا وسعت دل کا  
 جامے میں مرے دامن صبراً نظر آیا  
 مل مل گئے ہیں خاک میں لاکھوں دل روشن  
 ہر ذرہ مجھے عرش کا تارا نظر آیا

جان کر اُس بت کا گھر کعبے کو سجدہ کر لیا  
 اے پرہمن، مجھے کو بہت اللہ نے دھوکا دیا  
 قم سہجے میں، پر غمزدہ بھجا نہیں اُٹھتا  
 مرتے ہیں مگر ناز مسیتا نہیں اُٹھتا

سینے سے جہاں ہے دل دیوانہ ہمارا دیواروں سے چھپتا نہیں ویرانہ ہمارا  
 جانے کو تو جاؤ گے زرا اور تھہر جاؤ ہشیار تو ہو لے دل دیوانہ ہمارا  
 مدد سے نکل آیا ہے جگر، اُنہیں کرتے دل دیکھ لے اے ہمت مردانہ، ہمارا  
 دہلائے دوں میں دل مجھے لایا بہشت سے خانہ خراب اور کرے گا قصور کہا

تمہارے گھر سے پس مرگ کس کے گھر جانا؟  
 بتاؤ، آپ سے جاتا تو میں کدھر جاتا؟  
 اجل کے بھوس میں موری تلاش کر لیتے  
 وہ آپ تھوکتے کے لے آتی میں چدھر جاتا

دل ترا، جان تری، عاشق شیدا تیرا  
 سب یہ تیرا ہے تو پھر کس لئے ”مہرا“ تیرا؟

داغ گداز ہوں گلی بستان مغفرت آئے اگر مدینے سے چھوٹا نسیم کا

آج پر کہا ہے، ہمیشہ تھی لطافت پردہ دار  
 کب ترا جسم، اے پری، پوراہن جاں میں نہ تھا

دنیا و دیں سے جس نے نکالا کھڑے کھڑے  
 یادیں بکھیر وہ دل خانہ خراب تھا  
 بھگانہ نیک و بد سے رہا ہر لباس میں  
 کانٹا بہار میں، تو خزاں میں گلاب تھا

دنیا و دیں کو چہرے کے کس سمت کھو گیا  
تھوندو یہیں کہیں دل خانہ خراب تھا

اک روز بھی نہ کوچے میں اُس کے گذر ہوا  
سو مرتبہ زمانہ ادھر کا ادھر ہوا  
دشمت چلوں سے نقس کف پا اُلجھ پڑا  
شکر خدا کہ پانو مرا درمیاں نہ تھا  
بجلی تھی مہربان' کبھی آتیش بہار  
صد شکر ' بے چراغ مرا آشیان نہ تھا  
عمر و فتنہ کے تفتحص کو گیا تھا لیکن  
حشر تک طالع برگشتہ نہ پھر کر آیا

اُن کے جاتے ہی نہ تھہرے گی بہار بزم عوہں  
ساتھ اپنے ایک کُل سارا چمن لے جائے گا

گواہ تیر نگہ بھی ' اجل بھی شاہد ہے  
تمہارے سامنے میں جان بیچ کر آیا  
دنیا سے ہے بہار دل دیوانہ کسی کا  
بستی میں سماتا نہیں ویرانہ کسی کا  
ساقی کے قدم لہڑے سے کیا ہاتھ لگے گا  
دل تھام لے اے لغزش مستانہ' کسی کا  
گھر پھونک دے اے برق جہاں سوز ' خداوا'  
چلنے ہی سے روشن ہو سیکہ خانہ کسی کا  
نہلند آتی ہے ہر ایک کو آغوش لحد میں  
شاید کہ اجل کہتی ہے افسانہ کسی کا  
جاگی ہوئی تقدیر نہ سوچاے شب وصل  
لہ نہ کہو اڑیے افسانہ کسی کا  
ساقی سے دیدار دیے جائیو لیکن  
اندلی کہ نہ لہریز ہو پیمانہ کسی کا

ایلوں کے توڑ چوڑ سے پھلنے میں پھلس گیا  
میرے گلے میں طوق ہے دست شکستہ کا

وصل نے لوت لیا دونوں کو تنہا پا کر  
آج میرا ہے گریبان نہ دامن اُن کا  
مجھ کو تو اپنی شہادت کا فہ ہوگا دعویٰ  
ہانہ پہچان نہ لیں خلیج و گردن اُن کا

دل میں ہمارے وحشت مجنوں نے لی پلا  
مدت کے بعد خانہ خرابی کو گھر ملا  
نقصان کا عوض ہو زمانے میں کس طرح  
جو دن گذر گیا نہ کبھی عمر پھر ملا

بے رنج اُٹھائے ہو نہ سکا اقربا سے مہل  
 میرے گلے سے ہاتھ مرا ڈوٹ کر ملا  
 پایا مزا اُکھر جوانی میں وصل کا  
 قسمت سے ساری رات میں پچھلا پہر ملا  
 ممکن نہیں ہے وصل بتاں بے شکست دل  
 دریا سے جو حباب ملا ڈوٹ کر ملا

لے چلے نفس دنی، بار گئے سوے ہدم      اسی مزدور کے سر پر رہے اسباب ایلنا  
 نہلند کے آنے کی لایا ہے خبر پیک اجل      بند دروازہ کر اے دیدہ بے خواب، ایلنا  
 دُھرا کے تھری باتوں کو لیجئے مہم مزا      قائم مقام دوسرے لب کا، سخن ہوا  
 اقبال مند تیغ ادا لے کئے پسند      مہم کم نصیب نلک کملد و دسن ہوا  
 سوداے دل نے عالم وحدت مہم کی جگہ      ہو کا مکان، جوش چلوں کا وطن ہوا

موسلی سے بھی ہے ربط بت خود پسند کا  
 بس اب خدا ہے اپنے دل درد مند کا  
 اپنے سوا نظر نہیں آتا کوئی مجھ  
 مسارا ہوا ہوں ایک بت خود پسند کا  
 دو ایک ہوندیں خون کی کس کام آئیں گی  
 کہا لہوں گئے دل دکھا کے کسی درد مند کا  
 تھوکر لگاتے آتے ہیں اٹھکھیلوں کے ساتھ  
 اللہ حافظ اپنے دل درد مند کا  
 جاتی ہے روز خاک مری آسمان تک  
 ملتا نہیں دماغ تمہارے سمد کا

اپنے رتبے سے جو منظور ہے بڑھ کر ہونا  
 اے قیامت، قدم یار کی تھوکر ہونا  
 معمور، خاک نشینوں سے تعلی کب تک؟  
 ایک دن ارض و سما کو ہے برابر ہونا

تمہاری گلی سے سوے کعبہ جاؤں      خدا سے ڈرو مجھ سے ایسا نہ ہوگا  
 دھے پیاد اے آفتاب قیامت،      جلا کر مجھے تو بھی ٹھنڈا نہ ہوگا

اُٹھے گا غرور اس قدر کس سے؟ توبہ، خدا آپ ہونگے، تو بلدا نہ ہوگا

شاید ننگہ یار ہی اس کوچہ میں تھہرے  
اب تک رگ جاں میں کوئی نشتر تو نہ تھہرا

بعوں کے قد راست پر فہش ہے ناصح یہ بھٹکارہ سیدھا، مسلمان نکلا  
خاک ہو جاؤں جو راہ کعبہ مقصود میں میری مٹی سے بنے اللہ کے گھر کا جنواب  
دکھا کدے ہو کوچہ بوکانگی میں پائو لائی تمہیں لگا کے مہبت کی راہ دکھا  
جو ہے بوکانہ سب زمانے سے اُس سے دکھا پوچھوں کب ملیں گے آپ  
دکھا کہوں پہلی ملاقات کی بات رات کی رات گئی، بات کی بات

جو مرگ کچھ نہیں مرض عشق کا علاج  
بیمار پڑ کے بھی نہ مریں ہم تو کیا علاج  
اس شان، اس شکوہ نے بیعتاب کر دیا  
تم ایسے بن کے اُنہ کہ بگڑا مرا علاج

ساز مشورت سے نکلتی ہے نوائے صبح میں  
جائے قلقل پڑھتے ہیں شہشہ دہائے صبح میں

دل میں طمع زر ہے جدا، آہ جدا بلد  
اس شہشے میں ہے سارے زمانے کی ہوا بلد

حال پوشیدہ کھلا سامان عبرت دیکھ کر  
پڑھ لیا قسمت کا لکھا لوح تربت دیکھ کر  
اس قدر بھٹکود ہوا آثار وحشت دیکھ کر  
اُنہ سے نام پوچھا اپنی صورت دیکھ کر  
جام کوثر، دست ساقی میں نظر آیا مجھ  
اُنہ دکھا آنکھوں کا پردہ ابر رحمت دیکھ کر  
ملہ ہمارا جلوہ دیدار کے لائق کہاں؟  
اپنی صورت دیکھتے ہیں تیری صورت دیکھ کر

آنسو پونچھے یاد آیا جب جوانی کا مزا  
 آنکھیں ملتے رہ گئے ہم خواب راحت دیکھ کر  
 اب نہیں نازک مزاجی سے قوجہ کا دماغ  
 اے اجل ، آنا کبھی ہلکام فرصت دیکھ کر  
 تھرے بندے سر جھکاتے ہیں بتوں کے سامنے  
 سجدے کرتا ہوں اُٹھی تیری قدرت دیکھ کر  
 ہوگی شکست دل جو ترے دست لطف سے  
 یہ شہشہ صاف ثوت کے دے گا صدائے عشق

مہکدے میں جلوہ گر داغ دل روشن ہوا  
 خاموش جی جلائے آنسو بہائے سن تو زبان شمع سے یہ ماجراے عشق  
 تقریریں مختلف ہیں ، مگر بولتا ہے ایک  
 باجے ہزاروں ہجتمے ہیں ، لیکن صدا ہے ایک  
 اب تو روٹھے ہوئے جاتے ہو مگر یاد رہے  
 خواب ہو جائیں گے ہم ، تم کو خیال آنے تک

جی بھر کے گلے خانجر ابرو کو لگاتے  
 دیکھو گے تم کبھی تو مصیبت کی آنکھ سے  
 یاد رہے کہ تم کبھی تو مصیبت کی آنکھ سے  
 اکثر وہ دیکھتے ہیں تماشاے بھنگو دی  
 یارب ، ہمہ تن کس لیے گردن نہ ہوئے ہم  
 اُسید وار تم سے وفا ہے وفا سے ہم  
 منزل وحدت کو کہ کڑی ہے پر یہ مصیبت اُس سے بڑی ہے  
 ہر کسی اپنے پونچھے پڑی ہے ہو کے اکھلے جانوں کدھر ہم

کعبے سے منجھ کو لائے سواد کشت میں  
 اصلاح دی بتوں نے خطا سر نوشت میں  
 اور منجھ سا جان دینے کا تمنائی نہیں  
 اُس کا شیدائی ہوں جس کا کوئی شیدائی نہیں  
 یا کرو ایذا کسی کو یا کسی کے ہو رہو  
 چار دن کی زندگی میں لطف تنہائی نہیں

سر کو ٹکرا کر مٹایا اپنی قسمت کا لکھا  
 دہر میں، کعبے میں اب فکر جہوں ساٹی نہیں

ملمصور کے مانند سرِ دار بہت ہیں \_\_\_\_\_ حق ایک کا ہے کہلے کو حق دار بہت ہیں  
 بیعت خلاف عقل گوارا نہیں مجھ \_\_\_\_\_ روز ازل سے پھرِ خرد کا مرید ہوں  
 جان پڑ جائے بجاؤ ایک چٹکی تم اگر \_\_\_\_\_ طائرِ رنگ حلا ہولے تہارے ہاتھ میں  
 کھینچ سکے تصویر، بھٹابی میں کہا \_\_\_\_\_ ایک صورت پر رہا جانا نہیں

پہنچا جو تیرے کوچے میں خرد رفتہ ہو گیا  
 جانا رہا میں آپ سے راہِ نجات میں

اے بت، یہ ہے نماز، کہ ہے گھات قتل کی؟  
 نیت ادا کی ہے، کہ اشارے قضا کے ہوں؟  
 اے بت، ہمیں ہیں عاشقِ یک رنگ دہر میں  
 سب برہمن حضور کے، بلندے خدا کے ہوں  
 پھراتے ہیں حضور کے ظلموں کی صورتوں  
 ہم بت تراش آپ کے سلگ جفا کے ہیں

لاٹ بے داغ اے بادِ صبا، ملتا نہیں \_\_\_\_\_ باغِ عالم میں دل بے مدعا ملتا نہیں  
 مالِ جہاں سے تیر کی مٹی ہی پائے گا \_\_\_\_\_ ہے ایک مہشتِ خاک نصیب بخیل میں  
 لوٹیں بہارِ آتشِ رخسار، بلبلوں \_\_\_\_\_ صیاد کا گذر نہیں باغِ خلل میں  
 بعدِ مردن لحد میں گرتے ہیں \_\_\_\_\_ گھر تو بستنا ہے ہم اُجڑتے ہیں  
 ساتھ دے کون راہِ اُلفت میں \_\_\_\_\_ پانروں سے نقش پا پھرتے ہیں

چراغِ لے کے جسے تھونکتے ہیں پروانے  
 ہمارے دل میں ہے وہ شمع، انجمن میں نہیں

راہ میں صورتِ نقش کف پا رہتا ہوں \_\_\_\_\_ ہر گھڑی بدلے بگڑنے کو پڑا رہتا ہوں

بہک کر جلوۂ مستانہ آیا دل کے چہالے میں  
 شرابِ عیشِ دی ساقی نے پر توڑے پھالے میں

تم نے گم نام و حزیں تو مجھے لکھا ورنہ نام کو بھی خط نقدیر میں القاب نہوں

نظر دریا دلوں کو کب ہے بازاری حسیلوں پر  
 آنہیں قطرة سمجھ چکے گھروں پر جو پھسلتے ہیں  
 ہجوم نزع میں روح رواں سے جسم کہتا ہے  
 ذرا اے سانس، دم لے لے کہ ہم بھی ساتھ چلتے ہیں

یہ نہیں ممکن وہ فہروں پر خفا ہو، میں نہ ہوں  
 جس جگہ میرا مقدر لڑ رہا ہو میں نہ ہوں

تھہری ہوائے پیار دل چاک چاک میں ہم نے قفس میں بند کیا ہے نسیم کو  
 خلیج ناز سے جب چھوڑے ہو تم مجھ کو دین زخم سکھاتے ہیں تبسم مجھ کو  
 کوئی حیلہ تو تعارف کا خوشی سے نکالے کاش تقدیر ہی پر آئے تبسم مجھ کو

سب کہتے ہیں حور ہو، پری ہو کچھ ہم بھی کہیں، جو آدمی ہو  
 قصے میں رہو گے آگ کب تک لو ہوش میں آؤ، آدمی ہو

رونا لازم نہیں دم نزع میری رخصت ہلسی خوشی ہو

بکشمش کی آبرو نہیں دھتی نمود سے  
 یوں چھپ کے دو کہ دست گدا کو خبر نہ ہو  
 چھپ کر لگا لوں کعبۂ مقصود کا پتا  
 یوں تھوکت لوں کہ قبیلہ نما کو خہر نہ ہو

تھوڑی چڑھا کے پوچھتے ہو، عرض کیا کروں  
 سوچھے گی دل کی بات کرم کی نظر تو ہو

حیا آئینے کو بھی دوہرو آنے نہیں دیتی  
 ترستی ہی دھونگی تھری آنکھیں تھری صورت کو

سلتا ہوں کہ پہنچتی کوئی فریاد اثر تک  
 اے یاس، خبر لے کہیں میری نہ دعا ہو



روز فراق یار کی کس طرح شام ہو \_\_\_\_\_ ہمدرد ابد ملے تو یہ دن بھر تسام ہو  
شب فراق بھر یارب ' آبرو سے ہو \_\_\_\_\_ نماز صبح گھاہست اسی وضو سے ہو  
مدت سے چھوٹی ہیں زمیں و فلک ترے . \_\_\_\_\_ آٹھلے در رویہ میں اپنا جمال دیکھ

حبیب میں جب یاد آئیں وہ آنکھیں \_\_\_\_\_ طاق حرم پر رکھ دی توبہ  
بھر سے پی کر ماتھا کوتا پھوٹی قسمت ٹوٹی توبہ

نہ پھولوں تاکہ راحت میں بھی آزار مصیبت کو  
مرے ہو بلذ میں غم لے کر دے دی ہے مشکل کی

بھرت سے تک رہا ہے جو ملہ ایک ایک کا  
آٹھلے کو تلاش ہے کس کے نظیر کی ؟

دیکھا ہے عاشقوں نے بزمین کی آنکھ سے  
ہو بیت خدا ہے چاہلے والوں کے سامنے

دل میں عکس چھوڑ جانا ہے \_\_\_\_\_ آٹھلے کا آنلے میں خانہ ہے  
کس طرف کرتے ہو سجدے راہدو \_\_\_\_\_ کعبہ ایک اجڑا ہوا بت خانہ ہے  
اختلاط اپنے عناصر میں نہیں \_\_\_\_\_ جو ہے مہرے جسم میں بھکانہ ہے  
مہکدے کا کام دل سے لیجئے \_\_\_\_\_ خم کا خم پیمانے کا پیمانہ ہے

درویا میں بے ثباتی عالم کو دیکھ لے \_\_\_\_\_ جام جہاں نما سے زیادہ حباب ہے  
جاتی ہے مہمت دولت بیدار ہانہ سے \_\_\_\_\_ لکھ اب تو جاگھے تھوڑی سی رات ہے  
دل ہی گہا تو کون بتوں کا کرے خیال \_\_\_\_\_ کعبہ کے ساتھ سنگ پرستی چلی گئی

انگلی اُٹھا کے کہتی ہے مہصور سے یہ دار  
اُس راستے سے \_\_\_\_\_ شہر وصال ایک مہل ہے

ہرنگ شمع خسوشی سے باتوں کرتا ہوں \_\_\_\_\_ زبان قطع ہوئی پر ہے گفتگو ہائی

زردی رنگ عشق نہیں اور رنگ میں  
مہرے ہی رنگ سے مری تصویر کھینچتے

غدروں کے پانوں پڑ کے نہ آگئیں گے تھیرے گھر یوں اہڑیاں رگڑ کے بھی مرنا قبول ہے  
 صدم کو لے ہی گیا بیٹھوئی کا پاس مجھے تلاش کرنے نہ پائے مرے حواس مجھے  
 ہوائے کوچہ قاتل نہ نکلے دل سے کہیں کھلا ہوا در چاک جگر نہیں دکھتے  
 ہے جلوہ گرِ دیر و حرم ذاتِ تمہاری تھہری ہے دھملے میں ملاقات تمہاری

دور سے بھی کبھی ملنے کے اشارے نہ ہوئے  
 ہم کہیں کے نہ رہے تم جو ہمارے نہ ہوئے

جان آگئی پتلیوں میں دیکھو آنکھوں میں درج اے صدم ہے  
 قتل کر کے آئے ہیں وہ عذر خواہی کے لئے  
 دل مرا ہے ساتھ ساتھ اُن کی گواہی کے لئے

میں روتا ہوں آہ دسا بند ہے پرستیا ہے پانی ہوا بند ہے  
 کہاں قاتلے تک رسائی مجھے میں ہوں لنگ شور در بند ہے  
 سواری تری آ کے کھا پھر گئی ادھر کو ادھر کی ہوا پھر گئی

بتوں کے گھر کی طرف کعبے کے سفر سے پھرے  
 ہزار شکر کہ چیتے خدا کے گھر سے پھرے

ملتا نہیں سواغِ دل خاکسار کا مدد سے خاک چھانتے ہیں تیری راہ کی

آہ بھی دل میں نسیم سحری ہوتی ہے  
 جو بلا آتی ہے ' اِس گھر میں بری ہوتی ہے

صبح طالع ہوئی سو بھی اُٹھ سونے والے  
 آفریں اے مرے بیدار نہ ہونے والے

اہلِ مسئلہ کو گذر جاتی ہے کہتے ہی میں رات  
 مست ہیں سناٹے دیوار کے سونے والے

بیچ سے پردہ ہستی بھی اُٹھایا میں نے  
 اب تو ملے کھول دے او سامنے ہونے والے

اچھا نہوں جو راز تپ عشق فاش ہو \_\_\_\_\_ اے نبض، دل کی بات نہ کہنا طیب سے  
 تیغ نکاح آپ کی ہر طرح قہر ہے \_\_\_\_\_ بے کھائے جان جاتی ہے کھائوں تو زہر ہے  
 جلیں جس کی دل سے جگر تک نہ پہنچے \_\_\_\_\_ اٹھی وہ نالہ اثر تک نہ پہنچے  
 نہیں علم کیا کہتے ہیں لوگ ہم کو \_\_\_\_\_ وہ ہم ہیں کہ اپنی خبر تک نہ پہنچے

یارب کبھی تو زخمِ معصیت گذر کرے  
 پہلو میں راہ، سہلے میں جا، دل میں گھر کرے  
 در نہ جوشِ خوں شہیداں سے بھاگے \_\_\_\_\_ پہلے قدم اٹھالے سے دامن اٹھالے  
 کھا ہانہ مردے پہنچیں گے دامنِ بے تیاں تک \_\_\_\_\_ اپنے ہی گریبان سے فرصت نہیں ملتی

ترجہی نظر کے حال سے واقف نہوں کوئی  
 کس پر چہری چلی ہے، 'مردے دل سے پوچھو  
 میرے نصیب، یانو کی آہٹ سے جاگ اٹھ  
 سہلے میں کون آ کے چھپا دل سے پوچھو  
 راز و نیازِ عشق سے آگاہ میں نہیں  
 مجھ سے نہ پوچھو، 'یہ مردے دل سے پوچھو

سب میٹکسوں کے دیدہ و دل کون لے گیا \_\_\_\_\_ شہشہ کہاں ہیں ہاے وہ پیمانے کیا ہوئے  
 مقدور جو ہوتا تو بڑھاپے سے نہ جھکتے \_\_\_\_\_ گرتی ہوئی دیوار کو ہم تھام نہ لیتے؟  
 جو پوچھتا ہے عشق میں کہوں رنگِ زرد ہے \_\_\_\_\_ ہانوں سے دل کو تھام کے کہتے ہیں درد ہے  
 شکر خدا کہ رنج سے آباد ہے یہ گھر \_\_\_\_\_ مدت سے دل نہیں ہے، تو پہلو میں درد ہے  
 اک رشکِ آفتاب نے پرہیز کر دیا \_\_\_\_\_ صبحِ قیامت اپنے بگولے کی گرد ہے  
 میٹخانے میں شہشہ کوئی ٹوٹا ہے مقرر \_\_\_\_\_ بھساختہ کہوں دل میں مردے درد ہوا ہے

مفت بد نام ہے میٹخانہ عالم میں شراب  
 کوئی پوچھ تو، 'نظر ہوش رہا کس کی ہے؟  
 تجھ کو دعوایِ خدائی ہے کہ اے بت مجھ کو  
 شمع میں حد نہیں جس کی وہ سزا کس کی ہے؟

یہی انصاف ہے اے فصل بہاری، تیرا :  
 جال میں مرغ چمن، باغ میں صیاد رہے؟  
 بادشاہوں میں ہوں محسوب، نہ درویشوں میں  
 یا الٰہی تری دنیا، ہمیں کہا یاد رہے  
 کہا بتائیں تجھے اے شوخ حقیقت اپنی  
 نامراد آئے کرے کوچے میں، ناشاد رہے  
 خوف پیری سے نظر بھر کے نہ دیکھا تجھ کو  
 اے جوانی تری صورت ہمیں کہا یاد رہے  
 چاہیے مجھ کو ترا ناز اُٹھانے والا  
 جان جانی ہے تو جائے دل ناشاد رہے

ازل سے جو زخمی ہے وہ دل یہی ہے خدا ساز دنیا میں بسمل یہی ہے  
 نصیب ایسے نالے کہاں بلبلوں کو؟ میں پہچانتا ہوں، مرا دل یہی ہے  
 نہ تو کچھ فکر نہ تدبیر لیے پھرتی ہے جابجا گردش تقدیر لیے پھرتی ہے  
 والے قسمت نہیں ملتا کوئی پڑھنے والا زال دنیا خط تقدیر لیے پھرتی ہے

زہر قاتل دونوں ہیں بیمار ہجران کے لیے  
 مہربانی آپ کی، نا مہربانی آپ کی  
 پائے نازک پر جو سر رکھا تو کھائیں تھوکریں  
 یہ ہماری بلدگی، وہ قدر دانی آپ کی

سب ہیں مجاز دوست، حقیقت پسند، میں  
 بلدہ ادھر، تمام زمانا ادھر رہے  
 حمایت ہوگئی جاگیر میں، اقبالیم استغنا خدائی مانگ کر لایا میں درگاہ الٰہی سے  
 اُنی خاک اُس کے دھنڈر کی یارب یہ ہوا چلی کدھر کی  
 جھٹکے دیے یاس نے دم نزع توٹی اُمید عمر بھر کی  
 مرے تن میں جان بن کر نہ دھوگے تم ہمیشہ  
 کہو عہد زندگی کا کسے اعتبار آئے؟

دکھو دل چہراں کو اگر سامنے اپنے آئینہ تمہیں ملے نہ دکھائے مرے آگے

حسن تیرا ہر آنکھ میں ہے نہ لاکھوں نقشے ہیں ایک صورت کے  
فکر دوزی میں پھرتے ہیں سر تکرے کھاتے ہیں پھوٹی قسمت کے

بال بکھرائے ہوئے آتے ہو کیوں مقتل میں  
اتھ کے لے لیں نہ بلائیں کہیں مرنے والے

آنکھ پھرتے ہی تری 'مجھ سے خدائی پھر کئی  
کیا مری ہر گھٹتہ بختی کی دھائی پھر کئی

نہ کھینچو جگر سے کتاری ابھی مزا لیتی ہے بے قراری ابھی  
وہی آزمائش ہے اُن کی ہلوز وہی مہری بے اعتباری ابھی  
جاتا ہے لطف کیف جوانی دماغ سے پہلے پہل یہ پھول بچھرتا ہے باغ سے

بیمبسی کا تو کہیں نام متے کوئی تو آئے 'قیامت ہی سہی  
کھا پڑا لہن کے پگڑ کر مجھ سے تھرے تھور 'مری قسمت ہی سہی

مخمس

فزل رشک

توحید میں ارشاد مکرر ہے خدا کا مشرک جو ہے دشمن وہ مقرر ہے خدا کا  
دیدار کم احول کو میسر ہے خدا کا جو دیدہ یک بھں ہے وہ ملظر ہے خدا کا  
جس دل میں نہیں شرک وہی گھر ہے خدا کا

فزل ثواب نصیر الدولۃ

ہے میسر مجھے نظارۂ باغ اس تجلی سے عرش پر ہے دماغ  
نہیں راتوں کو احتیاج چراغ سیفۂ خاوار ہے آفتاب ہے دماغ  
صبح متحشر مرا گریمیں ہے

قصائد

نعت سید الدوسلین (مناظرۂ ہستی و مرگ)

مہیب رات تھی ایسی کہ بس خدا کی پناہ

زبان ہو سر ہو پر تھی الامساں کی پکار

مکان گور کہن ' فرہں خاک ' بالہں سلگ ' کھڑے تھے بھاگنے کے واسطے در و دیوار  
 عجب نہیں ہے جو آنکھوں کی راہ بھولی نہیں  
 اندھیرے گھر میں فتنے آ آ کے پھر گیا کئی بار  
 اندھیرے میں نہ ملا نہیں کو مقام پناہ  
 لہز کے مردوں کی آنکھوں میں جا چھپی اکبار  
 چراغ جا کے جلا لائے غول دوزخ سے  
 نہ پائی آنکھیں روشن مہمان شہر و دیار  
 چراغ خانہ مجلس کی طرح مہمان فلک  
 چمک کے شام کو نکلا نہ صبح تک زہار  
 اندھیری رات میں یوں تھا ہجوم ابر سیما  
 کہ جیسے اڑدے پر ہو سیما دیو سوار  
 زمانے پھر کی بلاؤں میں مبتلا تھا میں  
 خفا میں جان سے تھا جان مجھ سے تھی بھزار  
 ادھر تو کھینچتی تھیں سخت جانہاں دامن  
 ادھر قضا مرے لے جانے کے لیے تھوڑا  
 میں طرفہ رد و بدل تازہ کشمکش میں تھا  
 مرے لئے ہوئی ہستی و مرگ میں تکرار  
 ہر اک کو دونوں میں دعوائے انصافیت تھا  
 ہر ایک کرتے تھے اپنی فضیلتیں اظہار  
 بیان دعویٰ ہستی یہ تھا کہ سن اے مرگ ' میں  
 تجھ سے بڑھ کے ہوں ' آگاہ میں صغار و کبار  
 مرے طفیل سے قائم ہیں آسمان و زمیں  
 مجھ سے ہیں مہ و خورشید مطلع انوار  
 مرے سبب سے ہے مہدی دین حق قائم  
 مرے سبب سے ہے ابدال صاحب اسرار  
 خدا نے کھائی قسم ہستی معتمد کی  
 تو کیا ہے عرش سے بھی میں ہوئی بلند وقار

مرے سبب سے خضر رھلے عالم ہے  
 مرے سبب سے ہے الیاس صاحب آثار  
 مرے سبب سے ہے فردوس آشیان ادیس  
 مرے سبب سے مسکھتا ہے آسمان سیار  
 مکتھط دھر مہوں مہوں ہوں برونگ کشتی نوح  
 ترے وجود مہوں طرفان قہر کے آثار  
 مرے پیالے مہوں آب حیات ہے لہریز  
 تری شراب مہوں مکتھط زھر عقب و مار  
 خطاب متجہ کو دیا سب نے جان شہریں کا  
 ہر ایک تلمذی ہے نفع سے تری بہزار  
 مرے نصیب مہوں بانگ نشاط و نعمت عیش  
 تری بساط مہوں ہے نوحہ اور نالہ زار  
 کہا یہ مرگ نے بس پس خموش اے ہستی  
 کچھ اس مہوں راست ہے کچھ لاف ہے تری گفتار  
 مہوں وہ ہوں جس سے لرزتے ہیں سرکشان جہاں  
 مہوں وہ ہوں جس سے ہیں عاجز ستمگر و اشرار  
 مرے سبب سے شہیدوں کو ہے حیات ابد  
 مرے سبب سے ہیں پھوند خاک بد کردار  
 مرے وسولے سے اشرار زینت فردوس  
 مرے طفیل سے اشرار ہیں وقود النار  
 پسند آتی ہے تو کسی کو ضعف پیری مہوں  
 کہ اپنی جان سے ہو جاتے ہیں بشر بہزار  
 ترے سبب سے ہیں مکتھلوں مہوں چند دولت مند  
 ہزاروں 'رنج سے ہیں نالہ کش پس دیوار  
 تری شراب نہیں ہے خمار سے خسالی  
 نہفتہ نوش مہوں تھرے ہیں نفش زھر ہزار  
 ہزاروں ہیں مرض مفاسی سے جاں برلب  
 بتا تو کسی کو پلاتی ہے شربت دہزار

ہزاروں قید میں روتے ہیں جان کو تھیری  
 منجھ بلاتے ہیں سر پھوڑ پھوڑ کر ہر بار  
 زمانے بھر میں ہے شکوہ قرے قلوں کا  
 کسی کے ساتھ نہیں تیری ایک سی رفتار  
 کسی کو کھیلچ کے مسند سے خاک پر پھیٹکا  
 کسی کو قاتل دیا چاہ غم میں یوسف وار  
 امیر تھے جو سلطان عہد دنیا میں  
 پرنگ مور وہ پھرتے ہیں دانے کو ناچار  
 قصب ہے تخت سے چمشید کو آثار دے تو  
 ستم یہ اور ہے ضحاک کو کرے مختار  
 بتا ' جو نزع کی مشکل نہ میں کروں آساں  
 تو تا بہ حشر پڑا ترے ٹیم کشتہ شکار  
 اکر کروں نہ سبکدوش میں دم سکران  
 تو بار خاطر اہل و عیال ہو بھار  
 فرض کہ رکھتی ہوں میں ہر فریب کا پردہ  
 تجھے بھی چاہیے ہو دل سے مہری ملت دار [۱]  
 ضرور کر کے ہوئے مدعی خدائی کے  
 ترے سبب سے سلاطین ظالم و جبار  
 خوشی میں تونے شہان عنید کو رکھا  
 ملول تجھ سے رہے انبیاء عرش وقار  
 خدا نے حکم دیا " قبل ان تموتوا " کا  
 جہان میں مرے مشتاق رہتے ہیں ابرار  
 پیمبران خدا میرے شہر میں سب ہوں  
 کہ جن کے نقش کف پا سے خلد ہے گلزار  
 خصوصاً اُن میں شہ انبیا حبیب خدا  
 شفیع امت و محبوب ایزد غفار  
 صفاۓ ائیسۃ لا الہ الا اللہ  
 چلاے سورۃ ما زاغ واقف اسرار



برنگ غلچہ جو ہے مہم احمد عربی  
امانت اُس کی بغل میں ہے بوجے گلشن یار  
”ملہیر“ مذمت حاضر میں عرض کر مطلع  
حضور قلب ہے نعت رسول میں درکار

ملقبت امیر المؤمنین حضرت علی

نور خورشید جو ہو صاف طور حمل موسیٰ روز کرے مصر دل شب میں عمل  
مصر شب میں جو کرے یادشہ روز عمل دل قرون میں پہونکے یاد بھضا مشعل  
گل رعنا کے تماشے کے لیے گلشن میں ایک جا ہو گلہں شام ابد و صبح ازل

پردہ ابر بھاری میں ہوائے گلشن لے چلی دیدہ نرگس سے چرا کر کاجل  
چنگ بدر واحد و خلدق و خیر و سر کی تہوی تلوار کے لنگر سے پسے لات و ہیل  
کہا کروں اسپ فلک سہر کے اوصاف رقم سایہ اس کا شب وصل تو بجلی چہل بل

لکھ درں تقویم کہن میں جو میں سرعت اس کی  
ہم بغل شام ابد سے ہو ابھی صبح ازل

مفتیہ جناب سیدۃ النسا

گذری شب سیاہ تجلا ہے نور کا پڑھئے نماز صبح کہ توکا ہے نور کا  
مصرع سے کم نہیں ہے قیام نماز صبح دو رکعتیں ہیں مطلع زیبا ہے نور کا  
معراج پائی سجده کیا خاک پاک پر داغ سجود ہے کہ ستارا ہے نور کا

مدح ثواب کلب علی خاں

آجائے تھے تم صبح کی ساعت کے برابر پھولتے ہو اب پانو قیامت کے برابر  
جب دیکھتے ہو منجھ کو بگڑ جائے ہیں تھور ہے چین جہوں تیغ عداوت کے برابر  
دیوانوں سے ہر روز ترا گیسوے خمدار آشفتم ہے زلف شب فرقت کے برابر  
ہشیار، نہیں کوئی جو آنا ہے چلے آؤ ہے بزم جہاں گوشہ خلوت کے برابر

مطالع

پتیا ہو اگر گلشن جنت کے برابر گردوں بھی ہو تھرے کف ہمت کے برابر

پھیلان میں تھوڑے در دولت کے برابر دامن ہو جو محتوائے قہامت کے برابر

رُت ہے برسات کی بہت پیہاری بدلیاں چھا رہی ہیں گردوں پر  
بجلیوں کی چمک میں ہے چہل بل کھا ہری دوب جنگلوں میں ہے  
ہر طرف کھل رہے ہیں گل ہوتے تھلکی تھلکی ہواؤں پروائی  
شفق سرخ رنگ لائی ہے نلہی نلہی برستی ہیں بوندیں  
کوکلا، بگلے، کوٹلیں، طاؤس قازیں، مرغابیاں، بطایں، سرخاب  
کھیت دھانوں کے لہلہے شاداب عکس طوطی ہو چھسے اُٹلے میں  
سوندھی سوندھی زمیں کی مٹی

آپ کے ہاتھ میں ہے وہ تلوار نام اِس برق کا ہے دشمن سوز

ہے سواری میں کیا پری گھوڑا کر رہی ہے صبا چنور اُس پر

پڑی ہے مجھ سے عناصر کے دل میں یار گڑے پڑی جو تھوری میں، عالم وہ حسن کا نہ رہا  
سمجھ لے قدر جو اکسیر خاکساری کی بساط عمر رواں کا ہے عرض چار گڑے  
کسی سے سیکھ گئی نشئیے کا اُتار گڑے تو اپنی گانٹھ میں باندھے مرا فہار گڑے

زمانے بھر میں خوشی کا کہیں نہیں ہے وطن  
خدا کے فضل سے ہے رامپور ہی مسکن

تمام شہرہ رنگیں لباس، خوش پوشاک شگفتہ طبع و شگفتہ دل و شگفتہ مزاج  
ہر اک کے ساتھ لگی پھرتی ہے بہار چمن کہیں مشاعرہ ہے پڑھ رہے ہیں اہل سخن

منجورم ہے سر بازارمہ جبیلوں کا بھرے ہیں نور کے بکروں سے کوچہ و بوزن  
خوشا نصیب جو اُس شہر میں رہے آکر جو بادشاہ ہو تو بھی نہ یان آئے وطن

مدح منشی احمد حسن خاں "عروج"

بارے آنی نجات کی باری کھل گھسا عقیدۂ گرفتاری  
ہم کو مخلص ملا دھائی کا قہر کو جائیداد بیکاری  
کوچ تھہرا مقام غربت سے اب وطن چلنے کی ہے نیازی  
رخصت اے دوستانِ زندانی الوداع اے غم گرفتاری  
کالے پانی سے ہوتے ہیں رخصت اشک شادی ہیں آنکھوں سے جاری  
بیگتھے ہیں جہازِ دودی پر اُتھتے ہیں لنگر گسارِ باری  
کرم اے خضر، السعد اے نوح، رحم اے فضل حضرت باری  
السلام اے خروش بحرِ معیوط، السفر اے سفیلۂ جاری  
زان راہ سفر، توکل ہے دھمائی کو اُس کی فغاری  
سامنے ہر طرف سمندو ہے سایۂ آسمان زنگاری

مغلسی اور رمضان

ومضان اب کا شہر ہے منجھ پر پہارے کھاتے ہیں روزے آتھ پھر  
مغلسی پہلے بھیج دی مرے پاس پھر ہوئے آپ مہمیاں آکر  
کون کہتا ہے روزہ ہے قاشام رات دن ہے مقام میرے گھر  
کھانے پیئے کی چھڑ کیوں کر آے خود بدولت کھڑے ہیں پھرے پر  
سکری کے لئے دکھاتے ہیں نقل بادام دیدۂ اختار  
شام کے وقت بہرِ افطاری نمکِ بختِ شور پڑھیں نظر  
قدح آب کی جگہ موجوں خوب لبریز آنکھوں کے ساغر  
تلفِ کامی اگر نہ زہر ملے جان شیریں کو کھاؤں جائے شکر

نذر عید قربان

قصر جاں پرور ہے باغ دلکشائے صبحِ عید دامنِ دولت سے آتی ہے ہوائے صبحِ عید  
کہنہیت دیتی ہے ہر دمِ عیدِ دلکشِ نغمۂ سلیم ہے زبانِ برگ گل پر ماجراے صبحِ عید  
دلکشیاں گلوں اگر دیکھے میانِ دامپرور کوچۂ چاک گریباں بھول جائے صبحِ عید

شہنوی

”حجابِ زنا“

اے قلم لکھ دے پہلے بسم اللہ  
حال جو کچھ سنا کیا مرزوں  
اپنے لہجے میں یہ کلام نہیں  
سیکھی سیکھی زبان ہے اس میں

قائدِ نافع یہ سب کو ہو دل خواہ  
نہیں اس میں لطافتِ مضمون  
جب تو اس میں وہ التزام نہیں  
سانہ سانہ بیان ہے اس میں

نیک عورتوں کا ذکر

سلو رادی‘ جو بھیدیاں ہیں نیک  
کام خوفِ خدا سے ہے اُن کو  
نہیں ہوتی میں بے لحاظ کبھی  
روکھی سوکھی جو پائی کھاتی ہیں  
جس سے کپڑے گرہوں پہا برتن  
ایسے تن پوش کے مڑے پر خاک  
نہیں باوریک اُن کا پوراہن  
گھر سے جانی نہیں کبھی باہر  
گھر میں مزدوری اپنی کر لیتا  
شرع کی حد سے کب وہ بڑھتی ہیں

چال اُن کی ہے ایک بات ہے ایک  
ربطِ شرم و حیا سے ہے اُن کو  
پردہ اُن کو ہے باپ بھائی سے بھی  
جو مصیبت پڑی اُٹھاتی ہیں  
بھڑ میں جائے وہ چٹورا پن  
جس سے کتا جائے سات پشت کی ناک  
کبھی کھلتا نہیں کہوں سے بدن  
عمر پردے میں کرتی ہیں وہ بسر  
دال دلیہ سے پیٹ بھر لیتا  
مسئلوں کی کتابیں پڑھتی ہیں

شرمزی خانم کی گفتگو

ماں سے تم بولی ہو شرمزی خانم :  
دوس [۱] دینا کسی کو ہے بے جا  
اپنی بدننامی میں نہ چاہوں گی  
اُن کے آگے نہ ایسی بات چلے  
گو کہ متدور اُن کو آج نہیں  
ہیں وہی گو کہ مالک و مختار  
میں کڑی ہوتی ہوں‘ بگڑتی ہوں  
ہونٹ آگے مڑے نہیں کھولے  
نیکہ کر موری شکل چیتے ہیں

امی جان‘ آپ کہوں ہوئیں برہم  
تھا یہ میرے نصیب کا لکھا  
جس طرح ہو سکے نباحوں کی  
کام اُنہیں سے ہے ہوں برے کہ بھلے  
پر شہادت ہیں‘ بد مزاج نہیں  
پر ہیں ہر طرح میرے نابعداد  
آزمانے کو اُن سے لڑتی ہوں  
مجھ سے بڑھ کر کبھی نہیں بولے  
پانو دھو دھو کے میرے پیٹے ہوں

بادشاہ سے خطاب

ہو ترقی شکرۂ حضرت کی  
یہی واجب ہوا ہے حضرت پر  
دیتے ہیں بادشاہ سب کی داد  
یہی دستور ہے ' قصور معاف '  
آپ جو چاہیں ہم سے لیں خدمت  
جب رعیت کو بادشاہ ستائے  
ملک و دولت کو صاف کہو بھتھے  
لاکھ حیلوں سے زر رعیت کا  
کب عدالت پناہ کھلائے  
قطعہ سعدی کا ہے بہت مشہور  
بادشاہ پاسبان درویش است  
گوسفند از برائے چوپاں نہست  
کہا ہو ظالم کی سلطنت میں امان؟  
نہ کلمہ چور پوشہ ' سلطانی

عدل و انصاف ' عمر و دولت کی  
رہے انصاف کی ہمیشہ نظر  
کہ رعیت ہے صورت ارلان  
ہم اطاعت کریں حضور انصاف  
پرورش کی مگر رہے نہت  
ستیا ناس جائے چوں نہ پائے  
بادشاہت کو اپنی رو بھتھے  
لوٹے جو بادشاہ بے پروا  
بلکہ وہ روسیہا کھلائے  
عرض کرتی ہے یہ کلمہ حضور  
گرچہ نعمت بفر دولت اوست  
بلکہ چوپاں برائے خدمت اوست  
بھڑیا بھڑوں کا ہے دشمن جاں  
کہ نہایت ز گرج چوپانی

### رباعی

عالم اسیری میں

غربت میں وطن خانہ بدوشوں کو ملا  
زہر غربت شکر فروشوں کو ملا  
چمک بخت چکر کھانے لگی پیاس "ملہر"  
کالا پانی سفید پوشوں کو ملا

### قصہ

نواب احمد حسین خاں "سالک" کی مدح میں

ازل کے دن سے نہیں بے علاقہ کوٹھی شہ  
اثر ملا سخن تلخ کو ہلاہل کا  
شراب آب بقا بہر سافر ظلمات  
پے طواف حرم اہل قبلہ ساعی ہیں  
تلاش معنی روشن برائے طبع ملہر

چمک ہے بہر قمر چاک ڈال کتاں کے لئے  
بلی حلاوت جاں لذت بیاں کے لئے  
مسدیح و خضر بلیے ہمو جاوداں کے لئے  
برہمنوں کی چپیں سجدۂ بتوں کے لئے  
"ملہر" مدحت احمد حسین خاں کے لئے

قید کے حالات میں

فرخ آباد اور یاران شہیق چھت گئے سب گردن تقدیر سے  
 آئے باندے میں مقید ہو کے ہم سو طرح کی ذلت و تحقیر سے  
 کوٹھری تاریک پائی مثل قبر تلک تر تھی حلقہ زنجیر سے  
 پھر الہ آباد میں بھجوا دیا ظلم سے ' تلہس سے ' قزیر سے  
 جو الہ آباد میں گذرے ستم ہیں قزوں ' قزیر سے تھیر سے  
 پھر ہوئے کلکتے کو پھدل رواں گرتے پڑتے پانوؤں کی زنجیر سے  
 ہتھکڑی ہانہوں میں بیڑی پانوؤں میں ناتواں تر قہس کی تصویر سے  
 سوے مشرق لائے مغرب سے مجھے تھی غرض تقدیر کو تشہیر سے

قلم تارین

مدراس میں قلم نیی جب ہوئے اسیر گھر اُن کو کلج خانہ آفت میں مل گیا  
 از بسکہ ہیں وہ اہل مروت میں نامدار یہ زہر تلخ عیش کے شربت میں مل گیا  
 سب دوستوں کو رنج ہوا اُن کی قید کا لطف سرور خاک مصیبت میں مل گیا  
 مدراس سے وہ آگئے جب اندھن میں گویا مقام گوشہ راحت میں مل گیا  
 والد تھے اُن کے مرد خدا شیخ مہدی دیں یہ رنج اُن کو ضعف کی کثرت میں مل گیا  
 بھگتے کے دیکھتے کو وہ آئے چہاز پر فرزند اُنہیں جزیروغیریت میں مل گیا  
 اس غم میں جب یہاں سے گئے مولہ میں کو جسم لطیف خاک کدورت میں مل گیا  
 فرط غم و الم میں گئے جانب عدم آرام اُن کو گوشہ تربت میں مل گیا  
 تاریخ اُن کی مرگ کی کہ دی " منیر " نے  
 " دیکھو مقام کلشن جلت میں مل گیا "

## صفیر

سید فرزند احمد "صفیر" سید احمد کے بڑے بلگرام کے رہنے والے ۱۲۲۹ھ میں پیدا ہوئے۔ بچپن ہی میں اپنے والد کے ہمراہ آرد ضلع شام آباد چلے آئے جہاں عرصے تک ٹھام رہا۔ ابتدا میں سید محمد مہدی "صفیر" بلگرامی اور پھر شیخ امان علی "سحر" سے اصلاح لیتے تھے۔ مرثیہ میں "دبیر" سے اور فارسی میں "غالب" سے مشورہ کرتے تھے۔ پہلا دیوان "صفیر بلبل" پڑنے سے ۱۲۸۰ھ میں اور دوسرا "خمخانہ صفیر" لکھنؤ سے ۱۲۹۸ھ میں شائع ہوا۔ ان کے علاوہ متعدد کتابیں تصنیف و تالیف کیں [۱] جن میں سے قصہ ہستیاں خفایا، مثنوی اعجاز کلیم اور تذکرہ چلوئے خضر مشہور ہیں۔ ۱۳۰۷ھ میں وفات پائی [۲]۔

کلام اکثر عاشقانہ ہے اور اُس میں "ناسخ" کی آرد کا رنگ صاف متاثر ہوتا ہے۔ صحت زبان کا بھی خیال رکھتے ہیں۔

## غزلیات

کلیم وقت میں ہم طور معنی ہے مکان اپنا  
لقب لکنت کے باعث ہو گیا معجز بیواں اپنا  
خوشی سب کی باتیں ہم کو سنوائی تھ فرقت میں  
بہلتا ہے بیونہوں دل، یہ تیرے اے چنان چاں اپنا  
توجہ سے تری ساماں ہوا ہے وحشت دل کا  
چلوں "تیرے قدم سے سلسلہ نکلا سلسلہ کا  
نہ سمجھا میری بختابی کو جب ناکاں کسی صورت  
تو اُس کا ہاتھ رکھ کر کہ دیا یہ حالِ یے دل کا

[۱]—تذکرہ چارہ خضر۔ [۲]—سین شعرا ص ۲۸۳ و تذکرہ آب بقا ص ۸۲۔

شام سے حال ہے بیمار وفا کا کچھ اور  
 دیکھتے جاؤ ، ابھی تا بہ سحر کہا ہوگا  
 وصل کی رات کتنی ، صبح کے آثار ہیں صاف  
 دل بچھا جانا ہے اے شمع سحر ! کہا ہوگا

زلف ساقی نے جو بکھراؤنی تو دریچہ اچھڑ گئے      رہ گیا زائد ، دعاے ابر رحمت مانگتا  
 آغاز ہی میں عشق " یہاں کار گر ہوا      میں کشتہ معاملہ یک نظر ہوا  
 آئے وہ اور اپنا جہاں سے سفر ہوا      کہا خوب اتفاق قضا و قدر ہوا  
 خدا ہے ، دیکھتے کہا پھل ملے اس عشق بازی کا  
 بہت نشو و نما پر اب تو نکل آرزو آیا  
 ہمیں خوبوں سے آلفت ہے ، تجھے منظور نظارہ  
 ہم آئے دل سے یہاں اے شہینے اور آنکھوں سے تو آیا

ایک پتلی سی ابھی کوند گئی آنکھوں میں      الاسان دوزن دیوار سے کس نے جھانکا  
 آیا قریب صبح جو وہ آفتابِ حسن      سلسلے لگا چراغ ، شب انتظار کا  
 جوشِ شوقِ شبِ وصل میں دشمن تھہری      تلگ آئی ہے مری آرزوے دل کہا کیا  
 جستجو میں تری تنک تھک گئے چلنے والے      پانچو پڑھلائے پڑے ہیں سر منزل کہا کیا  
 اپنا دشمن میں ہوا آپا محبت میں " صفورا  
 کہوں نہ ہو خود مریے زبانوں میں گردیاں مہرا

وہ کھڑے ہو گئے جانے کو ، قیامت آئی      یزید اجماع یہ عالم ہے صفِ محشر کا  
 یہاں جس کو دیکھتے نظر آنا ہے کج نگاہ  
 اُن کی نظر کی طرح پھرا ہے زمانہ کہا  
 مجھ کو تو بے خودی میں نہیں ہے خیال کچھ  
 دل بھی ہوا ہے مساتھ تمہارے روانہ کیا  
 جہنم میں بھی گئے ، نہ چھوٹا وحشیوں سے عشق  
 کچھ پردہ پوش ، دامن صحرانہ ہو سکا



کب اپنی چال سے ترا بیمار رہ گیا؟ در سے اُٹھا دیا ، پس دیوار رہ گیا

دشک نظارہ نے دیدار سے دکھا مجھے بساز  
تجھ کو آنکھوں میں بھی اے جان بٹھایا نہ گیا

ایک قہامت ہر گھڑی کے ساتھ ہے فرقت کی رات  
آج وہ شب ہے کہ جس کے واسطے فردا نہیں

دید شہبہ یار سے ہے میری زندگی روشن چراغ جاں کا ہے تصویر یار میں

دھوکا ہے مہوشوں کی محبت میں اے ”صغیر“ !  
مانو نہ مانو ہم تمہیں سمجھائے جاتے ہیں

نظارے پہ مائل تو ہو چشم شوق حجاب نظر پردہ در نہیں

دو گام چل سکا نہ صدم تیری راہ میں گھبرا کے شہخ بیٹھا رہا خانقاہ میں  
اے مژدہ بخش وعدہ فردا نکل بھی آ بیٹھا ہوا ہے ایک جہاں تیری راہ میں

ہمیں کافر نہ سمجھو ، زاہدو ، اس بت پرستی پر  
بیتوں کے ظلم سہتے ہیں ، خدا کو یاد کرتے ہیں

اب تو آج چرخ و بام یار دونوں ایک ہیں  
چاندنی اور سایہ دیوار دونوں ایک ہیں

طور پر موسیٰ کو خوش کر کعبہ دل میں ہمیں  
اے صدم ، ہم طالب دیدار دونوں ایک ہیں

وصل کی شب کون سونے دیتا ہے مجھ کو ”صغیر“  
چشم شوق و طالع دیدار دونوں ایک ہیں

عاشقی میں جب ”انا لہائی“ کی نوبت آگئی  
آئینہ ہو یا کہ روے یار دونوں ایک ہیں

انکار ہے ، اقرار ہے ، گلی ہے ، دما ہے :  
اب لاکھ زبانیں ہیں ترے ایک دھن میں

گل و بلبل کا نہ تو قیصلہ کر گلشن میں  
کہیں عاشق نہ لپٹ جائیں ترے دامن میں

مار ہی ڈالے گی یہ زندگی ہجرِ مجھے رشتہ جاسے کہ پہانسی ہے مری گردن میں

فردا کا وعدہ کس کو یہ سمجھائے جاتے ہو  
سمجھے گا کیا وہ جس کو اُمید سحر نہیں

مستقل پار میں ملتا دل ناشاد نہیں لائے تھے ہم کہ نہ لائے تھے زرا یاد نہیں

کسی کی فہم میں آنا نہیں ہے لکھت سے بچا ہے مہرے سخن کا اگر جواب نہیں

آئے وہ مہرے گھر ' تو رقیبوں کو لے کے ساتھ

یارب ' قبول یوں بھی کسی کی دعا نہ ہو

ہلستا ہے مل کے مہر کو ' کہوں مجھ سے وہ "مفہر"

پہلو تو دیکھتے کہیں دل لے چلا نہ ہو

گر آج وفا وعدہ فردا ہو ' تو کیا ہو کچھ فرض یہی ہے کہ قیامت ہی بچا ہو؟  
بٹھلائے ہوئے قیس کو ہے آبلہ پائی آنکھ کہیں ناکہ لیلیٰ تو مزا ہو

تعلق : عالم نہرنگ میں مشرت کا دشمن ہے

تماشا دیکھتے ہوں ہم جلا کر آشیانے کو

دیر کہتے رہے ' جاننا کیے کعبا دل کو

آج تک ہم یہی سمجھتے رہے کیا کیا دل کو

آسائیں وصال میں ہے شرط ' فکر ہجر تارنظر سے باندھ رکھوں آج خواب کو

بگڑا ' تو کیا کرے گا تو ارض و سما کے ساتھ؟

دائے کا زور کچھ نہ چلا آسیا کے ساتھ

خوبوں سے بھی زیادہ ہے بیداد گر یہ دل

اللہ ' مجھ کو بھینچ دیا کس بلا کے ساتھ؟

بس ایک نگاہ دیکھتے ہی میں نے جان دی :

آلفت کی انتہا بھی ہوئی ابتدا کے ساتھ

دنیا میں ہیں گو عدم کے ساکن، رخ ہے سوئے وطن ہمیشہ

لاکھ فہروں میں کیا تولے مجھے کو انکسار

ظلم پر تیرے مجھے ناز، اے ستم ایجاب ہے

وہ ہنسکتے ہیں مرے رونے پہ میں روتا ہوں ہنسلے پر :

لیوں میں اُن کے بھلی ہے مری آنکھوں میں ہال ہے

ہر دم صدا یہی ہے ترے ناد خواہ کی مہارا نظر نے رہ گئی حسرت نکار کی

کیا اُس سے کہوں جو ہیں کہے، ہاے : سمجھنا سمجھنا جو سمجھنا ہے ؟

تو مجھ سے اگر پھرا، تو کہا ہے ؟ اے بت، ہلے کا بھئی خدا ہے

شب فراق میں دست چلوں سے لہجہ کام، بغیر چاک کوریاں سحر نہیں ہوتی

یہ آسرا ہے کہ پھر کر تو دیکھ لے شاید : تری نکلا سے قطع نظر نہیں ہوتی

تو نے دلگشت جو موقوف کیا، اے گل تر، پھول مرجھائے چلے آئے شبنم گلزاروں سے

سمجھ کے شہنشاہ ہم سے کلام کرتے ہیں خدا ہمیشہ رکبتے بات حسن والوں کی

یہ کس خطا پہ کہا آپ نے شہید ہمیں ؟

جواب کہا ہے، سو کوئی سوال کر بیٹھے ؟

ملنے بوسے کا مشتاق ہے : پیدار کی آنکھیں :

دیکھوں تو مری بچان نکلتی ہے کدھر سے

نہیں کہہ سکتے کچھ ہم حشر کے روز تمہارا ملنے خدا کا سامنا ہے

کچھ نہ دیکھا تھا، دیکھا بھی جو موسیٰ کی طرح :

رہ گئی پردہ دیدار میں، حسرت مری

اے فلک، ہلے ہلے ہلے ہے "صغیر" :

پوچھ لے مہرے شریدار سے قیمت، مری

شرارت تری، اُنکھ کا تل ہوئی : دیا بن کے آنکھوں میں داخل ہوئی

محبت کی درپیش ملزل ہوئی، بھولوں میں خاک اپنی شامل ہوئی

فرمائو نہ ترک محبت کے واسطے ، ناصح ، ریاضت ایک پہلی عمر بھر کی ہے  
 نبات گل و لالہ کیا پوچھتے ہو ؟ اُڑے رنگ ہو کر چمن کیسے کھسے  
 سب مسلمہ ہیں یہ غمروں کی بلنائی بانوں ، پردہ اُتھ جائے تو جانو کہ محبت ہے کسے  
 تھری ہی چشم مست کا پیمانہ چاہوے ساقی مجھے تو لغزش مستانہ چاہوے  
 خبر "صفور" کی لانا کوئی ، خدا جانے کہ اُس غریب پہ کیا کوئے یار مہوں گذری  
 انجام اپنا خاک نہ سمجھے ہم اے فلک ، دنیا مہوں خاک چہان کے مٹی خراب کی  
 جسم سے ، تکلم سے ، حیا سے : مجھے مارا بھی تو کس کس ادا سے  
 بتو ، ساری خدائیں ہم کو ملتی ، جو انہی التجا کرتے خدا سے  
 پیام مرگ ، اے اجل کہاں تک ؟ کبھی قدم درجہ کر یہاں تک  
 فغان سے [۱] اب تھک گئی زبان تک ، خموش کب تک جیہا کریں گے

## قدر

غلام حسنین ”قدر“ سیوں خلف علی کے بیٹے ۱۲۲۹ھ میں بلگرام میں پیدا ہوئے۔ واجد علی شاہ کے زمانے میں لکھنؤ آئے۔ ابتدا میں امان علی ”سکر“ اور مرزا محمد رضا ”برق“ کے شاگرد ہوئے پھر امداد علی ”سکر“ سے اصلاح لی۔ قدر کے بعد لکھنؤ سے دلی آئے اور ”غالب“ کو اپنا کلام دکھانے لگے۔ آخر میں حیدرآباد میں چار سو روپے ماہوار کے ملازم ہوئے لیکن آب و ہوا موافق نہ آئی، اس لیے لکھنؤ واپس آئے اور اسی سال ۱۳۰۱ھ میں وفات پائی۔ [۱]

”قدر“ ہندی زبان سے واقف تھے اور ہندی عروض (پنجل) بھی خوب جانتے تھے۔ ان کا حافظہ قوی تھا، اور طبیعت ہمہ گیر پائی تھی۔ اردو غزلوں میں سادگی، شوخی، رنگینی اور قصائد میں روانی پائی جاتی ہے۔ زبان کی سستکی اور معاورے کی صحت ان کے کلام کا طرہ امتیاز ہے۔

### غزلیات

ملہ فق ہو سکر بن کر، جس سے شب امکاں کا  
وہ مہر قیامت ہے، مطلع مرے دیوان کا  
اک طرفہ رقم میں تھا، دونوں نے کیا ساچھا  
آلفت نے مجھے پرکھا، رحمت نے مجھے آنکا

خیم سے چم شاداب نکلا کہسار سے آفتاب نکلا  
دور دور، دور دور، کلیم دور دور وہ بام پہ بے نقاب نکلا  
غش کھا کے گرا میں شعلہ طور! ہمارے تھرا حجاب نکلا

[۱] — غزلیات قدر پنجرہ امی -

دسی تو جلی، مگر رہا بل : کاکل سے نہ پھچ و تاب نکلا  
اچھا ہوا، اور آٹھ دیکھ : لے، گھر میں ترا جواب نکلا

ہوگیا ابرو کی سٹاکی سے شہرہ یار کا  
کام کرجائے سپاہی، نام ہو سردار کا  
زلف و مڑگاں دیکھ کر پاک آگیا دشت جنوں  
وہ اندھیری رات وہ تلواروں میں چبھتا خار کا  
”قدر“ کیا اصلاح ”غالب“ سے مری شہرت ہوئی  
وہ مثل ہے : بازہ کاٹے نام ہو تلوار کا

اک کف خاک سے دیکھی تری صنعت کیا کیا  
مورچہ کوئی بلدا، کوئی سلیمان ہوا  
ہجر نے، موت نے، یا ناز و ادا نے، مارا  
انہیں دو چار میں ایک آدھ کا احسان ہوا

اُس پر کہیں نماز میں گنجد نہ پھت پڑے  
واعظ نے تور ڈالا ہے مہکا شراب کا  
آب حیات و چشمہ خورشید گرد ہو  
دیکھیں جو رنگ، خضر و مسیحا شراب کا

تم سے بچا جو نور، ہوئی روشنی شمع  
مجھ سے بچی جو خاک تو پروانہ ہو گیا  
شکل دوئی پسند نہیں، مہری آنکھ کو  
تھکا جو اشک، گوہر یکدانه ہو گیا  
بلبل کی روح کیا مرے تن میں سمائی ہے  
جب آگئی بہار، میں دیوانہ ہو گیا

ہے ورد اپنا، سحر کو نالہ و فریاد کر لہنا  
بہر صورت کسی پردے میں تجھ کو پاک کر لینا

نہیں جلت نہ سہی، خیر جہنم ہی سہی  
لہنا تھوڑا ہے، مجھے تو کسی قابل سمجھا !

یہ تو کہتے نہیں ہم حشر کا دن چھوٹتا ہے  
پہر ہماری شبِ فرقت کے برابر نہ ہوا

اضطرابِ دشتِ پیمانی نہ چھوٹے گا کبھی  
خاک ہوگا جب بدن 'ریگِ رواں' ہو جائے گا  
اُس کی اس نامہربانی پر تو میں دیتا ہوں جان  
کیا قیامت ہوگی 'جب وہ مہرباں ہو جائے گا

آئے لحد پر آج بڑا حوصلہ کیا اللہ 'کہا حضور نے خوفِ خدا کیا  
اے یار' آنکھ لڑتے ہی پرما گئی نگاہ آنکھوں سے خون ہو کے کلیجہا بہا کیا  
اشکِ گرم آنکھ سے نکلے جو بڑھی سوزِ دل ہم نے جلتا ہوا نذر اُبلتے دیکھا  
سائے کے لیے ابرِ سہہ جھوم کر آیا جب قصہ ہوا بجانبِ مہمنازتِ ہمارا  
یہ کہہ کہہ کے سمجھاتے رہتے ہیں دل کو جو بھولے ہمیں اُس کو کیا یاد رکھنا  
دامنِ رحمتِ باری میں چھپا مہرا راز میں ہوا اشکِ فشاں ہو گئی مشہور کہتا  
یا الہی یونس! میں سر سبز رہے باغِ مراک زہرِ انگور ہوں میکھن 'سر انگور' کہتا

اشکِ اُمید سے ہجر میں جب آہ کی برق چمکی اور بانں گہر گیا  
گہر عدم ہے 'یہ جہاں سے سیر گاہ ہر کوئی دم بھر کو آیا ' پھر گیا  
کہا عجب 'اے "قدر" دن پھرے مرے'  
جس کے فرمانے سے سرِ سج پھر گیا

تم نے مکھڑے پہ جو کھسکے پریشاں چھوڑا  
کالا پردہ دو کعبہ پہ مری جاں! چھوڑا  
ہاے اس موت نے ویران کیا کس کس کو  
کوہ 'فرہاد' نے 'مجدلوں' نے بہاواں چھوڑا  
دیر و مسجد میں ترا ذکر ہے اللہ اللہ!  
حسنِ الطاف نے ہلکدو نہ مسلمان چھوڑا

ہو سکتی نہیں دل شکنی مجھ سے کسی کی  
کعبہ تو مسلمان سے قہایا نہیں جانا

اُلت کے دفتر ہر آسمان کا ، کیا رخ آہوں نے لامکاں کا  
 پڑا رہا شورِ الاماں کا ، دھڑا رہا گل کہاں کہاں کا  
 عدم کی ہستی کا میں مریں کہیں ہوں ، بقا کہاں ہوں فلان وہیں ہوں  
 ہزار اُتھوں میں تو کچھ نہیں ہوں غبار ہوں صحنِ لامکاں کا  
 فقط نہ سہلہ ہی توڑ کافر چکر بھی حاضر ہے دل بھی حاضر  
 پتا تو اے تھر عشق ، آخر ترا ارادہ ہے اب کہاں کا ؟  
 ہزار نالے کروں تو کہا ہے ؟ کہیں سماعت بھی یا خدا ہے ؟  
 شوالے میں سناکھ پھلک رہا ہے تو شور کعبے میں ہے اذان کا  
 جو پیس تالے مسجدت گل : رہا نہ ہو دامنِ توسل  
 جو خاک ہو جائے جسم بلبل ، غبار ہو صحنِ بوستان کا  
 وہ برق طور تجلی آرا ، کلیم نے جس سے دم نہ مارا  
 بچھا ہوا تھا کوئی شرارِ حضور کے سنگِ آستان کا

نہ بھاگ عسرت سے امتحان میں وہ عینِ عشوت ہے اس جہاں میں  
 سنا ہے زندانِ مرمداں میں مڑا ہے کفار کے جلاں کا  
 جہنمیں سمجھتے ہیں لوگ تارے ، وہ چھٹھ ہیں وارِ پیار سارے  
 یہ ہم نے آہوں کے تھر مارے کہ ، سہلہ چھلنی ہے آسمان کا

اُلت دیا وہ طبقِ زمیں کا پتا نہیں چرخِ ہفتاب میں کا  
 برا ہو آہِ دلِ حزیں کا کہ مجھ کو رکھا نہیں کہیں کا  
 کلیم تم نے نہ اُس کی مانی تو عش میں واجب تھی تابلائی  
 جو چھوڑی تھی بحثِ لہِ ترانی ، جواب دینا تھا ہاں نہیں کا  
 کھلا وہ باغِ خلیل ہو کر ، بسنا سر طور نخلِ اخضر  
 ہوا سے جھڑ کر گرا زمیں پر ، جو ایک پھول آہِ آنشیں کا

ترے میکدے سے ساقی ہمیں نا اُمید جائیں ؟  
 جو کوئی یہاں سے نکلا وہ پھے شراب نکلا

دورِ ساغر ہم تلک پہنچا نہ ساقی ، یا نصیب !  
 جاتا ہے مشرق سے مغرب تک برابرِ آفتاب



بے نام و بے نشان ہیں، نہ پوچھو ہمارا حال  
برگشتہ بخت و بے وطن و خانمان خراب

حسن کو لاکھ ناز ہو، پھر بھی ہے فوق عشق کو  
تم سرِ گل پہ دیکھ لو، بڑھتے پائے عیندلیب  
عشق کی جب ہوا چالی، حسن نے سانس تک نہ لی  
چٹکی اگر کوئی کلی، آئی صداے عیندلیب

سودا ہے تجھے، قاروں تو نہ بن، کچھ راہ خدا میں صرف بھی کر  
یہ بوجھ نہ تجھ سے اُٹھ سکے گا سرِ پیر نہ بہت تو لاد عیش  
کیوں لاش پہ مہری روتے ہیں سب؟ کیوں صفت میں آنکھیں کھوتے ہیں سب؟  
چونکوں گا نہ خواب مرگ سے میں؛ ہے شور عیش، فریاد عیش  
صیاد نے چمن میں قفس لاکے رکھ دیا، کیا پوچھتے ہو مرغ گرفتار کا مزاج  
ملک کش مسوخت نہ ہوگا وہ حشر تک، ہے عرش پر حضور کے بیچار کا مزاج

مقصود، تیری دار مبارک رہے تجھے  
ایسا تو سر ہوا سرِ نورک سناں بلند  
یہ ضبط عشق ہے کہ نہ نکلے گی ملہ سے آہ  
ایسے جلیں گے ہم کہ نہ ہوگا دھواں بلند

موسمائی تھی کیا وہ چشم سیاہ، کھو دیا دل کا ایک نظر میں، درد

میں کیا کہوں، کسے آئے گا اعتبار اُس کا  
بہت کچھ آنکھوں سے دیکھا ہے خواب کے مانند

قبر تھکرا کے مری، کہتے ہیں کس ناز سے وہ  
تمہیں بے چہن تھے، اللہ دے آرام پسند؟

ہلڈو چشم کجا، مصحف رخسار کجا  
کفر کے تخت میں دم کو نہیں اسلام، پسند  
رمزِ اُلفت سے نہیں دست و زیاں کو مطالب  
کہوں کریں رسم و رن نامہ و پیغام پسند

خشر میں اشکِ ندامت نے بڑا کام کیا \_\_\_\_\_ نکل آیا سرے اعمال کا کورا کاف

گردن شیشہ چھکا دے سرے پیچھے پر  
ہن پرستیا دھے ساقی ' ترے میخانے پر  
دمضان آتا ہے لہہ چھکا دے ساقی '  
تیس دن رال ٹپکتی نہیں ' پیچھے پر  
فش ہوا گردن ' ساقی پہ ' کبھی آنکھ پہ لوت  
کبھی شیشہ پہ گرا میں ' کبھی پیچھے پر

گھٹ کر ہلال ہو مکہ کامل غرور سے کامل وہ ہے جو سو نہ اٹھائے کمال پر  
تو صدف گاہ دھر میں غافل ہے کس لیے پیندا لگا ہوا ہے ترے بال بال پر

یہ لن ترانیاں ' ہیں ہرگز نہیں پسند  
موسوی کو کیا ملا تجھے اک بار دیکھ کر

کیا تجھ کو ملے گا دل دکھا کر کہیے کو نہ تھا خدا خدا کر  
کہتا ہوں کہا ہے تم نے بے ہوش فرماتے ہیں ہوش کی دوا کر  
اے صبر رواں ' کہاں گئی تو تلہا مجھے نور میں سا کر

چاند سورج کو نہ فرماتے کہ " ہذا ربی " \_\_\_\_\_  
دیکھ پاتے جو خلیل آپ کے پیارے عارض

" قدر " کو ہنکدے میں دیکھا ہے \_\_\_\_\_ اُس مسلمان کا خدا حافظ

درویش ہر کجا کہ شب آمد سرالے اوست  
کہوں کر نہ زلف یار میں ہوتا قرار دل  
ایسوں کے آتے آتا ہے کوئی جہان میں  
چھاتی یہ اپنی ہے کہ ہوے پردہ دار دل

سوئے جاکر مزار میں ہم اب پہنچے ہیں کوئے یار میں ہم  
جب خاک ہوئے تو اوج پایا مل مل کر آئے قیام میں ہم

جو ہے فرش پر دھی فرش پر کوئی خاص اُس کا مکان نہیں  
وہ یہاں بھی ہے وہ وہاں بھی ہے وہ کہیں نہیں وہ کہاں نہیں

میں وہ سرو باغ وجود ہوں میں وہ گل ہوں شمع حیات کا  
 جسے فصل گل کی خوشی نہیں جسے رنج باد خزاں نہیں  
 مجھے کیا جو شور نشور ہو یہیں پوچھ لو جو سرور ہو  
 میں لحد سے اُٹھ کے چلوں وہاں مجھے اتنی تاب و توان نہیں  
 جو سمجھ گیا وہ سمجھ گیا جو بہک گیا وہ بہک گیا  
 کہ مجھ پر حال ہے گو مگر وہ نہیں وہاں نہیں وہ عیاں نہیں  
 ہوئیں زر زر جو پتھار یہ بھی اک طرح کی بہار ہے  
 میں بسنت اس کو سمجھتا ہوں یہ چمن میں فصل خزاں نہیں

تجہ میں عالم ہے فنا عالم میں تو موجود ہے  
 جس طرح گوہر میں ہو آب اور گوہر آب میں

دکیلاؤں میں تجہ کو گل و بلبل کا تالشا  
 چل تو سہی اے وعدہ فراموش چمن میں

بے مشقت کام دنیا کا ہوا حاصل کہاں ؟  
 مل گیا خواص کو گوہر لب ساحل کہاں ؟

رہے ہیں عالم قدرت میں ہم ناتواں برسوں  
 بنایا ہے ہمیں جب کو چکے ہیں امتحان برسوں  
 "ہلی" کہ کر بلا کا نشہ ہم کو چڑھ گیا یا رب  
 نہ آئے ہوش میں ہم مست جام کن فکن برسوں  
 دھوں گا جام کوثر سے نہ خالی شانہ اے واعظ  
 کہ ان ہاتھوں سے کی ہے خدمت پورمغاں برسوں

دل رخ سے آز کے پہنچا گیسوے پُر شکن میں  
 کعبہ عرب سے اُٹھ کر داخل ہوا ختن میں  
 جو لب ترانہاں میں پوری کہانہاں میں  
 خالق پکارتا ہے خدائت کے پیرہن میں

آتا ہے زلزلہ تو یہ کہتا ہوں دل سے میں  
 تھری طرح تپاں کوئی زیر زمیں نہ ہو

پشت مسجد کی ہے کعبے کی طرف اے واعظ  
کھل گیا حال رہ راست کا سارا ہم کو

حالت تو دیکھ مردم چشم سیاہ کی پھانسی گئے مہن پر گئی تار نکالا کی  
واعظ خیر اُراتا ہے عرش آلہ کی چھت گر پڑے نہ سر پہ کھیں خانقاہ کی

اے ”قدر“ تم بھی کلمے خوشامد پسند ہو  
دل اُن کو دے دیا جو زرا واہ واہ کی

شمار مہن نہں ہوچوں جہان فانی کی چلوں ہے اُسے لہریں گئے جو پانی کی  
مسجھ گیا ہوں معمّا تری خموشی کا وہ بات ہو کہ دھن نا پدید ہو جائے

تعلقات جہاں سے چھتے ہیں سرقد مہن  
سفر تمام ہوا آج اپنے گھر آئے  
جو آنکھ ہو تو جہاں آفریں جہاں مہن ہے  
اِس آئے مہن سکندر کا منہ نظر آئے

ملکسر ہوتے ہیں ہنر والے نخل جھک جاتے ہیں ٹہر والے  
حق کہو تلخ چھوت بولو گناہ بس خموشی سخن سے بہتر ہے

ہوئے کارواں سے جدا جو ہم رہ عاشقی میں فلنا ہوئے  
جو گرے تو نقش قدم بٹے جو اُتے تو بانگ درا ہوئے  
کیہی داغ کھاتے ہی آہ کی کیہی آہ کرتے ہی رو دیے  
کیہی ہم چمن کی ہوا ہوئے کیہی ہم ہوا کی گھٹا ہوئے  
ہوا فل عدم میں وہ ناگہاں کہ ملائی یاروں میں ہاں میں ہاں  
اُتے ہم تو مست المست اُتے جو بڑھ تو گن کی صدا ہوئے  
جو لہو تھا اُس میں بھرا ہوا تو ہر ایک زخم ہرا ہوا  
یہ دل و جگر مرے کیا ہوئے؟ کوئی تازہ برگ حلا ہوئے  
انہیں تلکیوں میں فشار ہے کہ تپیں میں جسم قرار ہے  
یہ نفس میں طائر باغ کیا کوئی مرغ قبلہ نما ہوئے

جو لنگہ ہے چشم سیاہ میں وہی برق طور ہے راہ میں  
 تری آنکھ پر جو فدا ہوے وہ شہید راہ خدا ہوے  
 بدلے ”قدر“ ایسے غبار ہم‘ ہوئے گردشوں میں وہ خوار ہم  
 کہ مثال دائرۂ فلک جو اُٹھے تو بے سرو پا ہوے

باغ سے جب ہوا چلی مہکدے سے گھٹا چلی  
 دل کی کلی کھلا چلی دل کی لگی بجھا چلی  
 واہ رے دورۂ شراب خانقہ میں ہوئیں خراب  
 جہوم دھے میں شیخ و شاب‘ اب کے عجب ہوا چلی

ساقی کہے‘ تو دم نہ کوئی بادۂ خوار لے واعظ کی پگڑی کیا کہ کفن تک اُتار لے  
 ساقی جو چھاندا ہوئے سرخ سرخ کو واعظ کا سبز سبز عمامہ اُتار لے  
 مثال آنکھ‘ ہم سب سے ہیں صاف جو دل میں بات ہے‘ منہ پر وہی ہے

گھر کے مٹل‘ نہ ثابت کبھی حباب رہے  
 جہاں میں سر جو اُٹھائے وہی خراب رہے

کھوڑا ہے روے یار کو زلف دراز نے قرآن اُٹھا لیا ہے برے جعلساز نے  
 ہم نے جھیلی ہیں‘ ہجر کی راتیں حشر‘ اے واعظو‘ بلا کیا ہے !  
 مہرے پہلو میں دل ہوا نہ ہوا آپ کا اِس میں مدعا کیا ہے ؟  
 ہو گئے لاکھوں خداوند آج کل نام کو گھر گھر خدائی ہو گئی  
 دیتا ہے روز حشر یہ رندوں کو دھمکیاں واعظ‘ زبان روک ! ابھی دلی درد ہے

اے ”قدر“ اُن کو ظلم دیا حق نے‘ ہم کو صبر  
 ہر بات ہے حکیم کی حکمت بھری ہوئی  
 اُمید‘ مغفرت کی‘ سیہ کاریوں میں ہے  
 کالی کھٹا میں دیکھی ہے رحمت بھری ہوئی

ہم اگر قیامت میں‘ جم کے تکتکی باندھیں  
 آفتاب معشر بھی‘ روے یسار ہو جائے

اشک سے اگر سیلچھیں، باغ طالب دیدار  
شاخ مہں جو گل نکلے روے یار ہو جائے

فزل مسلسل

جو عضو باطن خدا بلماتا، تو ہم دل بے قرار ہوتے  
جو عضو ظاہر خدا بلماتا، تو دیدہ اشکبار ہوتے  
جو نقش ہم کو خدا بلماتا تو بلمتے ہم نقش نامرادی  
غبار ہم کو خدا بلماتا، تو اپنے دل کا غبار ہوتے  
خدا کسی کے گلے لگاتا، تو پڑتے اپنے گلے اُلجھ کر  
خدا کسی کا جو ہار کرتا، گلے کا اپنے ہی ہار ہوتے  
خدا ہمارے جو پر لگاتا تو شب کو پروانہ بن کے چلتے  
خدا جو نعمے ہمیں سکھاتا، تو دن کو نال ہزار ہوتے  
خدا کسی کا چاہیں کرتا تو ہوتے غم خوار ہم غصہ کے  
خدا کسی کا انیس کرتا، تو قہر کے غمگسار ہوتے  
غرض کہ ایسا مصیبتوں کا ہمارے دل کو مڑا پڑا ہے  
کہ ”قدر“ ہم کو خدا بلماتا، تو ہم ذلیل اور خوار ہوتے

قصائد

مدح میر محبوب علی خاں، شاہ دکن

باغ پر آج گھٹا توپ اُٹھا ہے بادل  
خسرو باد بہاری کا کھنچا دل بادل  
اُپر خیمہ ہے تو بوندیں ہیں طالب خیمہ  
چوب خیمہ ہے دھڑک، سبزہ ہے فرش مخمل  
چھک پڑی کالی گھٹا، دن ہوا برسات کی رات  
سب کو ہر پھر کے دکھا جاتی ہے بجلی، مشعل  
باغ مہں چاروں طرف آگ لگائی گل نے  
سبز چھاڑوں پہ گلستان مہں چڑھے لال کدول  
قہقہہ مار کے گل کہتے ہیں ”سبحان اللہ“ !  
”بارک اللہ“ ہے پتوں کی زباں پر ہر پل

یوں شرابور میں باران بہاری سے سرو  
جیسے چوٹی کے شوالے میں چڑھے کاکا جل

گروی پڑتی ہے درختوں پہ صبا مستانہ  
فلجے کہتے ہیں چٹک کر کہ سنبھل دیکھ سنبھل  
گل سوسن کو جو توڑو تو مرا بخت سیاه  
سرو و شمشاد کو چھانڈو تو مرا طول اسل  
سونگھو ' لالے کو تو یک لخت مرا خون جگر  
دیکھو سنبھل کو تو بالکل مری قسمت کا پل  
کہا ہی شاداب ہیں گل ' رنگ چوا پڑتا ہے  
شاخ گل کہتی ہے پابل سے کہ لے مہل دی مل

شاہد فصل بہاری ہے فضا کی چلچل  
کہی پھولوں سے ہلسی ہے کبھی غلجوں سے چل  
شاخیں جھک جھک پڑیں ' یا شاہد فصل گل نے  
نار سے ڈال لیا سر پہ اُلت کر آنچل

قوت نامید ہے ' اُتھتی جوانی ہر پل  
کہ جوانان چمن آج میں کچھ اور ہیں کل  
کیا عجب سرو پہ پہچوڑے گردوں تک جامے  
کیا عجب گردہں افلاک میں آجائے خال  
کیا عجب لوگ ہتھیلی پہ جھالیں سوسن  
کیا عجب ہاتھ کے دل سے کوئی پھوٹے ' کوپل  
کیا عجب رشتہ زار سے بیاہوں پھیلوں  
کیا عجب دانہ سمجھ سے اُگے ' نخل اسل  
کیا عجب روح شہیداں بھی پے دید بہار  
خاک سے بھر بہوتی کی طرح اُٹے نکل  
باغبان چمنستان کا ہے گردوں پہ دماغ  
مچھ کو تر ہے کہیں رسواں سے نہ ہو رد و بدل  
سبز شمشاد سے ' شمشاد ہے طوبی سے پلند  
جانے طوبی نہ کہیں عرش کے اُس پار نکل

جو یونہیوں پہولتی پہولتی دھی گلشن میں بہار  
 جو یونہیوں نامید کرتا رہا ہر عقدہ ، حل  
 کیا تعجب ہے جو گولر میں نکل آئے پہول  
 کیا تعجب ہے اگر سرو میں آجائے پہول  
 کیا تعجب ہے کہ پتھر میں نمو پیدا ہو  
 خاک سے چرخ کی جانب کو چلے بندھیا چل

یہ گھنگھور گھٹا ہاتھیوں کا دل بادل  
 کجلی بن دھوم سے جنگل میں ملائے ملنگل  
 کالے بادل جو دے پانو چلے جاتے ہیں  
 بے صدا پانو یہ دھرتی ہے زمیں پر ہر پل  
 کہیں بادل کی گرج سے بھی زمیں ہلتی ہے  
 اس کی چنگھاڑ سے ہوتی ہے فالک کو ہل چل  
 پہلے ہم عرش کی زنجیر سلنا کرتے تھے  
 دیکھ کر سونق میں زنجیر ، وہ عقدہ ہوا حل  
 لے کے یہ سونق میں پائی کو ، آرائے جو پُہار  
 سارے عالم کو نظر آئے برستا بادل  
 ہیں عساری میں مرے قبائے عالم جو سوار  
 پوشش کعبہ سید ہے نہیں ہاتھی کا محل  
 تیغ در دست ہیں ہاتھی یہ حضور پر نور  
 کالے بادل میں چمک جاتی ہے بجلی ہر پل

نہمچہ سبز ہے ، پر خوں میں بہرا جاتا ہے  
 لال پہولوں میں لدی جاتی ہے اُتھتی کوئل  
 اب تک خشک ہے کیا قہر ہے تلوار کی آنچ  
 آنچ اک برق ہے کیا ابو میں دوبا ہے پہول  
 چرخ پر چڑھ کے جو اُتری تو بلی عید کا چاند  
 عید قرباں کا کیا کام ، میان مقتل



میر لائق علی خان، مدارالہمام کی مدح میں  
 ہاں مری طبع رسا ! خاک سے اٹلاک پہ چڑھ  
 ہاں مری فکر بلند ! آج پہنچ کرسی پر  
 ہاں مری دست بھاں ! عرش کی زنجیر ہلا  
 ہاں مری پائے ٹلا ! عرش کے اُس پار تھہر  
 ہاں مری شور مقامات ! بجایا دے قنکا  
 ہاں مری زور خیمالات ! جما دے لشکر  
 ہاں مری وہم رواں ! اُتھ کے بچھا دے سکہ  
 ہاں مری فہم جواں ! بڑھ کے بچھا دے مندر  
 ہاں بلاغت ! وہ فصاحت سے سنا دے خطبہ  
 سن کے ”سودا“ بھی کہے صلّ عائی چلا کر  
 اُس کی آواز سے گور متلبّی ہل جائے  
 ہند سے تسا عرب اک دھوم دھ اُتھ پھر  
 تھغ ہندی جو کھنچے نور کے جوہر چمکوں  
 جوہر خنجر روسی کے بچھا دوں تہر

اُس کا شہدیز چھلاوا ہے ، کہ اک تہر نظر  
 چاند ہے ، برق جھلندہ ہے ، کہ اک باد سحر  
 اک دہور ، ایک صبا ، ایک شمال ، ایک جلوب  
 دست و پا چاروں ہیں یہ چار ہوائیں مل کر

میرے ساقی نے میرے منہ سے لکایا ساغر  
 مطربو ، مجھ کو سنبھالو میں گرا ہر بٹ پر  
 منہ بچو ، ہانہ مرا تھام لو ، دوزر ! دوزر !  
 خدمت پور منہاں میں مجھے پہنچاؤ مگر  
 میکشو ، راہ سے اُتھواؤ خم و جام و سبو  
 مست ہوں ، مست ہوں ، لگ جائے گی موری ٹھوکر  
 نشہ کھا چھایا کہ آنکھوں میں اندھیرا چھایا  
 اب سپہ مست نظر آتا ہے مہمناہ بہر

نشے میں چور ہوں چھپتے نہیں اسرارِ دلی  
دل میں جو آتا ہے آتا ہے زبان پر فرور

راجا محمد امیر حسن خاں، والی ریاست محمود آباد کی مدح میں

چمن کا بیابان ہے گلہوں کا ہو گیا انہار  
بدل کر آئی ہے مشاطہ صبا، جوڑا  
بلندھا عروس بہاری کے در پہ بلند ہزار  
سنگھد ابر بھی چھایا تو ہو گیا گلزار  
دھڑی جمائے ہوئے سوسن اپنے ہونٹوں پر  
خدا لگائے ہوئے پانچے میں ہے دست چنار  
گلوں کے چہرے پر افشائ چئی ہے شبلم نے  
جو غار مانتی ہے رخ پر ہوائے فصل بہار

بلی ہے زخمہ ہر اک سندلیب کی مقدار  
جہاں پڑی رگ گل پر، بجھا چمن میں ستار  
گرچ ہے بادلوں کی، یا گمک ہے طیلے کی  
جو مور ناچتے ہیں، ہل رہا ہے سب گلزار  
لگائی ہے گل شب و نئے مہر سے شہنائی  
جو پتے ملتے ہیں، جہانجہوں بجاتے ہیں اشجار  
بہرے ہوئے ہیں پھالے گلوں کے شبلم سے  
پڑی جو شاخ اُٹھی جل ترنگ کی جھلکار  
ہے اُس بہار میں ایسا چلوں کا جوش و خروش  
مثال سلسلہ بختا اُٹھا چمن کا بختار  
یہ حال دیکھ کے صوفی بھی وجد کرتے ہوں  
ہوئی ہوں حال سے یہ حال قمریانِ نزار

وہ خاک ہوں جو اُڑائے ہوئے دھر مجھ سے  
میں آسمان پہ چڑھ جاؤں اُنہ کے مثل غبار  
غبار چہرے گردوں، دلیل باران است  
برس پڑوں توے گلشن یہ بن کے ابر بہار  
تو اُس سے، خلیق ہو سب سے، زبان کی صورت  
خضر کا رنگ ہو پیدا، مسیح کی گفتار

مہاراجا مان سنگھ بہادر کی مدح میں

آئی بہار، سبز ہوا چرخِ اخضر  
ہے کہکشاں بھی، صورت شاخِ چمن، ہری

کیا لالہ زار ہے ، شفق چرخ چلمیری سورج مکھی ہوا گل خورشید خاوری  
اب کی بہار آئی ہے کبھی ہری ہری

طاؤس پھر رہے ہیں خراماں ، چمن چمن  
ہیں یاسمین و سلبل و ریتھان چمن چمن  
کھسا کھسا ہوا ہے گلستاں ، چمن چمن  
اب تو ہوا ہے تخت سائیاں ، چمن چمن  
بوٹے آگے ہیں باغ میں امسال کھا پری

سب صحن باغ ہوگیا ، میدان کار زار  
لالے کی پلنگوں نے چمائی الگ ، قطار  
ہر شاخ گل ، کماں ہوئی خم کھا کے ایک بار  
پتوں کی ٹوکریں ہو گئیں ، پیکان آبدار  
بن بن گئی ہر اک دگ گل تیر کی سری  
ہے آہر بہار کی اب تو خدا کے ہاتھ  
پھیرے ہیں باغبان نے کس کس ہاتھ  
وہ رہ گیا چلار بوی ، اپنے بڑھ کے ہاتھ  
پھیلے ہوئے ہیں باغ میں موج صبا کے ہاتھ  
پتوں کے تھالے ہو گئے پھولوں کی ٹوکری

طارم کھلچا ، تو عرش معلیٰ سے بڑھ گیا  
شمشاد اُٹھا ، تو سدرا و طوبیٰ سے بڑھ گیا  
سبز چلا ، تو خضر و مسیحا سے بڑھ گیا  
سلبل بڑھا تو زلف چلیپا سے بڑھ گیا  
ایک اک کو صحن باغ میں ہے کس قدر چری

حلقے میں پیل مست ہیں یوں جھومتے کھڑے  
جیسے گھٹائوں آتی ہوں ساون میں چروم کے  
چلکھاریں ہانپیں کی ، مہ مسنی ، وہ ولولے  
بادل گرج رہے ہیں ، بڑے زور شور سے  
اللہ دے دعب ، کانہتا ہے چرخ چلمیری

سب پر نظر ہے ، عین عداوت ہے آنکھ میں  
 سرمے کے بدلے کھل مروت ہے آنکھ میں  
 پتلی سیٹھا ، مہر محبت ہے آنکھ میں  
 تار نکاح ، رشتہ الفت ہے آنکھ میں  
 مد نظر ہے مردم دنیا کی برتری

#### تربیتی چھند

ہے ابر پہ چوبن ، نکھرا گلشن ، اتر دکھن ، کجالی بن  
 بچلی کی چمک ہے ، گل کی مہک ہے ، دل کی لہک ہے ، یہ ساون  
 مروتوں کی وہ کوکبیں ، رند نہ چوکبیں ، خون نہ تھوکبیں ، دل ہو مگن  
 پھولوں پہ وہ بلبل سرو پہ صلصل ، عشق و سبیل دولہا دولہن

کوئل کی صداؤں ، تھلکی ہوائیں ، اوی گھٹائیں ، من بھائیں  
 وہ نور کی نہریں ، نہروں کی لہریں ، نظریں نہ تھریں ، بہ جائیں  
 بچلی کے چگر کو ، نور قمر کو ، موج گہر کو ، نرپائیں  
 سبزے کی لہک پر ، گل کی مہک پر ، حوریں فلک پر شرمائیں

آباد دُکُل ہے ، پیرمناں ہے ، ایک سماں ہے ، ساماں ہے  
 رندوں کا چلن ہے ، شیشہ مگن ہے ، قہقہہ زن ہے خنداں ہے  
 مستوں کی وہ ہو حق ، غم نہیں مطلق ، جان سے مشفق جاناں ہے  
 گو مے نہیں باقی یہ مشاقی ، کہتا ساقی ؛ ہاں ہاں ہے

رفتار بلا ہے ، فتنہ بپا ہے ، غل یہ مچھا ہے ، لہلا ہے  
 واعظ کی خرابی ، مل کے کبابی ، اُٹے شرابی ، دنگا ہے  
 پگڑی چو سنبھالی ، بڑے کے اچھالی ، بچتی ہے قالی ، بھاگا ہے  
 ہتھ پھیری ہو رندو ، جو ہو وہ ہو ، پلچ کا اب تو دورا ہے

#### رباعیات

جس روز دم شمار اُتھوں گا میں ، کیا قبر سے بہتر ار ، اُتھوں گا میں ؟  
 جب "امتی ، امتی" سلوں گا ، اے "قدر" : احمد ، احمد ! "پکار اُتھوں گا میں

مہجنوں کا تمام شور ، کس نے دیکھا ؟ فرہاد کا سارا زور ، کس نے دیکھا ؟  
اے دل ! جو تڑپ ، تو اُن کے در پر چل کر ؛ ناچا جنگل میں مور ، کس نے دیکھا ؟

گھل گھل کے ہوا ہے جسم سارا ، مہٹی مہٹی میں ملا نہ ، اے خود آرا ، مہٹی  
کھدوا کے لحد تباہ و برباد نہ کر تو ایلیت کا گھر نہ کر ہمارا ، مہٹی

اللہ یہ شاکر ہوں ؛ خدا اِس کا گواہ دیتا ہے وہی رزق ، وہی عزت و جاہ  
بلدہ ہندوں سے کیسا توقع رکھے ؟ لا حول و لا قوۃ الا باللہ

اپنا مشروب ، نہا نکالا ہم نے ؛ خرقہ ، جبہ ، اُتار ڈالا ہم نے  
اے پھر مغاں ، تجھی سے بیعت ہے ہمیں ؛ لے ، اب تو پٹھا ترا پٹھالا ہم نے

لازم کہ بشر بجز نکوئی نہ کرے وہ بات کرے کہ شکوا کوئی نہ کرے  
ہوتانہیں استخوانِ زبیاں میں ، اے "قدر" ! نکتہ یہ ہے کہ سخت کوئی نہ کرے

## جوہر

مادھو رام ”جوہر“ لالہ جواہر مل ساہوکار کے بھتیے، فرخ آباد کے رہنے والے ”مذہب“ شکوہ آبادی کے شاگرد رشید، مستند اور قادر الکلام شاعر تھے۔ ایک دیوان یادگار ہے۔ اوائل چودھویں صدی ہجری میں وفات پائی۔  
کلام دلچسپ، صاف اور سستہ ہے۔ بے تکلف لکھتے ہیں، معاملہ کوئی ان کا خاص طرز ہے جو حدت سے خالی نہیں [۱]۔

### غزلیات

جن نگاہوں سے لہا ہے دل شہدا میرا \_\_\_\_\_ تو نہ دتا ہے آنہیں تیروں کو دلہنجا میرا  
مہ نو، ابرو پر خیم، نگہ برگشتہ \_\_\_\_\_ ہم نے تیرا جیسے دیکھا اُسے خنجر جانا  
آتی ہے اُس کے کوچے سے آواز درد ناک \_\_\_\_\_ ہم ہوں کہہ دل ہو، کوئی تو دہنوں میں ہو گیا  
آہوں سے آگ لگا دیں گے دل دشمن میں \_\_\_\_\_ چھپ کر دھتے ہیں جہاں آپ وہ دیکھ لیا

کھا پیاد کر کے روؤں کہ کیسا شجاب تھا  
کچھ بھی نہ تھا، ہوا تھی، کہانی تھی، خواب تھا  
اب عطر بھی ملو تو تکلف کی ہو کہاں  
وہ دن ہوا ہوئے کہ پسینا گلاب تھا  
مستمل نشیں جب آپ تھے لہلیں کے روپ میں  
مبتلوں کے بھیس میں کوئی خانہ خراب تھا  
پیری میں ایک ہی سے ہمیشہ رہیں گے دن  
وہ اور تھسا زمانہ جسے انقلاب تھا  
تیرا قصور وار خدا کا گناہ گار  
جو کچھ کہ تھا یہی دل خانہ خراب تھا

دُور سمجھ کے یوں نہ ملا مجھ کو خاک میں  
اے آسمان، میں بھی کبھی آفتاب تھا

کہا پوچھتا ہے حال، رہی دل کی دل ہی میں  
کچھ کہتے کہتے نزع میں بیمار رہ گیا

تھہری چو وصل کی تو ہوئی صبح، شام سے  
بیت مہرباں ہوئے تو خدا مہرباں نہ تھا  
کہا جانے کس کے دھوکے سے لپٹا لیا مجھ  
کہ دنوں میں تیرے پی کی: تو اس دم یہاں نہ تھا  
کہونکر قسم یہ آج مجھ اعتبار آئے  
کس دن خدا تمہارے مرے درمیاں نہ تھا

یاد آتے ہیں جوانی کے مرے پوری میں قدرت اللہ کی، تھا وہ بھی زمانا کیسا؟  
آخر اک روز تو پھونک زمین ہونا ہے جامہ زیست نیا اور پرانا کیسا؟

غیر کے دل کو مے عشق، سمجھ کر دینا  
جام کم ظوف ہے، ملکہ تک نہ کہیں بھر دینا  
کہتے پھرتے ہیں یہ کوچے میں پرندوں کے:  
خانہ برباد ہیں، رعزے کو کوئی گھر دینا  
یار بادلے ہیں مصیبت کے فقط اے ساقی،  
شیشہ جس دل سے اُسی آنکھ سے ساغر دینا  
یہ بھی ہے تھلگ کوئی باد کشی کا، کیا خوب!  
یہ کسی اور کو ملے پھیر کے ساغر دینا

کعبہ کی تو کیا اصل ہے اُس کوچے کے آگے؟ جلدت ہو تو چائے نہ گلہنگار تمہارا  
دردِ دلِ عاشق کی دوا کون کرے؟ سلتے ہیں مسیحا بھی ہے بیمار تمہارا

اُس نے پھر کر بیسی نہ دیکھا، میں اُسے دیکھا کیا  
دے دیا دل راہ چلتے کو: یہ میں نے کیا کیا؟  
دیر و مسجد پر نہیں موقوف کچھ، اے زافو،  
یار کو مسجد سے مطالب ہے، کہیں مسجد کیا

گل تو کیا خار وطن بھیجے نہ تجھے میں کہی  
دوستوں نے مجھ سے قربت میں سلوک اچھا کیا  
اے دل نادان ' تجھے سمجھائے کوئی کس طرح ؟  
تو جو چاہے گا کرے گا اور جو چاہا کیا  
رازِ الفت اب نہیں چھپتا چھپائے سے مرے  
بس چلا جب تک مرا ' مدد دھانپ کر روہا کیا

اتھ گل سے مناسب ہے حذر ' اے بابل : ہاتھ رکھتا ہے کوئی ' جان کے ' انکاروں پر

تا صبح تیرے ہجر میں ہم کروتھیں بدلا کیے  
رکھا ہے تکیہ رات بھر گلے ادھر ' گلے ادھر

چار آنکھیں ہوتے ہی ہرچہی جگر پر چل گئی  
بات کچھ مدد سے نہ نکلی رہ گئی ہم دیکھ کر

ہم سے چھپا کے آنکھ لڑاؤ گے تم کہاں ؟ سب حال پوچھ لیں گے تمہاری نظر سے ہم  
دیکھو ہماری آنکھ بھی اپنی نکاح سے تم کس نظر سے دیکھتے ہو کس نظر سے ہم

وقت پر چپ رہیں ' معاذ اللہ ! کہنے والے کہیں ہزاروں میں

اپنے مطالب کی مصیبت رہ گئی ہے آج کل  
کیا زمانہ ہے ؟ کسی کا ' اے خدا ' کوئی نہیں

یہ واعظ کیسی بھکی بھکی باتیں ہم سے کرتے ہیں  
کہیں چڑھ کر شراب عشق کے نشیے اُترتے ہیں

تکلف کے یہ معلیٰ ہیں سمجھ لو بے کلمہ دل کی  
مڑا کیا جب ہمیں نے یہ کہا تم سے کہ مرتے ہیں

دو شاہِ قاتل کے لاشیے یہ آتے ہیں ملے  
ابھی نہیں گئی ان کی غرور کی باتوں

دھونڈ لیں گے جب کوئی تم سا تبھی چون آئے گا  
ہم بھی اپنی فکر میں دھتے ہیں ' کچھ غافل نہیں



دو ہی دن میں یہ صدمہ ہوہی رہا ہوتا ہوں  
کل کے ترشے ہوئے بہت آج خدا ہوتے ہوں  
دل میں رہتے جو مرے اور ہی کچھ ہو جاتے  
یہ وہ کعبہ ہے کہ بہت چسپاں خدا ہوتے ہوں

لگے اور بھی میرے گلگوں کے جام دے ساقی ابھی تو پیاس ہساری بجھی نہیں  
ضعف میں مجھ کو اُٹھاتے ہیں وہ اپنے در سے  
اے غم و یاس، پیکریو مرے بازو درنوں  
یہ جاننا ہوں، مگر کھاکروں طبیعت کو کہ ہے حرام ہے اے واعظو، حلال نہیں

کفر و دین میں ہے خلش، برہمن و شیش سے بیچ  
اس دو راہ میں مسافر کو ہیں کھٹکے لاکھوں

زہر بھی کھاتے ہیں سر بھی کاتتے ہیں عشق میں  
اے مصیبت، بے بسی میں لوگ کھا کرتے نہیں؟  
ہو گئے ہیں مضطرب پر اب بھی غم کھاتے ہیں روز  
آپ کے پیہر پر دھیز غذا کرتے نہیں

اپنا دُپٹا اُس نے دیا مجھ کو بعد مرگ  
ملتا ہے بے نصیب کے ایسا کفن کہاں

جس کو ہوا یہ ماریہ وہ جان سے گھا دیکھے ہیں ہم نے عشق کے پیہر سیکڑوں

آج 'اے مرگ' کھلی ہستی موشوم کی اصل  
کچھ سمجھتے تھے ہم اس شے کو مگر کچھ بھی نہیں

تصور زلف کا ہے اور میں ہوں بلا کا سامنا ہے اور میں ہوں  
بُتوں کو کہوں دیا یہ قد و قامت قہامت میں خدا ہے اور میں ہوں

اپنی کہیں کہ اس دل خانہ خراب کی  
لہلی خودی مٹائیں تو پائیں وہ وصال  
تم کو جو ہو پسند وہی گفتگو کریں  
کہوئیں جو آپ کو وہ تری جستجو کریں  
کس سے سوال شیشہ و جام و سبو کریں  
پھر معان تو مست ہے آپ اپنے حال میں

دامن جدا ہے چاک، گریباں جدا ہے چاک کس کو سیسے بٹنائیے، کس کو رفو کریں

بہکی بہکی ہوں اُس کی باتیں ”ساقی، ساقی“ پکارتا ہو  
اُجلی اُجلی سی چاندنی میں گورا گورا بدن کھلا ہو

نہلند آنکھوں میں بھری ہے کہاں رات بھر رہے؟  
کس کے نصیب تم نے جکائے، کدھر رہے؟  
شب جیسی گزری دن بھی گزر جائے گا مرا  
جائیں وہیں حضور جہاں رات بھر رہے

کیا بٹنائیں مزاج کیسا ہے ہم کہاں، دل کہاں، خدا جانے

یوں تو ملے دیکھے کی ہوتی ہے مصیبت سب کو  
جب میں جانوں کہ مرے بعد مرا دھیان رہے

جس کے پامال ہیں کھائیں گے اُسی کی تھوکر  
کہ دیا ہمت کے چل، او فتنۂ مستحشر، ہم سے

کیا پوچھتے ہو حسرت دیدار بعد مرگ تا چلند ملتظر مری آنکھوں میں دم رہے  
میرے ہوتے نگہ تھر رقیبوں کی طرف دیکھو دیکھو یہ تھر خطا ہوتا ہے

جان لے کر پھر چلایا تھا تو لازم تھا وصال  
کیا خبر تھی مجھ کو دم دے کر خفا ہو جائیں گے؟

خط لکھا یار نے رقیبوں کو زندگی نے دیا جواب مجھے

## کامل

علی مہیاں ”کامل“ محمد آباد گھانا ضلع اعظم گڑھ کے رہنے والے تھے لکھنؤ میں قیام کر لیا تھا۔ ان کا خاندان محمد آباد سیدواڑے میں بہت مشہور ہے۔ اور عام و فضل کے اعتبار سے ہمیشہ ممتاز رہا۔ ان کو خود اپنے کمال کا احساس تھا اور لکھنؤ کے شعرا ان کے کمال کا اعتراف کرتے تھے۔ کلام کا مجموعہ ان کے اہل کے پاس محمد آباد میں محفوظ ہے۔

”کامل“ معمولی مضمون کو بلذخ کی خوبی اور ترکیب کی چستی سے بہت بلند کر دیتے ہیں، تازہ مضامین بھی پیدا کرتے ہیں۔

### غزلیات

خدا سے مانگ کر روزی، تگ و دو کی اگر تونے  
خجیل پائے طلب یا مفعول دست دعا ہوگا  
چھین گئے خاک ہم جب سرگیا دار و نسج فرقت میں  
وہ کشتی کیا بھیجے گی، فرق جس کا ناخدا ہوگا؟  
فقیر اللہ کے، جائز نہیں رکھتے تکلف کو؛  
وہ دنیا دار ہوں گے جن کے گہر میں پوریا ہوگا  
ہماری بلدیگی کی قدر اُس کو، اے بے ہوگی  
ہمارے بعد جو در پر تہوارے چہرہ سا ہوگا

مدار کار ہے نکتہ پستہ نکتہ دانوں کا :  
مزیز زخم جگر اس سبب سے ہے سمجھ کو  
مٹائے نقش قدم رھروں نے خوب کہا  
خزاں میں فم شب تیرہ کابلہاں نہ کریں  
ہوا کے ہاتھ میں دامن ہے پادشاہوں کا  
دے پادشاہ ہے احباب کی زبانوں کا  
کہ بیچنا بھی تو مشکل تھا ذاتواہوں کا  
چراغ بن کے جلے گا خمس آشیانوں کا

ہمارے دل کو، شکار انگلیوں، ملال نہ دو کہ تیر خوردہ ہے افلاک کی کسانوں کا  
کھل کر صفت شمع قسما ہو گئے اعضا تابوت کا محتاج ہوا میں نہ کفن کا  
دنیا کی طمع کہوں نہ ہو انسان کو زیادہ اس چاہ کے انداز سے ہے طول، رسن کا

مدح سے کرتے ہیں جابل کو ٹلنا خواں مغرور  
بت کو سجدوں سے بلاتے ہیں پرہمن کھسا؟  
آشیاں ساتھ ہی لے کر ہے نکلنا بہتر  
میں گراں، باغ کو جب ہوں تو نشیمن کھسا؟

بلبل یہ رات دن کا چمن میں خروں کیا؟  
کچھ خیر ہے، کہیں گے تجھے اہل ہوش کیا؟  
کھولوں زباں کو شمع کے مانند بزم میں  
بیٹھوں چراغ کشتہ کی صورت، خسوش کیا؟  
"کامل" کے سر میں روز ازل سے ہے سوز عشق؛  
دکھ گا سر کو وہ سر بالین ہوش کیا؟

اظہار شوق کر نہ سکی گل سے علیحدگیب گلدچوں گیا تو باغ میں صیاد آگیا  
اک آسمان تازہ بدلتی ہے اُز کے خاک اس کر بھی کھسا سلوٹے ایجاد آگیا  
چمکی جواب میں "ارنی" کے جو برق طور مجھ کو کسی کا چاند سا رخ یاد آگیا  
کچھ دیر بے تمیزوں کے حلقے میں بیٹھ کر  
"کامل" دھان گور مجھے یاد آگیا

ہجر میں بالین پے، اے دل، موت ہی آبیٹھتی  
کوئی تو، میرے تزیئے کا تماشا دیکھتا  
اُن کی مرضی تھی کہ خوں ہوتا جلا کے دل کو میں  
پھونکتا خود اپنے گھر کو، خود تماشا دیکھتا

خضر کے مانند خواہاں زندگانی کا نہیں؛  
اے اجل، تشنہ میں اس دریا کے پانی کا نہیں  
درد کو ہمراہ کہوں لاتا ہے دل میں وہ خندنگ؟  
کیا سلوٹہ خود اُسے راحت رسانی کا نہیں

سائے کے چھوٹ جانے سے دھرو ہوں کہوں ملول؟  
 کیا اُن کے ساتھ راہ میں نقش قدم نہیں؟  
 جاکر نساز کعبے کے اندر پڑھی تو کیا؟  
 طاعت ہماری مسافتِ ناز حرم نہیں  
 روشن ہیں کیوں جنازے کے ہمراہ مشعلیں؟  
 نسا آشنائے راہ ہمارا قدم نہیں

حاجت کا عجب چھپ نہیں سکتا جہان میں  
 سامع یہ وہ ہے جس کے لئے آستین نہیں  
 میں کیوں کسی سے دبائے لگا اے حریم دوست؟  
 کیا تھرے آستینے پر مڑی جہیں نہیں؟  
 ”کامل“ یہ رفیعہ رفیعہ بزمائی ہے مشقِ صبر:  
 دل مرگیا ہے اور ہم اندوہگوں نہیں

گھٹا کر بدر کو لایا ہے حالت میں مہ نو کی  
 بدال دیتا ہے درِ چرخ ہیئتِ پاکمالوں کی

لاش مڑی ہی جلائی اُس بت کافر کو تھی؟  
 کشمکشِ بیداد تھے آخر مسلمان اور بھئی

میں ملاقات کو اُس کی جو حرم میں آیا  
 شیخ پہنچانے گیا تا درِ میخانہ مجھے

یہ سمجھ لے بزم میں: اے شمع، آتی ہے اُتر؛  
 جلتے جلتے شام سے تجھ کو سحر ہو جائے گی  
 بلند ہوتے ہی لحد، جلتے لگوں گے داغ کے  
 شام کے ہوتے ہی، اِس گھر میں سحر ہو جائے گی

آرام چاہتا ہے تو صحرا میں آ کے بیٹھ  
 دیبا خجیل ہے نرمی فرش گواہ سے  
 پیدا کیا ہے رخ کی محبت میں داغِ داغ  
 ”ایا ہوں یہ چہ رافع شہستانِ مہاد سے“

نورس کی آنکھ باغ میں اچھی تھی یا بری  
”کامل“ کسی کے عیب کی تو پردہ در نہ تھی

آدمی دیر میں یا خانہ دار میں رہے  
سر رہے دوست کے سجدے میں کسی گھر میں رہے  
پاکہ مالوں کو زمانے نے ابھرنے نہ دیا  
صورت آئینہ تو بے ہوئے جوہر میں رہے  
چمپ ہوئے روکے تو کھینچیں شرر افشاں آئیں  
ہم کبھی ابر کبھی برق کے پھکر میں رہے

آنکھوں کو ہلک کر تو دکھائی دے دوے دوست  
پوشیدہ آفتاب غبارِ نظر میں ہے

نہ دینا اس تصور کو جگہ اے دوست، خاطر میں  
کہ تھرے ناوک بھدائیں مہرے دل سے نکلیں گے  
نگاہ لطف سے محروم رکھے گا، خوشی اُس کی  
دعا دیتے ہوئے ساتی کو ہم محفل سے نکلیں گے

#### قطعہ

نام کا تھرے وظیفہ تھا زبیاں کو صبح و شام  
مرحبا، اے دردِ الفت، عشق ہے تیرا ہی نام  
غمکدے میں خاطر ناشاد کے قشریف رکھ  
مزل دل کو مشرف کر باعزاز تمام  
عشق وہ سرکار ہے جس کی زلفِ بختا ہے کلہز  
عشق وہ بازار ہے جس میں ہے یوسف سا غلام  
عشق ہے صبحِ ازل کا حکمران بلند و بے ست  
عشق ہے شامِ ابد کا رمزِ دانِ اعظام  
عشق کے دریا کا اک قطرہ ہے، نہرِ سلسبیل  
عشق کے صحرایا کا اک گوشہ ہے، گلزارِ دوام  
عشق ہے وہ نور، ہے امداد میں جس کا ظہور  
عشق ہے وہ ربط، جس سے ہے عناصر کا قوام

یافع میں ہے برے گل اور دشت میں ہے نوک خار  
سنگ کے دل میں شرر دریا میں ہے ماحی کا دام  
سرنگوں خلاوت میں ہے اور انجمن میں سردراز  
مندریے میں ہے کتاب اور معرکے میں ہے حسام

---

## ذاکر

ذاکر علی "ذاکر" شادپور ضلع فتحپور ہسوا کے دھلے والے آکرے کی کشتی میں سررشتہ دار اور حاتم علی بیگ "مہر" کے شاگرد تھے - ۱۳۰۴ھ کے بعد وفات پائی - ان کا دیوان جس کا تاریخی نام "نغمہ بہار" (۱۳۰۳ھ) ہے مطبع بہار ہند، آکرے میں ۱۳۰۴ھ میں چھپا - فارسی کا بھی ایک مختصر مجموعہ ان سے یاد گار ہے -

"ذاکر" بڑے پُر گو شاعر تھے - کلام میں سادگی، روانی اور صفائی کا عنصر کم ہے [۱] انداز بیان پاکیزہ ہے - اور تغزل میں "ناسخ" کا رنگ معلوم نہیں ہوتا بلکہ "آتش" کا گداز موجود ہے -

### غزلیات

یہاں آئینہ دل میں ہے جلوہ حسن جانان کا  
بہار اپنا ہے فازہ عارض خورشید تاباں کا

کچھ گلہ اُن کا نہ شکوا مجھ کو چرخ پیر کا  
آپ میں قائل ہوں اپنی خوبیِ تقدیر کا

قسمت میں جو لکھا ہے ملے گا وہی ہوشک  
یہ حصہ کمی بہشی کے قابل نہیں ہوتا

کعبہ دل بت بیدیں جو ترا گھر ہوتا  
کون پھر تھرے خدا کہنے سے باہر ہوتا

[۱] —خزانة چاروں ص ۲۳۰، ج ۳ -



یوسف سے کہیں حسن جدا گانہ ہے اُس کا      فرق اندھا ہے وہ شمع وہ پروانہ ہے اُس کا  
لیتا ہے بلائیں دل صد چاک ہمارا      اُلجھا ہوا بالوں میں کہاں شانہ ہے اُس کا

کہا تصور ہے تری انجمن آرائی کا !      بزم سے بزم کے ہے گوشہ مری تلہائی کا  
جس طرف آنکھ اُٹھاؤں وہی آنا ہے نظر      حسن جانان ہے مسخر مری بھلائی کا

خانہ دل ہے دم سرد سے تہمتا کہسا      صورت یاد چلے آئیے پردا کہسا  
جل مرے غہر جو تم آگ بجھانے آئے      ہم نے گھر پھونک کے دیکھا یہ تماشا کہسا

لہا گدائی میں صورت سے اپنی کار زباں      چھپا سکی نہ خموشی کبھی سوال اپنا

وہ بت مجھ سے ناحق خفا ہو گیا      خدا کی خدائی میں کیا ہو گیا  
مجھ پر الدعا ہو گہا دستگیر      بلند اتنا دست دھا ہو گیا  
کوئی دم میں یہ بجائے گا توت کر      دل درد مند آہلا ہو گیا  
چھڑایا غم زندگی سے مجھے      مرض مہرا مجھ کو دوا ہو گیا

دل میں باقی ہے ابھی دشت نوردی کی ہوس  
پار تلوروں سے نہ ، اے خار بھابھاں ، ہونا

دے کے خط جان بھی دی ، دل بھی دیا قاصد کو  
ہم نے اُس آفت جاں کے لئے بھیجا کہا کیا

دشت غربت کے مزے یاد رہیں گے جب تک  
دخ اُدھر اے کشش حب وطن کھا ہو گا

معاف کر دیے سارے گناہ روز شمار      خدا کو رحم جو آیا تو بے حساب آیا  
نہ ہوئی آہوں سے کم ، روشنی داغ چکر      گل کسی طرح چراغ اپنا ہوا سے نہ ہوا  
پے سجدہ گہوں سر جھکا ہے کسی کا ؟      وہ بت ، توبہ توبہ ، خدا ہے کسی کا

نہ چلا لب کے آسمان سے کبھی      مہرے مشیت غبار ، کیا کہنا !

کس کے گھر کی میں راہ بھولا ہوں      ڈھونڈے ملتا نہیں جو گھر اپنا  
ہم پری کہتے ہیں اُن کو ، وہ ہمیں دیوانہ      ایک مدت سے یہ جھگڑا ہے ہمارا اُن کا

پہنچوں ابھی جو ترک رہ مدعا کروں اِس راہ سے ہے منزل مقصود دور کیا

کس درجہ پائمالی کی ہے آرزو مجھے افتادہ ہوں میں صورت تصویر نقش یا

ناتوانی سے مرزا عشق کا حاصل نہ ہوا  
میں ترے ناز اُتھانے کے بھی قابل نہ ہوا

میٹھالے کا تو حضرت واعظ نہیں خیال ؟  
مسجد میں ایسے بیٹھے ہیں کہوں بیخبر سے آپ ؟

جائے نصیب طالع خفتہ شب وصال  
سوئے نہ ساری رات جو بہم سحر سے آپ

کیا ہے پست زمانے نے اِس قدر مجھ کو  
زمین بلند ہے نظروں میں آسماں کی طرح

کہوں نہ ہوں صرف تواضع، ہمدن چاں ہو کر ؟  
اُنی ہے مہدی اجل گھر مرے مہماں ہو کر

کہتے ہوں ناز سے وہ رکھ کے قدم مدفن پر  
ہے مرے پانوں کا احسان تری گردن پر

کیا سمجھ کر کوئی مرے تجھ پر نہیں چلے کا اعتبار افسوس  
کیا خاک ہو فیم دل اندرہ گیں غلط لکھا نصیب کا بھی ہوا ہے کہیں غلط  
دونوں جہاں میں تھرا بھلا ہو کہ اے جڑوں تیرے ہی دم سے ہے فم دنیا و دیں غلط  
جواب گریٹہ شہلم ہے چشم تر میری تبسم آپ کا ہے انتخاب خلدۃ کل

اندوہ و درد و یاس و فم و حسرت و ملال  
کیا کیا نہ ساتھ لے کے چلے اِس جہاں سے ہم  
ویرانی چمن کا نہ صدمہ ہو، یا نصیب !  
مر جائیں کاش پہلے ہی فصل خزاں سے ہم  
نظروں سے آج اُن کی یکایک اُتر گئے  
رونے کا ہے محل کہ گریے آسماں سے ہم

صیاد کس کو اب ہے رہائی کی آرزو؟  
 کدبِ قفس میں خروش ہوں کہوں آشیایں سے ہم  
 روز حساب پر سب اعمال کچھ نہ ہو؛ یارب، ترے کرم کے ہیں امیدوار ہم  
 خوفِ کُندہ سے ہو گئی صورت ہی اور کچھ؛ کیا ملے دکھائیں گے تجھے پروردگار ہم؟

اس درجہ محوِ لطف قفس میں کہ اب مجھے  
 یہ بھی خبر نہیں ہے کہ تھا آشیایں کہاں

دیر و حرم کا ہم سے پتا پوچھتے ہو کیا  
 ہم مست ہیں خدا کے، ہمیں کچھ خبر نہیں

اُن کا ہم مجلس نہیں حسن کے بازاروں میں  
 ایک یوسف تھا، سو وہ بھی ہے خریداروں میں

دھجھکیاں دامنِ صحرایں کی آزا دیں گے، جٹوں!  
 اب یہی تھہری ہے ہم چاک گریبانوں میں

دکھتا ہوں شانِ رحمتِ ایزدِ نگاه میں  
 سو سو ثواب ہیں مرے ایک ایک کدّہ میں

رہی بعدِ رہائی بھی اسیری کی ہو میں مجھ کو  
 نہ بھولا آج تک، صیاد، آرامِ قفس مجھ کو

صبا کبھی جو سوے کوے یاد چلتی ہے لیے ہوئے مرا مشیتِ غبار چلتی ہے  
 تہمے نہ سوزِ محبت سے ہر بھر آنسو، یرنگِ شمع رہے ہم جس انجمن میں رہے

شب بھر کا سارا جلوہ ہے پھر صبح کچھ نہیں  
 پروانو، عمرِ شمع نہایت قلیل ہے

فرقت میں اُسے موت تو یہ کہ کے تالیں ہم اللہ سے ملیں گے نہ بے یاد سے

میں نے اے دیوانگی، دیکھا نہیں دنیا میں کچھ؛  
 آنکہ بھی خالق نے مجھ کو دی تو پتہ رائی ہوئی

خواب میں منہو تماشائے رخ یار رہے      شکر ہے عالم غفلت میں بھی ہشیار رہے

موت کا کس کے ترانے کے لیے پیغام ہے      عاشق جانہاز میں مرنے ہمارا کام ہے

اسیری نے کیا ہے تلک جاں سے      گلا گھٹنے لگا طارق گراں سے

خدائی کا ہے دعوں کس زباں سے      کوئی پوچھے بتاں بے دہاں سے

چہا تلہا مثال خضر تو کیا      میں در گذرا حیات جاوداں سے

یوں تو سب قائل تحریر مقدر ہیں، مگر  
یہ بتا سکتا نہیں کرئی کہ لکھا کیا ہے

موت میری شکل سے بھزار ہے      زندگی کی کیا ہو صورت دیکھیے

کر گئے ہیں وعدہ محشر وہ آج      کب ہو فرداے قیامت دیکھیے

تم کہے جاتے ہو، میں خاموش ہوں      میں کہوں تو بات کیا رہ جائے گی

ایک ایک سے پوچھتا ہے جو اس انجمن میں ہے  
فانوس میں ہے شمع، کہ وہ پورہن میں ہے

### صغیر

شاہ قلام حیدر [۱] ”صغیر“ لکھنؤ کے رہنے والے شیخ دہومین کے بیٹے ایک صوفی مشرب بزرگ تھے۔ پہلے ”ناسخ“ سے پھر ”رشک“ سے تلمذ رہا۔ ۱۳۰۴ھ (۱۸۸۷ء) میں وفات پائی۔ ان کا ایک مختصر دیوان ”یادگار صغیر“ جسے انہوں نے ۱۲۸۳ھ میں مرتب کر لیا تھا، ان کی وفات کے بعد خان بہادر شیخ احمد حسنین ”مذاق“ تعلقہ دار پریانواں نے ۱۳۰۵ھ میں شائع کیا [۲]۔ کلام صاف، سادہ اور تقریباً تمام اصنافِ سخن پر حاوی ہے۔ تصوف کا رنگ غالب ہے۔

### مناجات

اے خداے دو جہاں خالق اکبر تو ہے      آفرینندہ مہر و مہ و اختر تو ہے  
ناچ بخشہ سر ہر خسرو و قصور تو ہے      سامع شور و فغان دل مضطر تو ہے  
تھری تسبیح میں ہر شے ہے : وہ معبود ہے تو  
جس نے تھوندا تجھے جس جا وہیں موجود ہے تو  
قوت ہامرہ سب اعلیٰ نظر کو بخشی      آگ پتھر کو دی اور آب گہر کو بخشی  
تیرگی شام کو تلویح سحر کو بخشی      ملازمتِ عالم کو توقیر ہلر کو بخشی  
خاکساری میں شہاشہ کسا درویشوں کو  
مہرہم وصل دیا عشق کے دلریشوں کو  
زندگانی کا اثر چشمہ حوواں کو دیا      نور گرم آئینہ مہر درخشاں کو دیا  
جلوۂ سرد چراغِ مہ تاباں کو دیا      چوہر عقیل دماغِ سر انساں کو دیا  
اثر سعد دیا بالِ ہما کے پیر کو  
ہیرے مٹی کو دیے لعل دیے پتھر کو

[۱]—سنتین شعرا میں حیدر علی نام لکھا ہے۔ [۲]—یادگار صغیر (مطبع قومی لکھنؤ)

پارسائی مری بدتر ہے گلمکاری سے      فطرت خفگتہ ہے بہتر مری بیداری سے  
 خوب ہے خندہ میخوار مری زاری سے      آگہی ہے تجھ اخلاص و دیاکاری سے  
 کس گلمکار کے عصیاں تجھ معلوم نہیں  
 پر ترے رحم سے خاالی کوئی مسکروم نہیں

#### ذمت

تن خاکی اگر ہر باہ ہو جائے تو ہو جائے      حریم جسم پے بلیاں ہو جائے تو ہو جائے  
 تمام اس عمر کی مہمان ہو جائے تو ہو جائے      دل ایذا شان یا ناشان ہو جائے تو ہو جائے  
 نہ چھوٹے زندگی سے حشر تک دامن پھمپر کا  
 پھوں دسٹ مسند سے پیالہ حوض کوثر کا  
 تصور ہے رسول اللہ کا آتھوں پھر مجھ کو      وہی نور خدا ہر وقت آتا ہے نظر مجھ کو  
 جمال پاک اُلفت نے دکھایا عمر پھر مجھ کو      یہی ورد زبان ہر رات دن شام و سحر مجھ کو  
 نہ چھوٹے زندگی سے حشر تک دامن پھمپر کا  
 پھوں دسٹ مسند سے پیالہ حوض کوثر کا

#### منقبت

خالق نے فی تو تیغ شجاعت انہیں کو دی  
 حاتم سے بھی زیادہ سخاوت انہیں کو دی  
 گو اولیا بہت تھے ولایت انہوں کو دی  
 سب کچھ جو دے چکا تو شہادت انہوں کو دی  
 ان پر خدا نے مرتبوں کا خاتمہ کیا  
 طرفہ یہ ہے کہ زوج پے فاطمہ کیا  
 شیر خدا علی ہیں ید اللہ ہیں علی  
 شامان دو جہاں میں شہنشاہ ہیں علی  
 راز خدائے پاک سے آگاہ ہیں علی  
 مثل نبی مقرب درگاہ ہیں علی  
 ذات رسول پاک تو ہے رہنمائی کو  
 شہر خدا ہیں خالق کی مشکلمکشائی کو

## خمسۂ نعتیہ

ابر رحمت کی صفت میں ہے مجھے تشلہ لہی  
 کون سی بات کہوں وہ کہ نہ ہو بے ادبی  
 خوب مضمون بتایا ، زہے اعجاز نبی :  
 مرحبہا سہد مکی مدنی العربی  
 دل و جان باد فدائیت چہ عجب خوش لقبی

## غزلیات

خدا نہ دے کسی دشمن کو رنج تلہائی ہزار شکر کہ دل غم سے دافدار ہوا  
 مستی سافر مے ہوتی اگر ، اے ساقی ، عہد پوری کو میں ایام جوانی کہتا  
 کس طرح دل کو کھینچے سے لگائے نہ رہوں  
 یہ وہ آئینہ ہے جس میں رخ جانان دیکھا  
 جذب باطن سے مرے گھر وہ گل اندام آیا آج مہرا دل بدعتاب بہت کام آیا  
 قالب بے روح کو وہ بے قراری اب نہیں  
 جان شاید اُس پریر پر فدا تھی میں نہ تھا

جذبہ دل نے مٹایا صدمہ کٹیج قفس بوی گل آئی ہے و تسکون جان عذاب  
 پیام یار کہاں کا ، جواب خط کیسا ؟ مجھے ملی نہیں مدت سے نامہ بر کی خبر  
 تڑپ تڑپ کے لگتا ہوں تمہیں در پر نہ درد دل کی خبر ہے نہ درد سر کی خبر  
 بتوں کی بے خبری سے تمام ہو جاتے اگر خدا کو نہ ہوتی دل بشر کی خبر

دل دے چکے تھے آپ کو اب مر کے جان دی  
 وہ ابتداءے عشق تھی یہ انتہاءے عشق  
 قیس یہ دیکھتا تھا ناکہ لہائی کی طرف کہ اُڑائے گئی ہوا پردہ معلک کب تک  
 جور و جفائے یار سے شکوا فہیں ہمیں اپنے کدے کی آپ سزا کچھ تو پائے دل  
 تمہارے ظلم و ستم لکھ رہا ہوں گن گن کو مرا حساب ہے روز شمار کے قابل

فراغت ہو گئی ہے ، اے جلوں ، چاک گرہماں سے  
نہ ہو بیتاب صکرا کا بھی دامن دیکھ لیتے ہوں

دونوں ہوں ایک ، نقل کو دیکھوں کہ اصل کو  
آنکھ اُس سے ہو جو مقابل تو کیا کروں

گو کہ جلت مہں ہوں طوبی کے تلے پر ترا سایہ دیوار کہاں ؟

رہتی ہے بختخبری مجھ کو جہاں رہتا ہوں  
ہجر مہں یہ نہیں معلوم کہاں رہتا ہوں

دوستو ، حال دل زار کہوں کیا اپنا ؟  
پوچھتے ہو وہی جو بات بتانے کی نہیں  
اشکوں سے جو سہلچا تو پھلا نخل تمنا  
محنت نہیں ہوتی کبھی برباد کسی کی  
بیتاب ہوں مہں وصل مہں فرقت سے زیادہ  
انداز مہں دنیا سے فرالے مہں دل کے

ایک دن داغ اے مہ کامل دکھائیں گے تجھے  
چاک کو قالیں گے سونہ دل دکھائیں گے تجھے  
دیکھوں گے حضرت ہماری لوگ خون بھلی تری  
آج آنکھ سرور متعل دکھائیں گے تجھے

کس کی صورت رقی دل پر اتر آئی ہے  
وہی آنکھوں میں ہے پتلی وہی بھنائی ہے

قسمت کے لکھے کو کیا کروں میں نامہ تو ہے نامہ پر نہیں ہے

#### قصیدہ

واجد علی شاہ کی مدح میں  
شہ گردوں نشہوں ، قطب زمہں ، مہر جہانپانی  
سلیمان زماں ، سلطان عالم ، ظل سبحانی  
فریدوں سلطنت ، جمشید فر ، نوشیرواں نصفت  
سکندر بارکہ ، دارا حشم ، کوئیسرو ثانی  
بیان حسن سیرت یا بیان حسن صورت ہو  
ستارے حاتم طائی ، اقماع ماہ کلعانی



جمال شاہ کا ہندوستان سے قاف تک فل ہے  
 حسینان جہاں خود رفتہ ہوں پریاں مہن دیوانی  
 اگر تصویر کھینچتی جائے اس روئے ملور کی  
 شعاع مہر ہو ایک ایک موئے خامہ مانی  
 فروغ چہرہ یوسف مرقع سے نظر آئے  
 مثال دیدۂ یعقوب اندھرا گھر ہو نورانی  
 جلے شمع رخ ' پروانہ ہوش پریاں  
 ہوائے دعب سے گل ہو چراغ عقل انسانی  
 ہوا سے بے سبب چمکے مہن کب ہے دامن رایت  
 ہمارے فتح ہے شہپر سے مصروف مگسراںی

#### مستطاب

کیا بے ثبات گردش لہل و نہار ہے دن کو نہ ہے قرار ' نہ شب کو قرار ہے  
 شام بقا سے صبح فنا ہمکنار ہے مضمون یا نگ مرغ سحر آشکار ہے  
 غافل یہ وقت طاعت پروردگار ہے  
 اب چونک پچھلی رات کا کیا اعتبار ہے  
 سرو رواں مہن زور روانی کہاں رہا اڈلا سا لطف سحر بھانی کہاں رہا  
 سر چشمہ حیات مہن پانی کہاں رہا پوری مہن خواب عہد جوانی کہاں رہا  
 غافل یہ وقت طاعت پروردگار ہے  
 اب چونک پچھلی رات کا کیا اعتبار ہے

#### رباعی

کھونکر کہوں خوشگونی کی خو مجھ مہن ہے  
 مہن تجھ مہن ہوں اے حسن جو تو مجھ مہن ہے  
 خوبی ہے تو دعوے سے زباں بلند رہے  
 گل یہ نہیں کہتا ہے کہ پو مجھ مہن ہے

#### مرثیہ

کہا مجلس حسین علیہ السلام ہے تسبیح سلک اشک ہے ذکر امام ہے

اس انجمن کا فرش بھی مرہا احترام ہے      منیر یہ طور ، ذاکر موسیٰ کلام ہے  
 فانوس ، رشک لالہ باغ خلیل ہے  
 پیٹکا نہیں علم میں پر جبرئیل ہے  
 یہ بزم ہے وہ باغ کہ بلبل ثواب ہے      موتی ہے آب اشک ، پسینا گلاب ہے  
 شرمندہ داغ دل سے گل آفتاب ہے      سادات مومنین کی صفت بھکساب ہے  
 جو بزم تعزیت میں ہے وہ حق پسند ہے  
 مثل عالم ہر ایک کا رتبہ بلند ہے

پیراہن سخن ہے پے قامت زبان      اس پورہن کی چوب میں ہے گوہر زبان  
 ذاکر بھی ہے زبان بھاش سے گھر فشاں      منیر ہے لامکان تعلیٰ کو نردبان  
 مانند مہر و ماہ مضامین بلند ہیں  
 اس مرثیہ میں خلعت قدرت کے بلند ہیں

#### قسطہ

تہنیت انیس الدولہ بہادر

مبارک ہو الٰہی عہد کا دن      زیادہ ہو برس ہو شادمانی  
 قیام عہد دولت عمر بہر ہو      دھ ہو دم خدا کی مہربانی  
 برنگ نشتر صہبائے دیریں      ضعیفی تک رہ چرخ جوانی  
 ضحا بکھش جہاں ہو نیو بہت      مثال نور مہر آسمانی

تاریخ مسجد شیخ عالم

زندگی ہے یہاں کوئی دم کی      برگ گل پر ہے بوند شہلم کی  
 نام عالم میں رہ گیا ہے ”صغیر“      یہی مسجد ہے شیخ عالم کی

۱۲۲۸ھ

تاریخ شادی شاہ مہدی عطا

بہت دن سے تھی آمد کتخدائی      شب عقد آئی ، ثمنہا ہو آئی  
 بگے اس قدر بیاباں میں خوان نعمت      گدا سے چھٹی بانوے بونوائی  
 براتی ہیں سب اولیاء و مشائخ      رہے پاکیزگی زہ پارسانی  
 ہسوئی شادیانے سے آواز پودا      ہوئے ہاتھ مہدی عطا کے حنائی

اماموں سے بارہ ملے سمجھتے جب تو نو قادروں سے ملی نو دعائی  
ہزار و دو صد ہوں فراہم نوں میں عیاں خمسہ چست سے ہے اگائی  
۱۱۹۵ء  
وہ تاریخ ہجری ہے یہ سال فصلی ہمایوں ہمایوں ہو یہ کتخدائی  
۱۲۸۵ء ف

---

## ہجیر

تقریباً ۱۸۵۳ء کے پیدائش کے ساتھ ساتھ "صابر" کے پیدائش کے ساتھ ساتھ (۱۲۷۰ھ) میں فیض آباد کی تحصیل چلایا میں پیدا ہوئے۔ مکتب میں اردو اور فارسی کی تحصیل کے بعد کینڈک کالج لکھنؤ میں ایف اے تک انگریزی پڑھی۔ "قدر" بلگرامی سے مشورۃ سخن کرتے تھے۔ طالب علمی ہی کے زمانے سے 'اودھ پنچ' اور اخباروں میں مضامین لکھا کرتے تھے۔ ۱۸۹۲ء (۱۳۱۰ھ) میں وفات پائی۔

"ہجیر" بڑے بڑے شاعر اور نثر نگار تھے۔ کلام سے سلاست اور روانی کے علاوہ 'طبیعت کی شوخی اور چلبلا پن نمایاں ہے [۱]۔

'اودھ پنچ' کا فیفا سال

بہار آئی ہے، پھولے چمن، شجر ہیں نہال  
 ہرے ہیں سبزے سے جنگل، گلوں سے گلشن لال  
 چمن کو پھول مبارک ہو، پھول کو خوشبو  
 اودھ کو 'پنچ'، 'اودھ پنچ' کو یہ دوسرا سال  
 برب کعبہ نرالی ہے سبج نرالی دھج  
 خدا گواہ، نہا سکتا ہے نئی تیس سال  
 یہ بول چال جدا ہے یہ چال تھال جدا  
 جدا سخن کی روش ہے جدا یہ طرز مقال  
 ہیں لوگ جھومتے یوں تیل و قال پر اس کے  
 کہ جس طرح کسی صوفی کو آئے بزم میں حال

[۱]—بہار گلشن کشمیر ج ۲، ص ۷۸۔

مغاندین نے پتکا بہت سر اس کے لئے  
مگر تراش خواہی اس کی پائوں تھا یہ محال  
کہاں یہ فوق سما اور کہاں وہ تخت تری  
کجا براق نبی اور کجا خر دجال  
ہے ابتدا ہی میں اس کے پس انتہا کا مزا  
خدا کی شان مہ نو میں حسن بدر کمال

بادۂ احمر لا دے ساقی  
نشا جمادے دام نہ مانگ  
چار جو پائے آٹھ آڑے  
جام یہ جام پلائے جا  
مانگے تو کہیں صاف 'نہیں' ہم  
من میں دھیرج رکھنا ساقی  
باتوں کا تیری خرچ پڑا ہے  
درم و دوس لڑایا ہم نے  
دیکھ سب نے قلم کے چوبین  
حال دکن کا سارا چھاپا  
شام اودھ کا رنگ جمایا  
'پلچ' سے ملک کو پاتا ہم نے  
ہاں 'مے رنگیں' ساقی لانا  
تشلہ لبی سے رند میں ترے  
سرخ شراب اور اودی گھٹائوں  
گڑ گڑ بادل پڑ پڑ بوندیں  
چہرہ کے آٹے ابر بہاری  
کوسا نکھرا سارا ڈلمش  
فلچے چمکیں لے کے بلاؤں  
دل ہو شگفتہ چہرہ ہو ہرجا

اب تو پھول پلا دے ساقی  
پاس نہیں ہے بھونی بھانگ  
خالی ہاتھوں کھر کو آٹے  
دام کا ذکر نہ لائے جا  
مسرف ہوں 'صرف نہیں' ہم  
'پلچ' کے دام بھی میں کچھ باقی  
رندوں سے اب کے پالا پڑا ہے  
ریچہ کا ناچ نہچایا ہم نے  
بجلی چمکی اتر 'دکھن  
کابل پر بھی مارا چھاپا  
قور بتایا 'چور بتایا  
سال مزے میں کاتا ہم نے  
سال بھرے کی باقی لانا  
اُبلے مٹکا 'مٹکا' برے  
گرم پیالا تھلکی ہوائوں  
خاک پتہ برسوں چھوڑ چھوڑ بوندیں  
باف پتہ برے باری باری  
نہر بوری ہے گردن گردن  
مانگوں زباں سے برک دعائوں  
خوش رہیں یارب راجا پرجا

## جام چہاں نہا

دندوں سے کہان چھبے گا ساقی      پر سال کی مہ ابھی ہے باقی  
بہر دے جام شراب ، چاندی      آمد آمد ہے سال نو کی  
کچھ فکر نہ کر تو اس کی ، اس کی      کس کی رہی اور دھ کی کس کی  
مجھکو مے بہہشی پلا دے      اپنے ہی گردہ میں ملا دے

مرفان چمن کا چہچہانا      سبزے کا ہوا سے لہلہانا  
ہر سرو پہ قمریوں کی پرواز      پہاڑی حق سدرہ کی آواز  
تھلڈے تھلڈے ہوا کے جھونکے      گلدستے چلے ہوئے گلوں کے  
وہ صبح کا وقت اور وہ گلزار      آنکھوں میں سما گیا بس اکبار  
ہر مرغ چمن چمک رہا تھا      سارا چمک چمک رہا تھا  
پھسلن تھی روش پہ اس بلا کی      پھرتی تھی نسیم لڑکھوائی  
شبلم کا ہر ایک قطارہ ڈر تھا      ملکہ فلجیوں کا موتیوں سے پُر تھا  
اک ناز سے فہریں گھومتی تھیں      ہر پایے شجر کو چومتی تھیں

## لسان الغیب کشمیر

سلبھل قومی اعزاز کے کھونے والے      زمانے میں تخم حسد بونے والے  
جہالت کے چشمے سے ملہ دھونے والے      خرددار او بیخبر سونے والے  
گھٹا کی طرح چھا رہی ہے تباہی

تری قوم پر آدھی ہے تباہی      تری قوم نے کی بوائی  
تیرے ساتھ کھا قوم نے کی بوائی      جو گمنام فہرست ہر جا گھمائی  
یہ کھا تفرقہ ڈالنے کی سمائی      چھٹے باپ سے بڑھے بھائی سے بھائی  
بھلا مقتضایے ریاست یہی ہے ؟

شرافت یہی ہے ، نجابت یہی ہے ؟      تری قوم کو اس عداوت نے کھویا  
تری قوم نے کھویا      جہالت نے کھویا ، حماقت نے کھویا  
بنا گھر ترا تیری عادت ، نے کھویا      تجھے فخر پہنچا کی شامت نے کھویا  
وہ حالت ہے جس کا سدھرنا ہے مشکل  
تہ اب سے اب ابھرنے ہے مشکل

میری قوم کے پیارے کشمیری بھائی یہ ہمت دھرمی کہوں اُتلی دل میں سمائی  
گھٹنا خوف کی کہوں ہے آنکھوں پہ چھائی سمجھ بوجھ کر کہوں ہے بے اعتنائی  
زرا دل میں سوچو تو اللہ صاحب  
ہے ظاہر میں کچھ 'دل میں کچھ' واہ صاحب !

یہ غالب ہوئی دنیوی تم یہ ہجرت کہ دنیا کو عقیدے پہ دی تم نے سبقت  
بڑھی ایسی تکفیف پہنچا کی عزت گھٹائی نکالوں سے ایمان کی وقعت  
نہ ہے اور نہ ہوگا یہ مسلک تمہارا  
مبارک تمہیں دھریا پن تمہارا

اُدے چوہں قومی 'کہاں ہے گدھر ہے؟ یہ کیا ہو رہا 'دیکھ 'شام و سحر ہے  
کبھی تیری انصاف پر بھی نظر ہے ؟ تری قوم کی 'دیکھ 'حالات بتو ہے  
جو مفلوک ہیں یا کہ ہیں صاحب زر  
نکالوں میں تیری تو ہیں سب برابر

بڑھی اِس قدر "ہجرت" نا اتفاقی گئی چھوٹ آپس کی سب خوں مذاقی  
محبت کی بو تک رہی اب نہ باقی نہیں ہوتے بھائی سے بھائی ملاقی  
پہنسی قوم ہے ظلمت ما و من میں  
ترقی کا چاند آ گیا ہے کہن میں

### رشوت

ایمان کا گلا کاٹے وہ شمشور ہے رشوت چھوٹے جو جتو عدل کا وہ تیر ہے رشوت  
مستحاج ہو زردار وہ اکسہر ہے رشوت ظالم بھی ہو قابو میں وہ تستخیر ہے رشوت  
رشوت ہی وہ دائن ہے کہ جلتی نہیں جس کا  
رشوت ہی وہ ناکن ہے کہ ملتی نہیں جس کا  
رشوت ہی نے ہم ہندویوں کا نام ڈبویا رشوت ہی نے تھکڑ کا یہ تختہ ہویا  
رشوت ہی سے اعجاز ہمارا گھٹا کھویا رشوت ہی سے حکام ہمارے ہوئے جویا  
بے آبرو رشوت سے ہوئے سب کی نظر میں  
رشوت ہی سے ایمان کی کشتی ہے بھلور میں  
راشی فضا بہ تہر خدا سے نہیں ڈرتے افسوس 'عدالت کی سزا سے نہیں ڈرتے

اللہ دے ستم! چور و جفٹا سے نہیں قرتے صدحیف! غریبوں کی بکا سے نہیں قرتے  
یہ لوگ جدھر دولت دنیا ہے اُدھر ہیں  
اللہ سے کچھ کام نہیں، بندۂ زر ہیں

حالت یہ غریبوں کی چلا آتا ہے رونا آرام سے گھر جن کو میسر نہیں سونا  
رشوت کے لیے بھیجتے پھرتے ہیں بچھونا برباد اسی طور بدلا ہے انہیں ہونا  
تقدیر سے ناچار ہیں، کچھ کہ نہیں سکتے  
بیچارے بلا زر کے دیے رہ نہیں سکتے

سائل تن تہا ہے، ستمگار ہزاروں در اصل انار ایک ہے، بھسار ہزاروں  
اک جان کی خاطر ہیں طلبگار ہزاروں اک دل ہے فقط اور دل آزار ہزاروں  
پھر کس سے اس اندھیر کی فریاد کرے وہ  
کہوں کر نہ بھلا روپہا برباد کرے وہ

چپراسی بھی بے نذر تھہرنے نہیں دیتے اسوار کو گھوڑے سے اُترنے نہیں دیتے  
پیدل کو کہیں پانو بھی دھرنے نہیں دیتے حاکم سے ملاقات بھی کرنے نہیں دیتے  
ملتی نہیں مہلت کوئی دم ان کے ستم سے  
قاکو کی طرح لوتتے ہیں روپہا ہم سے



## حیرت

محمّد جان خاں ”حیرت“ بایزید خاں [۱] کے بیٹے الہ آباد کے رہنے والے، مرزا اعظم علی ”اعظم“ کے شاگرد تھے۔ ان کے دادا جہانگیر خاں فوج میں رسالدار تھے۔ ۱۲۹۹ء میں دیوان شائع کیا۔ پھر ۱۳۱۰ء میں اپنا کلیات چھپوایا [۲]۔

کلام میں گداز ہے، خصوصاً تغزل کا رنگ زیادہ دلپذیر ہے، اکثر بلند پایہ مضامین بھساختگی سے کہہ جاتے ہیں، جس سے مشاق اور سخن سلیم ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔

## غزلیات

ہر جز میں ہر اک کل میں تو ہی تو نظر آیا سرِ قال کے جب پردہ تو حوں میں جھانکا  
ہوں ملتظرِ رحم دکھا شانِ رحیمی توتے نہ سہارا مری چشم نگراں کا

یہ چرخ کیلئے پرورِ منجھ سے تیر ہی چال چلتا ہے  
اُٹھی منجھ کو صدمہ ہو نہ اس کی کج ادائی کا  
عجب کیا وہ نکالا پاک سے اس کی طرف دیکھیں  
کہ میرا دل تو اُٹیلے ہے اُن کی خود نمائی کا

کیا غلِ عرشِ اعظم پر جو حضرت کی سواری کا  
ملک بولے یہ رتبہ ہے بشر کی خاکساری کا  
اُتارو عکسِ روے یارِ اپنے شوشے دل میں  
سلیمتہ ہے اگر ”حیرت“ تمہیں اُٹیلے داری کا

[۱]—سخن شعرا میں باز خاں نام لکھا ہے لیکن یہ عزت ہے۔ ملاحظہ ہو خاتمہ کلیات حیرت۔  
[۲]—صاحبِ خدائے جاوید نے وفات ۱۸۷۵ء کے قریب بتلائی ہے لیکن کلیات حیرت کے تاریخی قطعے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۰۱۱ھ (۱۸۹۲ء) تک وہ زندہ تھے۔

آمدِ رحم نے دنیا میں رکھ لیا مجھ کو چوہل میں یہ بھی نہ ہوتی تو میں کہاں ہوتا

مہر و وفا و عیش و طرب کی تلاش میں  
رنج و ملال مجھ کو ملا میں جہاں گیا  
اپنا ہی حال تک نہ کھلا مجھ کو تاہم  
میں کون ہوں ' کہاں سے چلا تھا ' کہاں گیا  
اُسے سمجھ میں جب نہ یہاں کے تغیرات  
نہ رنگساز تم ہو ' تمہیں پر گماں گیا  
وہم و خیال و خواب ہے دنیا ہے ثبات  
جب تم گئے جہاں سے ' تم سے جہاں گیا

شاہاں تھری دست درازی کو اے جنوں ' دامن کا چاک تا بہ گریبان نکل گیا  
سن لیجھو ' جنوں ' کہ تری آبرو نہوں فصل بہار میں جو کہیں دل سنہیل گیا

میں دیکھ لوں گا خانہ دل ہی میں جب تمہیں  
تم بھی کہو گے : ہاں ' کوئی اہل نظر ملا  
گذری تمام عمر اُسی کے بیان میں  
افسانہ فراق بھی کیا مختصر ملا  
کلیج مزار روح کو کیا مفت مل گیا  
جب قصہ تن اُجاڑ دیا تب یہ گھر ملا  
روزِ ازل ملے ہمیں تہور بیچے ہوئے  
دل بھی ملا تو صورتِ شمع سحر ملا

وہی ہوتا ہے جو کچھ ہوتی ہے مرضی اُن کی  
میں نے جو قصہ کیا دل میں ' وہ باطل تھہرا  
کہہ نہ سکتی ہے مجھے اب سوے عدم حب وطن  
مجھ کو دنیا میں نہ تو ' اے مری مشکل ' تھہرا

یہ عکس ہے تمہارے رخِ بے نقاب کا یا اُنکے میں پھول کھلا ہے گلاب کا  
جاگا ہے مدتوں کا یہ سوئے گا دیو تک موقع ملا نصیب کو پیری میں خواب کا  
بہتا بہوں کو سمجھے ہیں بیداریاں بشر کہتے ہیں جسکو موت وہ عالم ہے خواب کا

کون بدننام ہوا لوگ کسے ہلستے ہیں      آپا سمجھیں تو نکتہ پتہ مری رسوائی کا  
گر مرا جذب دلی ایذا اثر دکھلائے      قاتلہ تم بھی پتھر و شکر ہوائی کا

وحشت زدوں سے لطف جلوس کچھ نہ پوچھو      ہم کیا کہیں کہ ہوتا ہے دیوانے پن میں کیا  
آنکھوں نے آپ کی تہ و بالا کیا جہاں      ہوتا ہے اور گردن چرخ کھن میں کیا

روز فرقت تو کسی طرح سے مر مر کے کٹا  
دیکھیں اب ہم کو دکھائے شب ہجران کیا کیا

پیمانہ دل عشق سے بھر جائے تو اچھا      ہر ریز کے یہ مرکز یہ تھہر جائے تو اچھا  
جس نے مجھے دنیا کے تماشاں کو دکھایا      اب اُس کی طرف میری نظر جائے تو اچھا  
ہو اُس گل دعا کی مجھے کون سا دکھائے      اے باد صبا، تو ہی ادھر جائے تو اچھا  
روتا ہوا آتا ہے خرابیات جہاں میں      ہلستا ہوا دنیا سے بشر جائے تو اچھا

سرشار مے عشق یہ ہوئے ہیں اشارے      لبریز ہے اب عمر سے پیمانہ کسی کا  
پوچھیں کیے دیتی ہے باطن کی محبت      ناحق کوئی ہوتا نہیں دیوانہ کسی کا

شریک روح ہے قالب میں آپکی اُلفت      یہ جب تلک ہے مرا دم نکل نہیں سکتا  
سموم عشق سے یارب بچائو دل کو      چراغ عمر ہوا گل تو جل نہیں سکتا

نہیں سنتا کبھی شیون کسی کا      آہی دل نہ ہو دشمن کسی کا

پتہ پھلدا ہے زلف مشکبو کا      پتہ اس میں اگر کوئی تو چوکا

کون جی دیتا ہے دل کون فدا کرتا ہے ؟      حوصلہ دیکھیے آج اپنے خریداروں کا

تم نے روش توغ جو سکھائی نظر کو      ہم نے دل سرکھن سے لیا کام سپر کا

یہ جتنے مذہب و ملت ہیں سب دنیا کے جھگڑے ہیں

زرا سمجھو تو خالق کون ہے شیخ و برہمن کا

واں تو بیکار ہیں سب عقل و خرد ہوش و حواس

کوچہ عشق میں ہے کون نگہیاں کس کا

جس دن سے تمہیں دیکھ لیا پھر گیا مجھ سے      میرا نہیں، اب ہے یہ دل زار تمہارا

تیغ نگہ ناز کا مارا نہیں بچتا  
کیونکر نہ کریں آپ کی ہم دل سے اطاعت  
اس گھاٹ جسے تم نے اُتارا نہیں بچتا  
بے اس کے تو ایمان ہمارا نہیں بچتا

آپ کے عشق میں ہیں زندگی و موت خراب  
ہم نے دونوں کو بہم دست و گریباں دیکھا  
جب کہا آپ کے جانباز کہاں رہتے ہیں  
چشم حسرت سے سوے گور گریباں دیکھا

یواہوس عاشقی جو ہیں اُن سے کسی دن پوچھئے  
کس کا کس کا موسم دل میں گریباں چاک تھا  
سلتے ہیں کہ بچتا نہیں مشتاق تمہارا  
جو کچھ ہو مگر ترک وفا ہو نہیں سکتا

ہر شب دکھانا پھرتا ہے شرمندگی کا داغ  
جب سے تمہارے بام کی جانب قمر گیا  
کہتے ہیں اُس کو زندۂ جاوید اہل دل  
جو آئے آپ کے در دولت یہ مر گیا

”چھرت“ دم فلما بھی زباں پر ہو اُن کا نام  
نکلے قفس سے طائر جاں بولتا ہوا

سنا خلیج بکف قاتل کھڑا ہے آج مقتل میں  
چلیں جانباز، اب موقع ہے قسمت آزمائی کا  
زباں سے ہم نہیں کہتے مگر کانوں سے سنتے ہیں  
وفاداروں میں چرچا ہے تسہاری بیوفائی کا

تم زرا چشم عنایت سے اشارۂ تو کرو  
اب ترے ظلم کی فریاد اُسی سے ہوگی  
لاکھوں ہو جائیں گے شرمندۂ احساں پیدا  
تجھ کو جس نے کہا اے فتلۂ دوراں پیدا  
فوسائید تو آپ کی الفت کسے نہیں  
اک میں تھہر گیا جو گلہ گار، کیا سبب  
کہتے ہیں ترے عشق نے رسوا کیا ہم کو  
کیا خوب نکالی مرے الزام کی صورت  
سوتا ہے اک جہان، تصور میں آپ کے  
میں لوٹتا ہوں اور مرا دل تمام رات

یاں تک کہا دیوانہ کہ بللے لگی زنجیر اب آگے کہوں یا تو نہ پھیلانے صحبت

کہونکر بکھرنے جائے ہر اک اسکی پلکھڑی فلجھ کے لگ گئی ہے نسیم سحر کی چوت

چشم جاناں میں ہم حقہر ہوئے دیدہ انتظار کے باعث

ہو رہا ہے حلقہ زنجیر ماتم خانہ آج قید ہستی سے چہ شاہد کوئی دیوانہ آج

پہلچھی ہے باب اجابت تک دعاے میکشاں

مژدہ 'اے ساقی' کہتا آئی سوے میخانہ آج

حال پرسی کو مری آیا جو وہ آفت جاں دھب نے دیہ تازمے لب اظہار میں آج

خواب و خیال گلشن ہستی ہے 'قائدو' یاں کی خزاں بھی ہو چہ 'یہاں کی بہار بھی

نہ نہاد آئے گی مجھ کو نہ موت آئے گی

بتائے تو شب ہجر میں گذر کی طرح

تھونکتا ہوں میں نہیں لگتا کہیں اُس کا پتا

کہا تمہاری آنکھ کے پردوں میں چہ پ جاتی ہے نہاد

سروش نالہ خاموشی کی دیکھو تو زرا بعد مرنے کے بھی اُٹھتا ہے بگولا ہو کر

کریں وہ سختیاں ہم پر جہاں تک اُن کا جی چاہے

دھیں گے ہم اُنہوں کے در پہ سنگ آستان ہو کر

جہاں سے چل بسے کیا کہا ہمارے قافلے والے

ہمیں پوچھے رہے افسوس گرد کارواں ہو کر

ساقی مجھے جامِ مہ وحدت نہ پلایا 'میخانہ بنا کر

کہوں چشم فسون ساز کی گردش سے پھرایا' پیمانہ بنا کر

آہ و شد سے نفس کی یہ کھلا راز مجھے

کہ مرے دل کی خبر جاتی ہے سرکار کے پاس

جانبری کی مری اب شکل یہی ہے مولا

کہ ترا دحم ہی آجائے گلہنگار کے پاس

معجزہ مشق جس کو لوگ کہوں اُس گنہگار کا خدا حافظ  
 وہ بھی بہار دیکھ کے حیران ہو گئے اہل ازم کو جا کے جو ہم نے دکھائے داغ  
 شمع رو جب تک نہ آئے حسن مہفل ہے چراغ  
 جب وہ آ بیٹھے تو پھر تحصیل حاصل ہے چراغ  
 جس پہ جلتے ہوں پتلی گئے اُس کی لو تم سے لگی  
 صورت پروانہ دل سوزی میں کامل ہے چراغ  
 کب تلک تشام دیدار رہوں میں ' یاد ب !  
 مجھ کو پہنچا دے مرے ساتھی کوثر کی طرف  
 غوطے کھانا ہوں ابھی تو بھر قم میں آپ کے  
 دیکھوں کب لے جاتی ہے تقدیر ساحل کی طرف  
 وحشیو ' مژدہ علامت ہے بہار آنے کی خود بخود ہاتھ لپکتا ہے گریباں کی طرف  
 میں ہوں کہ نہ ہوں ارد کسی کام کے لائق ہو جائے زباں مہدی ترے نام کے لائق  
 کہتے ہیں جس کو رام اُسی کو رحیم بھی  
 اپنی سمجھ میں کچھ نہیں دیر و حرم میں فرق  
 تقدیر کا لکھا کبھی " حیرت " مٹا نہیں  
 ہوتا نہیں نوشتہ لوح و قلم میں فرق  
 اب تو ہے زندگی و موت میں جھگڑا ' دیکھیں  
 دونوں دھتے ہیں بہم دست و گریباں کب تک  
 نالے شب فرقت میں کیے میں نے سحر تک  
 اللہ دے غفلت ' نہ ہوئی تم کو خبر تک  
 متاع صبر کھو ' بیٹھے رقیبان سہ رو بھی  
 تمہاری راہ وہ ہے جس میں لت جاتے ہیں دھڑن تک  
 جہاں دل تیر مژگن کے نشانے سے نہیں بچتا  
 نکاح شوق کہتی ہے بھلا چلیے تو چلن تک

کہا بلبل نے قیدی ہیں تری قسمت کی خبر ہی سے  
 قفس بھی وہ ملا ہم کو نہیں ہے جس میں روزن تک

کہا رسائی ہو گئی اس کی بھی چشم یار تک  
 نہند آتی ہی نہیں اب دیدہ بودار تک

دیور و حرم اسی کے ہوں ' اے شہنشاہِ برہمن ' کافر سے وہ جدا ہے ' نہ دیندار سے الگ

تمہیں جہاں میں رہو ' میں تو ' لو ' عدم کو چلا :  
 تمہارا شہر جدا ہے مرا دیار الگ

دل ہے پسند ' لیجیے ' لیکن یہ شرط ہے پہلو میں آپ رہیے ہمیشہ بجائے دل

لطف کیا ہے گلوں میں نہ رہی بے وفا  
 اب مناسب ہے گلستان میں نہ جائے بلبل

سنبھالیے ہمیں اب آپ ' سرورِ عالم ! گذر گئے ہوں زمانے کے اعتبار سے ہم

او تلخ خو ' ہوئے ترے عاشق کہاں سے ہم  
 جو دل میں ہے وہ کہ نہیں سکتے زباں سے ہم  
 مہمان چند روزہ کی دعوت نہ ہو سکی  
 شرمندہ ہو کے رہ گئے عمر رواں سے ہم  
 باغ جہاں میں ہم ہی تھے کیا لائق خزاں  
 ملتا کہوں تو پوچھتے اُس باغبان سے ہم

پکارا دست جنوں کو یہ دم خفا ہو کر  
 آنچھ گئے ہوں گریباں کے تار تار میں ہم  
 جسے سمجھتے تھے اپنا ' وہ درست اُن کا ہوا  
 خراب ہو گئے اِس دل کے اعتبار میں ہم

گناہوں کی ندامت سے جو سر تالا گریباں میں  
 تو دیکھا نور ایماں کو چمکتے داغِ عصیاں میں  
 آہی خور کرنا بلبلوں کے آشیاں کی  
 سنا ہے آتشِ کُل خوب بھڑکی ہے گلستان میں

تیرے عاشقی کو تو سب اہل وفا کہتے ہیں  
 اور جو اُس کو ستائے اُسے کہا کہتے ہیں  
 عشق کے 'حسین کے رتبے کے سمجھنے والے  
 ہم کو بھڑھو 'تمہیں ہوش رہا کہتے ہیں  
 میں ہم و درد سے نالاں ہوں 'مرے سہلے پر  
 رکھ دو وہ ہاتھ جسے دستِ شہا کہتے ہیں

آرام ہے اُن کو جو ترے معبود لقا ہیں  
 جب ہم کو درِ یار کے رہبر کی ہوئی فکر  
 اُدھر وہ باغبانِ مہلتا تو اندھا پوچھتے اُس سے  
 دل کی یہ صدا آئی کہ ہم قبیلہ نما ہیں  
 نہال آرزو کتلے دنوں کے بعد پہلے ہیں

بہکا رہے ہیں تیرے وہ چہرے  
 آفکھیں اُدھر ہیں دل ہے اُدھر بولتے نہیں

ہزاروں آفتوں میں بھی خدا کو یاد کرتے ہیں  
 فرشتوں سے نہیں ہوتا جو آدم زاد کرتے ہیں

یہ کہتے سمجھ کر بھڑھو بجائے زشت میں  
 آخر وہی ہوا کہ جو تھا سرِ نوشت میں  
 دوزخ کی راہ بھول کے پہنچا بہشت میں  
 ہم رہے کے کھڑا کریں گے اکیلے بہشت میں  
 کعبہ میں بھی وہی ہے وہی ہے کلمت میں  
 "حیرت" جمالِ جاوہرِ جاناں کہاں نہیں

نظر، بتاؤ 'جہاں سے بھاگے پھرے کیونکر  
 عدم سے اُن کے دنیا کو جانتے ہیں وطن  
 تمہارا نور ہے اِس آنکھ کے پردے میں  
 مگر ہے بے وطنی اِس وطن کے پردے میں  
 یہ شمع دھتی ہے فانوسِ تن کے پردے میں  
 تمام جسم ہے روشن تو روح کے دم سے

معبودِ جمال کو نہیں آتے نظر کہیں  
 آتی نہیں ہے نہایت اچل تو ہی رحم کر  
 لگتی ہے روزِ دولت دیدار ہر کہیں  
 قصہ شبِ فراق کا ہو مختصر کہیں

تم تو دھتے ہو بدگماں دل میں  
 آخر میں ہم کمدِ اُلفت سے  
 اب تمہاری جگہ کہاں دل میں  
 لائے اُن کو کشاں کشاں دل میں



یہ حسد سمجھ کو کہ اُن کا دوسرا عاشق نہ ہو  
اُن کو یہ ضد ہے کہ کوئی دوسرا ہو، میں نہ ہوں

خرام ناز سے تلوار کی رفتار پیدا ہے  
جہاں جاتے ہو واں گلیچ شہیداں ہوتے جاتے ہوں  
تلوں چھوٹتا جاتا ہے جوں جوں ہوش آتا ہے  
کچھ اپنی بھونائی سے پشیمان ہوتے جاتے ہوں

الغمت میں کسی کی کوئی مرجائے تو جانیں  
یہ کام ہے اپنا، کوئی کرجائے تو جانیں

میں معلوم یہ اندھور دھ کا کب تک یا اُلٹی شب فرقت کی سحر ہے کہ نہیں  
ظلم کرنے کا نتیجہ بھی کبھی ملتا ہے تم کو ہلکا سا معشر کی خبر ہے کہ نہیں  
آگاہ اپنی موت سے کوئی بشر نہیں سامان سو برس کے ہیں کل کی خبر نہیں

جہاں کی سحر کر کے خانہ اصلی کو چاٹیں گے  
تماشا گاہ دنیا ہے، اسے مہلا سمجھتے ہوں  
نفس کی آمد و شد ہی نہ ہو، تو کہا اجارہ ہے  
طاسم زندگی کو ہم تو ایک دعو کا سمجھتے ہوں

نشان کش پا اُن کا ملے کہوں کر کہ دستے میں  
جہاں وہ پانو دکھتے ہوں، بشر آنکھیں بچھاتے ہیں

یہ زندگی ہے جسے اضطراب سمجھے ہوں  
وہ شکل موت ہے سب جس کو خواب سمجھے ہوں  
گئے شباب کے ہمراہ زندگی کے دن  
اب آگے جسم کی مٹی خراب سمجھے ہوں  
گنہ اگرچہ ہوئے بے شمار ہم سے مگر  
قرے کرم کو بھی ہم بے حساب سمجھے ہوں

ہم تو نگاہ لطف سے بے ہوش ہو گئے کچھ سحر بھی ہے کیا نظرِ انعامات میں؟

دل گیا کوچک قاتل میں تو اب تک نہ پھرا  
جان بھی جانتی ہے اب دل کی خبر لانے کو  
گرمیِ حسن جلادے گی، خبر اس کی نہ تھی  
اُسے نہ گلشن ہستی کی ہوا کہانے کو

یہ منحوس ہوئے دیکھ کے بے ساختہ پن کو  
اُٹھائے میں خود چوم لیا اپنے دھن کو

کوئی نافرمان سمجھتا ہے کوئی دیرانہ  
دیدہ بازی ہے رقیبوں سے ہمارے آگے  
تو نے رسوا کیا آخر دل مضطر ہم کو  
دیکھتے ہیں جو دکھانا ہے مقدر ہم کو  
کہ دو پھرائیں گے تسکینِ زبانی ہی سہی  
راجہِ راحت کا بھی اک وقت معین ہے ضرور  
آپ کے چہرے کے یہ میری وفاداری کے  
اب تو ہوں سب کی زبان پر یہی افسانے دو  
جلوے فرماتے لامکاں تم ہو  
کوئی جس جا نہیں وہاں تم ہو

دیکھتے دیکھتے مرجائیں گے ہم یار کی راہ  
دم بھی نکلے گا تو اس دیدہ بھدار کی راہ

ہشیار جو مشہور ہیں دنیا کے طالبکار  
جانتی تو ہے یہ ہمد رواں راہ طلبہوں  
وہ سب ہمیں انجام سے فافل نظر آئے  
دیکھیں اسے کب عشق کی منزل نظر آئے

سنا ہے اُن کو منظورِ نظر تیغ آزمائی ہے  
کہاں شوقِ شہادت نے مری گردن جھکائی ہے  
سمجھ کر عاشقِ جانہاز اننا مت ستا ہم کو  
اُسی نے دل دیا جس نے تری صورت بنائی ہے

اب لڑکپن چھوڑ دو عہدِ شباب آنے کو ہے  
ہو جس میں آؤ کہ وقتِ انقلاب آنے کو ہے  
دیدہ بھدار جو کچھ دیکھنا ہو دیکھ لے  
حشر نکاح جس سے نہ چونکے گا وہ خواب آنے کو ہے

نہ خطا اپنی نہ اُن کی ستم آرائی ہے  
یہ مصیبت ہمیں تقدیر نے دکھلائی ہے  
سخت مشکل ہے کرو ضبط تو چائنا ہے جگر  
اور کیفیت دل کہلے میں رسوائی ہے  
جان بچتی نظر آتی نہیں بچھیلی سے  
کیا ترے عشق کے پردے میں قضا آئی ہے

نکیرین آکے مرقہ میں جو پوچھیں گے تو کہ دوں گا  
میں بلند ہوں اُسی کا جس سے سب کا دم نکلتا ہے

کیا مری زندگی بسر نہ ہوئی      ہاں مگر ایک طور پر نہ ہوئی  
شب فرقت کی سختیاں دیکھو      دم فلدا ہو گیا سحر نہ ہوئی  
آپ تک کون مجھ کو پہنچاتا      جب کہ تقدیر راہ بر نہ ہوئی

کیا جانے کس کے پاس گیا کچھ نہ پوچھو  
ہم سے ہمارے دل کا پتا کچھ نہ پوچھو  
کیا کہا خرابیاں شب غم کی بیاں کروں  
بے لطف زندگی کا مزا کچھ نہ پوچھو

کیا زمانے سے گئے عشق و محبت والے ؟  
اب کسی میں نہ مروت نہ شناسائی ہے

پہرتے ہی نظر تھری پھرا مجھ سے زمانہ      معلوم ہوا گردش ایام یہی ہے

قاتلوں میں عجب انداز چھا ہوتا ہے  
کوئی ترپے تو وہ کہتے ہیں "یہ کیا ہوتا ہے ؟"  
یہ بھی نیورنگی قدرت ہے کہ بلڈوں میں ترے  
کوئی بیہوش کوئی ہوش ریا ہوتا ہے

بیٹھا ہی میرے پاس تو ملے پھیر کر وہ شوخ  
تقدیر کس مقام پہ پہلو بدل گئی

دیکھ کر عالم رویا میں اُنہوں میں سمجھا  
خوابِ فُتلت یہ نہیں بخت کی بھداری ہے

نہ تو کچھ فکر میں حاصل ہے نہ تدبیر میں ہے  
وہی ہوتا ہے جو انسان کی تقدیر میں ہے  
اُس کا ہر فقرہ ہے بیچپنِ جوابِ خط میں  
ہے طبعیت میں جو شوخی وہی تحریر میں ہے

سن تو اے دشمنِ دین اب تجھے کیا ہے منظور  
کوئی دنیا میں مسلمان رہے یا نہ رہے

واہ دے شہرِ خموشاں کے بسانے والے کہ اُدھر جا کے پھر آتے نہیں جانے والے  
یہ ترے پلند و وعظ کون سنے؟ ناصحاً، عالمِ جوانی ہے

کس طرح سے دل آپ نے پتھر کا بنایا  
ہم کو بھی بتا دیجئے تدبیر کچھ ایسی

وطن چھوٹے تو کہو کس طرح قرار آئے  
عدم سے آئے تو دنیا میں اشکبار آئے

اے گلِ صدائے نالہ مرے ہر نفس میں ہے  
سیلے میں دل ہے یا کوئی بلبلِ قفس میں ہے

بیہوش کیے دیتی ہے ناڈیہِ نظر کی  
اب ہم کو خبر ہے نہ اُدھر کی نہ اُدھر کی  
جب عشق نہ تھا چہن سے اوقاتِ بسر کی  
اب جی سے گذرتے ہیں یہ صورت ہے گذر کی  
کروٹ تھی اُدھر کی، کبھی کروٹ تھی اُدھر کی  
کل آپ کی فرقت میں یونہی رات بسر کی

رسوائے جہاں ہوتے ہو کیوں شہر کے باعث  
جو لوگ تمہیں کہتے ہیں ہم کہ نہیں سکتے

سلیمان تو ہوں اکثر کہ وہ آنے کو ہیں تیار  
لیکن مری تقدیر بھی جب راہ پر آئے

دست رس پیار پہنکوں کرم مجھے حاصل ہو جائے  
اُس سے کیا زور چلے جس کی طرف دل ہو جائے

مذہب عشق میں عاشق کو عجب لطف ملا  
کہ نہ وہ کفر میں حاصل ہے نہ اسلام میں ہے

#### توجہ پر

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شان میں  
مشعل میں آپ خالق اکبر کی راہ کی پور اصل کڑیا بھلا مرے بخت سیما کی  
سلیمان میں کوئی بھی مجھ دانخواہ کی ہے آپ کو خبر مرے حال تباہ کی  
مشہور خلق آپ کی مشکل کشائی ہے  
موقوف آپ پر مری حاجت روانی ہے  
باز الم نے مہری کمر چور چور کی آئی نہیں نظر کوئی صورت سرور کی  
حالت بہت بُری ہے دل نا صبور کی ہو جائے مجھ گدا پہ ہدایت حضور کی  
مشہور خلق آپ کی مشکل کشائی ہے  
موقوف آپ پر مری حاجت روانی ہے

#### قصیدہ

حضرت فوت پائے کی شان میں  
فوت پاک اپنی دکھا دیجیہ وہ شان مجھے  
جس سے مل جائے چمکتا ہوا ایمان مجھے  
جاؤں دنیا سے سیکڑیں تو مستحضر میں کرے  
سرخرو پیش خدا آپ کا احسان مجھے  
مہربانی سے مٹا کیجیہ وہ طسور طریق  
کہ زمانے میں کہوں لوگ مسلمان مجھے  
ڈرے ڈرے سے جہاں نور الہی ہے وہاں  
وہ مددگار کا نظر آئے بہیمان مجھے

قسط

گل خلدان و چشم نم دیکھ ' زلف و سنبیل کے پیچ و خم دیکھ '  
بتکدے میں بہت صلم دیکھ ' سیکڑوں بلبلوں درم دیکھ '  
اہل ثروت ' عرب ' عجم دیکھ ' صاحب طباطبائی و علم دیکھ '  
ایک سے ایک محترم دیکھ ' چشم "حیرت" نے تم سے کم دیکھ '

## سایم

گوری شکر "سایم" تہیج بہان عرف لالہ چہن سکھ کے بیٹے لکھنؤ کے  
 رہنے والے، قوم کے کُستہ تھے۔ واجد علی شاہ کے زمانے میں تصوف و تالیف  
 کا شوق ہوا۔ احمد مہرزا "صابر" سے خوشنویسی اور عروض سیکھا۔ مہمد  
 مہرزا "انس" شاگرد "ناسخ" سے مشورۂ سخن کرتے تھے۔ ان کا دیوان  
 ۱۳۱۲ھ میں چھپا۔

کلام میں لکھنؤ کی قدیم شاعری کا رنگ چھلکتا ہے، مضمون آفرینی  
 بڑی ہے۔ اپنے زمانے کے رنگ کے موافق استعارے اور تشبیہ کے دلدادہ ہوں [۱]۔

### غزلیات

فیض صحبت نہیں ہے جوہر ذاتی ممکن  
 قطرۂ شہدیم کا صدف میں کبھی گوہر نہ ہوا

صاف باطن جو ہیں آتے ہیں برابر سب سے پیش  
 عکس آئینے میں یکساں ہے کُدا و شاہ کا

وقت آرائش مقابل ہو کے دوے صاف سے آئینے نے کیا مزاج یار کو برہم کیا

دل و دین عشق میں ہوے برباد دیکھو اب کرے زمانہ کیا

لے گیا رانا حقیقت پر مجھے عشق معجز  
 ہر بت رنگیں ادا سلگ نشان ہوتا گویا

کبھی پہلو سے آنکھوں میں کبھی آنکھوں سے پہلو میں  
 قہام دل ہے شوق دین میں کب ایک ملزل پر

وقتِ گریہ ، کارِ قـلـزم دامن تو نے کـہـا  
گر پیوں ہوندیں جو آنسو کی وہ گوہر ہو گلہیں

کہا کہا موس تھی آہِ دلی بے قرار میں  
کلیجِ قفسِ ملا مجھے فصلِ بہار میں

آنکھوں کو خوں دلائیے مڑکے کی یاد میں  
نشتر سے چھوڑے رگِ ابرو بہار کو

کہوں کہا تجھ سے حالِ دردِ فوقتِ حـکـایت ہے زیادہ ، رات کم ہے  
فیضِ ساقی سے کیا عجب ہے کہ ہے قطرہ قطرہ سب سب ہو جائے

اب لطفِ دیدِ کہا ہے کہ آئے ہر نزع میں  
دل مارنے کی جب مجھے مہلت نہیں دہی

---



## جوہر

جواہر سلیمہ "جوہر" منشی بختیار سلیمہ "راقم" کے بیٹے لکھنؤ کے رہنے والے قوم کے کاٹستھ اور راجا لال جی کے حقیقی بھانجے تھے جو امجد علی اور واجد علی شاہ کے زمانے میں فوج کے بخشی تھے۔ کل محمد خاں "ناطق" اور خواجہ "وزیر" سے اصلاح لیتے تھے [۱]۔ اور مرزا "غالب" کے شاگرد رشید تھے۔ اردو کے پانچ دیوان ان سے یادگار ہیں۔ صاحب خمخانہ جاوید ۱۳۲۵ھ میں لکھتے ہیں۔ "ایام ضعیفی میں دس بارہ برس ہوئے کہ آپ کا انتقال ہو گیا" اس حساب سے تقریباً ۱۲۱۳ھ میں وفات پائی۔

زبان کی خوبی اور سلاست کے علاوہ کلام میں تصوف غالب ہے۔ اکثر جگہ مسئلہ وحدۃ الوجود کو تغزل کے مقبول رنگ میں بیان کیا ہے۔

### غزلیات

میں بھی اُس کے منظر میں کروں سجدہ نہ کیوں جوہر!

نظر آتا ہے 'جو کچھ ہے' نسونہ اُس کی قدرت کا

تہہرا وصال وعدہ فرداے حشر پر \_\_\_\_\_

دل میرے عشق سے مسرور ہوا 'خوب ہوا': جہاں خالی تھا: یہ معمور ہوا 'خوب ہوا'

مجھ کو مارتوں 'اے بھداں گرا چھا کیا: \_\_\_\_\_

جلد لا مسافر الماس میں 'ساقی' میرے لعل \_\_\_\_\_

خار کی طرح ملی باغ جہاں میں تقدیر:

جس سے لپٹوں وہ چہرا لوتتا ہے دامن اپنا

[۱]—سخن شہرا، ص ۱۱۸ و خمخانہ جاوید، ص ۲، ص ۲۱۲۔

جگائے صبح وہ بالہیں پتہ ہے نقاب آیا اُتھو بھی صبح ہوئی سر پر آفتاب آیا

ہم آئے عشقیازی کو ؛ تم آئے دلدوازی کو ؛

کوئی اس عالم اسباب میں کب بے سبب آیا

میرے مرض کا کچھ نہیں بھر از فنا علاج دم لے کے تم یہ جائے گا اس کا کھلاج؟

سب کھیلتے تھے میں نالہ کرم اُس کے واسطے :

اک شمع نے لکائی ہے یہ انجمن میں آگ

صبر آہی جائے گا ؛ اے نا مصحو ؛ تھک کے خود ہو جائے گا ناچار دل

وہ بادہ خوار ہوں پہنچوں گا جب لب کوثر

تو دیں گے ساقی کوثر بھی بھر کے جام مجھے

## طاہر

طاہر علی "طاہر" سید اطہر علی کے بیٹے ' فرخ آباد کے رہنے والے تھے -  
حضرت "بصیر" لکھنوی اور امداد حسین "صفیر" فرخ آبادی سے تلمذ  
تھا [۱] - شاعری کی طرف ابتدا ہی سے طبیعت مائل تھی - ان سے ایک دیوان  
یادگار ہے - جسے ۱۳۱۲ھ (۱۸۹۳ء) میں مرتب کیا تھا اور ۱۸۹۵ء میں مطبع  
محمدی کانپور میں چھپوایا [۲] -

تغزل میں تلمیذات سے کام لیتے ہیں ' تصرف کے نکات دلکش ہیں انداز  
میں بیان کرتے ہیں اور معمولی ترکیبوں میں بلند مضامین پیدا کرتے ہیں -

### غزلیات

روز فرقت نے دیے داغ ' جگر میں کیا کیا  
مشعلیں جلتی ہیں دن کو سرے گھر میں کیا کیا  
میتھسے سوکھا ہے شب غم میں جو اندازِ فغاں  
درد ہے نالہ مرفان سحر میں کیا کیا

تیر نظر سے جب تن لافز نہ آسکا  
تیروی بدل گئی کہ یہ کھسا نشانہ تھا  
تو رہا ہوا تھا اُلغت ساقی کے رنگ میں  
طاہر میں گو لباس مرا صوفیانہ تھا

وہ نشئیے میں نہ لڑاتے تھے آنکھ غیروں سے  
کسی زمانے میں یہ مہکدہ خراب نہ تھا  
اب اُس کی ہمدہ نوازی جو بخش دے "طاہر"  
ہمارے جرم کی کچھ حد نہ تھی ' حساب نہ تھا

[۱]—سطن شعرا ' ص ۳۰۱ و خاتمہ دیوان طاہر ' ص ۲۵۹ -

[۲]—خاتمہ دیوان طاہر ' ص ۲۶۰ -

آنکھوں ساقی سے ملا کر غہر جنب وخصت ہوا  
شریت دیدار پیمانوں میں بھر کر لے گیا  
مانگتا ہوں میں بھی مسجد میں دعاؤں وصل کی  
منجھ کو بھی عشق بتاں اللہ کے گھر لے گیا

چکر میں داغ جنوں بھکساب دیتا جا      نشانہاں منجھ تو اے شباب دیتا جا  
بہار توبہ شکن آگلی ہے اے ساقی      چمن کی خہر ہو جام شراب دیتا جا

غائبانہ ہی محبت نے چسائے نقشے  
میں نے اُس بت کو ' نہ زاہد نے خدا کو دیکھا

دیکھ لیں اہل نظر کھنیت مہکخانہ آج  
چشم ساقی کی طرح گردش میں ہے پیمانہ آج  
وحشت دل کی حمایت پا کے ' اے جوش جنوں '  
عقل سے دست و گریباں ہے ترا دیوانہ آج

پہلچپی کمد آہ فلک تک تو کیا ہوا      بام مراد عشقی ہے اِس سے سوا بلند

چار آنکھوں ہم نے کی ہیں ' تو قصہ نہ کھجھو  
سائل نہیں ' فقہر نہیں ' راہ گھر ہیں

حضور دیکھ تو لیں اپنے طاق ابرو میں  
میں دکھ کے بھول گیا ہوں دل خراب کہیں  
نہ آئے راز محبت زبان تک دل سے  
چھلک نہ جائے پیالے سے یہ شراب کہیں

کس خرابی سے ملا ہے در جانان منجھ کو  
یہیں رھنے دے اپا اے گردش درواں منجھ کو  
بندھ چاک چکر کے لہے اے دست جنوں '  
کوئی باقی ہو تو دے تار گریباں منجھ کو  
دھوکا دیئے کو فقہرانہ بگائی صورت  
پھر بھی پہچان گئے آپ کے دربان منجھ کو

وہی قفس میں بھی مرنے کی آرزو مجھ کو  
 گلے کا ہار ہوئی ہر رگ کلو مجھ کو  
 لحد میں رخ نہ کروں کوئے یار کی جانب  
 جب اضطراب بھی دھلے دے قبلہ دو مجھ کو  
 میں ساتھ ساتھ چلوں گا ابھی ابھی اے صبر  
 سنبھال لہلہ دے یار گناہ تو مجھ کو

مال و دولت سے میں مستغنی ترے در کے فقیر  
 کھینچا ہاتھ آئی ہے نقش قدم کی خاک سے

بڑھ گئی شوق شہادت میں جو بہتابی دل  
 چال بسمیل کی تہارے چکر افکار چلے  
 شکر ہے ہو گئی آسان وہ ملک عدم  
 قہری تلوار کے سائے میں گنہگار چلے

وہ دور کر نہ چلیں جسم زار باقی ہے  
 ابھی الجھلے کو دامن سے خار باقی ہے  
 بڑھا چکے ہیں مرے سوگ میں وہ سب زبور  
 گلے میں اشک مسلسل کا ہار باقی ہے

اے گل ترے دیوانوں کی ہے وضع نرالی  
 ثابت ہے جو دامن تو گریبان نہوں ہے  
 ارباب صفا کو ہے تکلف سے غرض کیا  
 اُنہلے کے گھر کا کوئی دربان نہیں ہے

ابرو کا جواب ' اے بت عیار ' کہاں ہے ؟  
 ' اس کاٹ کی ' ' اس گہات کی تلوار کہاں ہے '

## کیف

شونازہ ”کیف“ پبلکٹ بیسج ناتھ چک کے بھائی ایک کہلے مشق شاعر تھے شاعری سے گہری دلچسپی رکھتے تھے۔ جہاں پہنچتے مشاعرے کی طرح قائل دیتے۔ سہارنپور، فیض آباد، گونڈا، آناؤ وغیرہ میں تحصیلدار اور ڈپٹی کمشنر رہے۔ پبلشن کے بعد ریاست چمپور میں دیوان ہوئے۔ پھر ۱۹۰۹ء سے لکھنؤ میں مستقل قیام کر لیا۔ گونڈے سے ”گلدستہ کیف“ ایک ماہانہ رسالہ ۹۰—۱۸۹۲ء میں جاری کیا تھا۔ دیوان چھپ گیا ہے۔ ۱۹۱۳ء (۱۳۲۲ھ) میں وفات پائی۔

کلام میں سلاست و روانی ہے۔ زبان سستہ ہے، بلدشوں چست اور دل نشین ہیں [۱]۔

### غزلیات

کس جگہ تھوکتے تجھے والہ و شیدا توہا  
جب کہیں خاص نہیں کوئی ٹھکانا توہا  
تو وہ پکڑتا ہے کہ جس کا نہیں ثانی پیدا  
کوئی بتلائے کہاں ہے کوئی ہمتا توہا

”کیف“ اُمید و ہائی قہد وحشت سے نہیں  
پسانو کی زنجیر اب دامان صحرَا ہوگیا  
کیسا ہے کہاں ہے وہ، بتائے کوئی کیا ”کیف“  
پے نام و نشان کا تو نشان ہو نہیں سکتا

اے بھی لب پہ تھی اور نالہ شہکھر بھی تھا  
رات مجھ سا کوئی اور اے فلک پھر بھی تھا  
دھاس بسل کی بچھانے کے لئے مقتل میں  
آب خلیج بھی تھا آب دم شمشیر بھی تھا  
اُس کی مصفل میں سوا تیرے بتا تو اے "کیف"  
کوئی خاموش بھلا صورت تصویر بھی تھا

نہ تھا جوش جلوں میں جب لہو کا ایک قطرہ بھی  
دگوں کو چھوڑ کر پھر نہ شتر فساد کیا کرتا  
تری قدرت کا جلوہ دیکھتا تھا میں حسیلوں میں  
سوا وحدت کے کثرت میں کسی کو یاد کیا کرتا  
کسے خچر ہے کہ روز شمار کیا ہوگا خدا ہی جالے کہ انجام کار کیا ہوگا

جو گھا واپس نہ آیا بس وہیں کا ہو رہا  
پوچھے پھر کوئی کسی سے کیا نشان کوئے دوست

وہ ہوں کم گشتہ میں راہ عشق میں اے "کوف" زار  
خضر بھی تھو نکلے تو پائے کچھ نشان مدت کے بعد

پاے وحشت درختا ہے پور بیاباں کی طرف  
بزم رہا ہے ساتھ پور چوہب و گریباں کی طرف  
قبل معشر ہو اگر منظور معشر دیکھنا  
چلتے پھرتے جائیے گور غریباں کی طرف

مر کے لانا میں وہاں کا کچھ پتا دور ہے ملک عدم نا چار ہوں  
آمد و شد سے نفس کی دمچدم ہو گیا ثابت کہ میں اک تار ہوں  
بہولتا ہے عہد تو ہستی پر آسرا دم کا، اے حباب ! نہیں  
پلا دے آب خلیج اور قاتل، ابھی باقی ہے دم اس نیم جاں میں  
ہم ابھی جائیں گے سوئے ملک عدم جانے والوں کی خبر آنے دو

ہریانی تیں لباس ایلہا حاجت اِس کو نہہیں دےو کی  
 اللہ دے ہماری سخت جانی تہغ قاتل بھی خون تہو کی  
 ساقی بھر کر پلا دے اِک جام ہو خیر تری ' ترے سہو کی  
 مسیحا کھا خیر لے گا کسی کی جب اُس کو آپ ہی ایلہی پڑی ہے

بعد مرنے کے کسی کو نہ دکھائی صورت مہلہ لہہتے ہوئے چادر سے خطاوار چلے  
 مرنے دم وضع کے پابند یہ دونوں نہ رہے اِک روش راہ عدم ' قافل و ہشیار چلے

کڑے ضبط فغاں جب دل تو بتلا " کیف " فرقت میں  
 لبوں پر آکے پھر کس طرح آہ نارسا تھہرے



## قیصر

امین الدین "قیصر" شاہ ابوالمظفر کے بیٹے، شاہ محمد علیم [۱] کے پوتے، مرزا اعظم علی "اعظم" کے شاگرد، شاہ اجمل الہ آبادی کے خاندان سے تھے۔ ۱۲۵۳ھ میں پیدا ہوئے۔ ایک مختصر دیوان "فرمان سخن" مطبع نامور، الہ آباد میں ۱۳۱۸ھ میں چھپا۔ ۱۳۳۴ھ میں وفات پائی [۲]۔

کلام میں آتش کا رنگ اور بدستختگی اور ندرت ہے۔ جذبات کی ترجمانی خوب کرتے ہیں۔ قافیہ انداز تازہ اور شگفتہ ہیں، قصائد میں آمد کی کھفیت زیادہ نمایاں ہے۔

### غزلیات

کھنچے اے کلک نقشہ مطالع اہرے احمد کا  
 سر دیواں پہ چمکے تاج بسم اللہ کی مد کا  
 کھلا نام اسم سے اللہ کے مجھ کو محمد کا  
 پتلا لام مشدد سے ملا میم مشدد کا  
 نشان نقش پا ہے غیرت نور ید بیضا  
 چراغ طور پروانہ ہے شمع روے احمد کا  
 بہار گلشن فردوس پھر جاتی ہے آنکھوں میں  
 تصور رنگ لاتا ہے ترے روضے کے گلبد کا  
 کھے گدیکہ کردیواں مجھے محشو میں اے "قیصر"  
 چمک دو خلد میں مداح آیا ہے محمد کا

[۱]—الہ آباد میں "دائرۃ شاہ علیم" انہیں کے نام سے ہے۔ سقن شعرا میں انہیں "شاہ علیم اللہ" لکھا ہے۔

[۲]—"لغت جگر" پیدائش کی، "آہ شاعران" قیصر، وفات کی تاریخ ہے۔

اب کہاں ہے جاوے دیدار بے پردہ نصیب \_\_\_\_\_ ایک دن موسیٰ سے لطف بے حجابی ہو گیا

امتی کہتے ہیں بلندہ مجھے 'مولا تجھ کو \_\_\_\_\_ اس طرح ذکر ہوا کرتا ہے مہرا تیرا

یہ اُن کے بے نشانوں کے نشان ہیں \_\_\_\_\_ نہ مسکن ہے نہ ہے مدفن کسی کا

یہی "قبصر" ہے جنت کا وسیلہ

نہ چھوٹے ہاتھ سے دامن کسی کا

امانت ہے بتوں کا راز اُلغت دیدہ دل میں

تصور ہے مجھے آنکھوں سے اُن کی پردہ داری کا

چھکا کر نشئی میں سر ساقی مہکھن کے قدموں پر

لیا ہے بیگودی سے کام میں نے ہوشیاری کا

بتوں کو جبر کا شیوہ ملا سرکار خالق سے

ہمیں بخشا گیا سامان سب بے اختیاری کا

مرا خط کس طرح ' اے آسمان منزل ' تجھے پہنچے ؟

پر جبریل سے یہ تم کا دفتر آتھ نہیں سکتا

فقیری تھرے کوچے کی کہیں بہتر ہے شامی سے

تری دولت سرا سے مر کے "قبصر" آتھ نہیں سکتا

دیکھ کر اضطراب بسمل کا \_\_\_\_\_ توت جانا ہے دل بھی قاتل کا

اُن کو بے عذر آج دے دیں گے \_\_\_\_\_ یوں کریں گے معاملہ دل کا

خاک ہم راہ جستجو میں ہوئے \_\_\_\_\_ نہ ملا پسو نشان منزل کا

اُن کی مڑگل تو پھر گم ہیں ہم سے \_\_\_\_\_ کون کانگیا نکالتا دل کا

ہے نشئی پلدار عیث بادہ کشوں کو \_\_\_\_\_ ساقی نہ کسی کا ہے نہ مہمانہ کسی کا

نظر آنا نہیں پہلو میں تھکا نا دل کا \_\_\_\_\_ نگہ ناز آزادی ہے نشانا دل کا

زور بڑھتا ہے ناتوانی کا \_\_\_\_\_ عشق اک روگ ہے جوانی کا

جاوے گر ہے وہ مہر پہلو میں \_\_\_\_\_ لطف ہے صبح زندگانی کا

ساقی دری و شوں کی خبر کس سے پوچھو گے ؟ \_\_\_\_\_ جو ہو گدے میں ہم کو ملا ' بے خبر ملا

کہا کیا مکان ہیں تھرے لئے اے جمال یار  
دل میں چٹکے ملی تجھے آنکھوں میں گھر ملا  
غفلت میں رہے ہو کئی آخر تمام ' سحر  
پہری میں بھی نہ وقت نماز سحر ملا

اے شمع جاں ' ہے بعد ترے قصر تن میں کیا ؟  
جب تو نہیں ' تو اور ہے اس انجمن میں کیا ؟

فصلب ہے شام ہی سے وصل کی شب دل دھوکتا ہے  
خدا جانے کہ ہوگا حال کیا وقت سحر اپنا

جلد دکھلا سحر وصل کی صورت ' یارب  
دل شب ہجر بیتاں سے مرا گھبرا اٹھا

خوب میرے حال سے واقف ہیں اے دل ' چشم و کوشی  
لطف دونوں کو ملا ہے نامہ و پیغام کا

عندلیبو ' مجھے کھوں خار نہ ہو سیر چمن ؟  
کوچہ یار ہی چھوٹا ' تو گلستاں کس کا ؟  
آج ہی دست درازی جنوں دیکھتے ہیں  
پردہ رہ جاتا ہے ' اے جھب و گریباں کس کا ؟

کو کے بسمل نہ مجھے ' شوخ ستمگر ' جانا	فصلہ آج توڑنے کا مرے کر جانا
خانہ چشم میں دھوے مرے پردہ ہے یہیں	دیکھوے دیکھوے ' اچھا نہیں باہر جانا
یار نے خواب میں دیدار دکھایا ہے میں	بخت خفتہ نے جگایا ہے مقدر اپنا
لا تصور میں کسی شمع کا جلور ' اے دل	تو بھی فائوس خیالی میں بنا گھر اپنا
دیغ ادا کے وار اُٹھاتے نہ کس طرح ؟	پہلو میں داں نہ تھا ' کہ ہمارے جگزنہ تھا
رہنا بتوں نے دل کا کیا اس لیے پسند	بہتر خفا کے گھر سے کوئی اور گھر نہ تھا

وہ شرم سہہ کاری سے ہر دم سر گریباں ' میں  
خدا کے سامنے اے دل ' حجاب آیا تو کہا آیا ؟

اللہ دے شان مسکن ڈیشان مصطفیٰ کرسی سے بھی بلند ہے ایوان مصطفیٰ  
سایہ کرے گی نور خدا بن کے حشر میں اللہ دے شان وسعت دامن مصطفیٰ

جبکہ سا ہو در سلطان اُمم پر اے دل سیدھا ہوتا ہے وہیں جا کے مقدر اُلٹا  
خضر دل دیر سے کہیں کو لہے جاتا ہے راستہ مجھ کو بتاتا ہے یہ رہبر اُلٹا  
پھر آج سوے گلشن چھوٹکا چلا خزاں کا اللہ ہے نگہاں بلبل کے آشیاں کا

مملہ دکھانا ہے خدا کو بھی ' یہ اندھو نہ کر  
حشر کا دن بھی کبھی ' اے شب ہجران ' ہوگا  
قطع ہوگا نہ کبھی سلسلہ پردہ داری  
اپنا دامن ' جو پھٹے گا ' تو گریباں ہوگا

چومے نہ فتح پائے ید اللہ کس طرح خیر کشا تھی قوت بازوے مرثضیٰ  
میں نہ جانا لے گیا دھوکے سے جنت میں مجھے  
سامنے رضواں نے تیرے گھر کا نقشا کر دیا

کھل گئیں صورت گل جامہ نو کی کلیاں رنگ لایا ترے دامن سے لہت کر سہرا  
فرط شادی سے سماتا نہوں پھراہن میں اپنے جامے سے ہوا جاتا ہے باہر سہرا  
پھیلے پائو ' ہاتھ میں جب دل لہا مرا نزدیک ہو کے یار کو دیکھا ' تو دور تھا  
اللہ دے پھوٹو دی ' نہ ہوئی کچھ خبر ہمیں آئی خزاں ' گذر گئی فصل بہار کب ؟

جب چلی باد مخالف ' ایک دم میں مت گیا  
جسم خاکی بھی مرا تھا نقش تعمیر حباب

مانع آہ و بکا ' دشمن فریاد ہیں آپ  
سچ تو یہ ہے کہ غضب کے ستم ایجاد ہیں آپ  
وہ ہوا کہاتے ہیں غیروں کو لہے گلشن میں  
اور اے حضرت دل ' مفت میں بریاد ہیں آپ

ہمارے دیدہ بیدار ہم سے کہتے ہیں ہمیں کبھی نظر آئی نہ خواب کی صورت  
تھہرتھہر کے بھوک ' اے فراق کے شعلے ' مزا یہی ہے بھلے دل کباب کی صورت

تو عاشق جائے نہ ! اے شاہِ خوباں ، رہے سایہ افکن ہمارے محبت  
 نہیں کچھ یہ موقوف شاہ و گدا پر جسے چاہے بندہ بنائے محبت  
 مرا درد دل اُس مسکھلا کو لایا مرض ہو گیا خود درائے محبت

کہول کر ہم دل کہیں گے خوب حال زار آج  
 رحم پر آیا ہے برسوں میں مزاج یار آج  
 شب کو تھے وہ ہم بغل وقت سحر کچھ بھی نہ تھا  
 سہل کل تک زندگی تھی ، ہوئی دشوار آج

شوق دیدار بڑھ گیا حد سے روزِ معشر کا انتظار ہے آج  
 بے نہازی کا ہے غرور اُنہیں کوئی بندہ جو بیقرار ہے آج  
 دغ گلوں ہے پُر عرق اُن کا کیا ٹپکتی ہوئی بہار ہے آج؟

وصل میں فہم آگیا ہے تابِ نظارہ نہیں  
 وہ تو نزدیک آگئے ہیں پر ہمیں ہوں دور آج

سبطین تھے گلدستہ گلزارِ نبوت تھی ایک میں بواہک میں تھی خورے محمد  
 اے چرخ آج شب کو چڑھیں گے وہ بام پر دعویٰ ہو کچھ نہ تو بھی زمین پر اتار چاند  
 اکسیر ہوا خواب ، مقدر مرا جاگا ، سونے میں ملی دولت دیدار محمد  
 ہاتھ رکھا جو بدن پر مرے تپ دور ہوئی دستِ جانان کی لکھڑوں کو میں سمجھا نہ ریڈ  
 کہا میں ”قمصر“ کہوں کس چمن سے گزری شب وصل  
 رات بھر بے سار رہا میرے گالے کا تعویذ

روح آنکھوں میں چلی آئی ہے آنسو ہو کر پھوٹا ہوا ہے نگاہوں جو خفا تو ہو کر  
 ہجرِ ساقی میں جو پیمائشیں کبھی اے ”قمصر“  
 مے گلدار ٹپک جاتی ہے آنسو ہو کر

مجھ کو حیرت ہے نہ اُتھتی تھیں کبھی شرم سے جو  
 اب اُنہوں آنکھوں نے سیکھا ہے اشارا کیوں کر  
 چمن آنا نہیں بے آپ کے دیکھے اُس کو  
 دل بہتاب پہ قابو ہو ہمارا کھوں کر؟

سوچتا ہوں کوئی پہلو نہیں ملتا مجھ کو :  
 دل مرے ہاتھ میں آ جائے تمہارا کیوں کر ؟  
 کوئی جاں پر نہ ہوا عاشق شہدا ہو کر  
 جان لی آپ نے کتلوں کی مسیحا ہو کر ؟  
 جان کر قہس کسی صاحبِ محفل کا مجھے  
 ناز کرتی ہے شب ہجر بھی لہلی ہو کر  
 راہ پر اُن کو نہ آنا تھا ، نہ آئے ، افسوس !  
 ہم یہاں مت بھی گئے نقشِ کف پا ہو کر ؟

سختیِ نزع کے صدموں سے ہوا چھٹکارا موت آئی تھی مرے پاس مسیحا ہو کر  
 حشر برپا نہ کرے آپ کی رفتار کا ناز دیکھو دیکھو ، اچھا نہیں ہر بار کا ناز  
 دامنِ گل کی ہوا چاکِ قہس تک لے جا اے صبا ، تو ہی اُٹھا مرغِ گرفتار کا ناز  
 مجمعِ کافر و دیلمدار وہیں رہتا ہے کرچہ یار میں ہے دیو و حرم کا انداز  
 دیکھو کتنی ہے دلِ شب ہجر اُن کیسے آج بھٹک رہا ہے مرے رنج و الم کا انداز

ہجر رہتا ہے وصالِ بت ترسا کے عوض  
 موت آتی ہے مرے پاس مسیحا کے عوض  
 دلِ مجنوں سے یہ ہر بار صدا آتی ہے  
 ہاے ، میں کہوں نہ ہوا محفلِ لہلی کے عوض

لہریز اُس کے دم سے ہوں مے کی گلابیاں  
 ” قہصر “ مجھے ہے ساقیِ کُلفام سے فرض

خمرِ مے بہرِ خداِ ملہ سے لٹا دے ، ساقی  
 ہوگی سہری نہ مجھے ایک ہی چلو میں فقط

اللہ اللہ دے ناٹھرِ شرابِ عرفاں وجد میں جھوم رہا ہے سرِ ملہرِ واضع

ملہ خمر کا پھیرِ شوق سے تو جام کی طرف  
 ساقی نہ دیکھ گردشِ ایام کی طرف

بہت عجب کر دیا یہ اس مہری کے شوق نے  
خود مرغِ روح آرزو کے گہا دام کی طرف  
دنیا بے ڈھات پتہ تک پہنچ نہ کر کہی  
اے دل، خیال چاہوئے انجام کی طرف

کہا جانتے تھے باغِ جہاں خار زار ہے  
پچھتائے آگے گلشنِ ایچساد کی طرف  
کوچے میں تھرے اشک کے مانند ہم گرے  
تو بھی تو آگے دیکھو اِس اُفتاد کی طرف

دیکھو اُنہیں اُٹھتا ہے حجابِ رخِ نایاں کب تک  
نظر آتا ہے چراغِ تپ دامنِ کب تک

گو نقابِ محبت سے نہیں اب طاقتِ رفتار تک  
لو کھواتے جائیں گے لہکن درِ خمار تک  
یوں نہ مہری خاک کو بہرِ خدا برباد کر  
اے صبا، لے جا آزا کر کوچہٴ دلدار تک

بدن میں بادہٴ کشوں کے چو اوزنٹا ہے لہو،  
کہاں سے آگئی ساقی تری شراب میں آگ؟  
حرارتِ تپِ ہجران سے جسم پھلکتا ہے؛  
لگی ہوئی ہے دل خانماںِ خراب میں آگ

بلبل مہوں مجھ میں فرقِ بہار و خزاں کا ہے  
میں مبتلا ہوں آپ کا وہ مبتلا ہے گل  
یارِ برا ہو صر صر خانہٴ خراب کا  
دو دن چمن میں چھوٹے سے رملے نہ پائے گل

زنداں میں لے جانے لگا، دمِ غم سے گھبرانے لگا، سلجیل میں اُلجھانے لگا اندھو دکھلائے لگا  
دل پیچ میں آنے لگا، زنجیر پہنانے لگا، سر پر بلا لانے لگا، اُس کا کل پیچیاں کا خم  
دوری میں تیری زاروں، باغِ جہاں میں خاروں، مدت ہوئی بیماروں، بے مونس و غمگواروں  
آنکھوں سے دریابا رہوں، مجبوروں لاچاروں، اب زیست سے بہزاروں، سہلے میں گھبرا تارے دم

صبا نہ جاںیں کے اِس سال لالہ زار میں ہم  
 کہ اپنے داغوں سے گلشن ہوئے بہار میں ہم  
 صبا کی طرح پتلیوں کی شکل، ہو کی روں  
 ہر ایک رنگ سے جاتے ہیں بزمِ یار میں ہم  
 جفا کی خو ہے اُنہیں ہم وفا پہ مرتے ہیں :  
 نہ اختیار میں وہ ہیں، نہ اختیار میں ہم  
 ہوا شباب میں برباد گلشن ہستی :  
 بزمِ بے چمن اُز گئے بہار میں ہم

دل ہے کہاں، جگر ہے کہاں، ہوش ہے کہاں ؟  
 مدت گذر گئی کہ کسی کی خبر نہیں  
 کرلیں گے دردِ سر کا ہم اپنے علاج بھی :  
 دیوارِ آپ کی نہیں، یا سنگِ در نہیں ؟

بغہ شہنخ و زاهد بھی اُس بیت کے بلندے کہاں رام، اللہ والے، ہوئے ہیں ؟  
 بتوں کے ہے جلوے میں شانِ الٰہی برہمن بھی اللہ والے ہوئے ہیں  
 گناہوں کی، ”قیصر“ ندامت ہے ہم کو :  
 گریہاں میں سر ایذا ڈالے ہوئے ہیں

وہ سلتے کیا، عجب کمبخت افسانہ ہمارا ہے  
 زباں پر آگیا تھوڑا سا، باقی وہ گیا دل میں  
 وہ بحرِ حسن کہتا ہے کنارہ کش ہو وصلت سے  
 کوئی دریا کبھی سوتا نہیں آغوشِ ساحل میں  
 نگاہِ شوخ اُن کی جب نکل آتی ہے پردے سے  
 دیا اُس کو چھپا دیتی ہے اپنی آنکھ کے تل میں  
 پے فریادِ معشر میں نہ خالی ہاتھ جائیں گے  
 رگِ جاں کا لہو بہر لیں گے اپنے شیشے دل میں  
 مری آنکھوں کے پردے دیکھتے کہا کام آتے ہیں  
 چلے آتے ہیں وہ اِن کھڑکیوں سے خانہ دل میں



دبا کر غور کا پہلو ' نہ بھٹھو اپنی محفل میں  
 کہا مالو ' مری جاں ' درد اُٹھتا ہے مرے دل میں  
 خدا کی یاد کے پردے میں اک بت کی پرستش ہے  
 چھوڑ رکھا ہے بتخانہ بھی میں نے کعبہ دل میں

نقوش ہو رہیا ہوں ' نقوش پا میں ' نقوش باطل میں  
 ہم اپنی خاکساری سے مہمادیلے کے قابل ہوں

لہو روٹوں نہ کیوں کر طالب دیدار کی آنکھیں  
 مقدر کی طرح سے پھر گئی میں یار کی آنکھیں

قید میں بھی نہ چھٹا سلسلہ خاموشی  
 غل ہوا خانہ زنجیر سے باہر کس دن ؟  
 آپ ' فرماؤ ' کب تھے نہ بتوں کے بلدے ؟  
 کشور دل پہ حکومت رہی "قیصر" کس دن ؟

اے چلوں ' دست دوازی کا تری خوف نہیں :  
 نہ تو دامن ہوں کسی کا ' نہ گریباں ہوں میں  
 وعدہ روز ازل نبھ نہ سکا غفلت سے :  
 شرم عصوں سے نہ کیوں سر بے گریباں ہوں میں ؟  
 گل ہوا چاہتا ہے غم سے چراغ ہستی :  
 دم کا مہمان ترا ' اے شب ہجران ' ہوں میں

وقفہ نہیں ہے دم کا بقاے حباب میں  
 کہا بے ثباتہاں ہیں جہان خراب میں  
 اصرار مجھ کو ' وصل سے ' انکار ہے اُنہوں :  
 کہا لطاف ہو رہے ہیں سوال و جواب میں !

پوئے سوتے ہیں سب ' احوال سوز دل نہیں کہتے :  
 چراغ زندگی خاموش ہے گور گریباں میں  
 صہت دیر و حرم کی فکر میں برباد ہوتے ہو :  
 چلو "قیصر" رہو تم خاک بن کر کوئے جاناں میں

آہی کعبہ مقصود تک کس طرح پہنچوں گا؟  
شکستہ پاہوں، دور افتادہ ہوں، گم کردہ منزل ہوں

چہے ہیں سر بسر تلووں میں اپنے خارِ نا کامی  
تمنا میں تری، اے حسرتِ منزل، تڑپتے ہیں

توہی خوشبو آزا لائی ہے اُن کے باسی ہاروں کی؛  
صبا، ہم تیرے ہی سر آج یہ سہرا سمجھتے ہیں

ہم اپنی جان سے گذرے، تو یہ کھلا عقدہ :  
چھپی ہوئی تھی اجل یار کے تغافل میں  
خزاں کے آتے ہی گلشن کا رنگ اور ہوا :  
نہ ملدلیوب چمن میں، نہ رنگ ہے گل میں

تجھ کو بے فائدہ اُمید مسکھائی ہے ؛  
کب دوا تیری وہ اے دردِ جگر، کرتے ہیں؟

کھلتا نہیں ہے : وہ کسے چہراں بنائیں گے ؛  
اُٹھنے بندھی کرتے ہیں اپنے مکان میں

ہمارے گھر کا پتلا پوچھتے ہیں لوگوں سے ؛  
کچھ اب تو راہِ یہ، اے دل، وہ آتے جاتے ہیں  
ہمیں تو اُن کے مقدر یہ رشک آتا ہے  
جو اپنے طالع ختمہ چکاتے جاتے ہیں

خدا کے واسطے، اے جذبِ دل، اُنہیں تھہرا ؛  
غضب ہوا کہ وہ قابو میں آئے جاتے ہیں

ہے ہستی مہرِ حباب لب دریا دم بھر کے لیے سر نہ اُٹھا بھر فنا میں

دنیاے دس کا رنگ نہیں ایک طور پر :  
اس باغ میں بہار کہیں ہے، کہیں نہیں  
اک خواب ہو گیا ہے مجھے عالمِ شباب ؛  
اب تھوکتا ہوں میں، وہ زمانہ کہیں نہیں

تیری دیوار قلعے حشر بیٹا رہتا ہے :  
 مہرے نالوں میں گھاسنت کا اثر ہے کہ نہیں ؟  
 حضرت دل شب فرقت میں جو کھجراتے ہیں  
 منجھ سے کہتے ہیں کچھ اُمید سترہے کہ نہیں ؟

فرور حسنی ہے ، اٹکھیلوں سے چلتے ہیں  
 وہ مست ناز ہیں ، جام شراب ہیں آنکھیں

ساتھا ، توڑ نہ شیشے کو ، نہ پوسالے کو  
 باب توبہ کی طرح کھول دے مہنگانے کو  
 خون ناحق کا عیث شمع پہ ہوتا ہے گماں  
 آنہں مشق چلا دیتی ہے پروالے کو

تھرا ہی تو ہے کعبہ و بتخانے میں جلوہ :  
 توہی نظر آتا ہے میں جانا ہوں جدھر کو

قصہ عاشق و معشوق رہے گا نا حشر ؛  
 جائیں گے پیس خدا دست و گریبان دونو

اک آن میں ادنیٰ کو باندیتی ہے اعلیٰ ؛  
 اللہ کی سرکار ہے ایسی کہ نہ پوچھو  
 واں آنے میں حاجت ہے ، یہاں دم ہے لبوں پر :  
 مشکل مری دشوار ہے ایسی کہ نہ پوچھو  
 ہکلا کے اُلجھتے ہیں تمہارے لب شہریں :  
 آپس میں یہ تکرار ہے ایسی کہ نہ پوچھو

دھجھیاں دامن دل تک کی آرا ڈالیں گے  
 اے جلوں ، چاک تو کرنے دے گریبان ہم کو

شباب ، بال کا باندھا ہوا ، چلا آئے ؛  
 رہے نہ نام کو پوری ، خضاب ایسا ہو

پرستش نے تمہاری دین و دنیا سے ہمیں کھویا :  
 بے تو ' کہتی ہے اب ساری خدائی برہمن ہم کو  
 ہوئے حیراں سحر کو دیکھ کر ہم شام غربت میں ؛  
 بہت رویا کھے ' یاد آگئی صبح وطن ہم کو

اے داغ عشق ' خانہ دل کو فروغ دے ؛  
 وہ گھر ہے بے چراغ کہ جس گھر میں تو نہ ہو

اے یار ' چہرہ اپنی تلون مزاجیاں '  
 دشمن کی دوستی سے ہمارا عدو نہ ہو  
 آیا ہے بھول کر ' تو ادب دے نہ ہاتھ سے  
 زائد ' یہ بتکدہ ہے ' یہاں قبلہ رو نہ ہو

طول ہے روز قیامت سے کہیں بڑھ کے ترا ؛  
 کب ہے اُمید سحر ' اے شب حیراں ' مجھ کو ؟  
 ضعف اب حد سے بڑھا ہے مدد ' اے چوہں جلوں ؛  
 طوق آہن ہے ہر ایک تار گردیاں مجھ کو

یہی فکری جگاتی ہے ' یہی محشر اُٹھاتی ہے  
 قیامت کے طریقے یاد ہیں رفتار جانناں کو

بزم میں عالم حیرت ہے ترے جلوے سے :  
 صف کی صف نقش یہ دیوار ہے ' اللہ اللہ !

ساقی سے ایک جام بھی پیا یا نہ بزم میں '  
 ہم پانی پانی ہو گئے اپنے بڑھا کے ہاتھ

کشا کش میں ہیں وہ بھی ' میں بھی مقتل میں تو پتا ہوں  
 مجھے ہے زخم دل کی فکر ' اُن کو اپنے پیکل کی

ہے رنگ مرا نوع دگر ' دیکھ تو لیتے ؛  
 در پھش ہے جلالت کا سفر ' دیکھ تو لیتے

ایک روز تو آجاؤ ، بھو ، کہہ ڈال میں ؛  
 کہا نور ہے ، اللہ کا گھر دیکھ تو لیتے  
 کہہ ہے وہی ، دیر وہی ، دل بھی وہی ہے  
 کہوں تھوکر میں کہاتے میں بشر ؟ دیکھ تو لیتے

شہادت تیرے ہاتھوں گر مہسّر ہو ، تو بہتر ہے ؛  
 ترے قدموں پہ اے قاتل مرا سر ہو ، تو بہتر ہے  
 مجھے سونے نہیں دیتا لحد میں وعدہ فرما ؛  
 آئی ، آج ہی سامان مہسّر ہو ، تو بہتر ہے  
 حرم میں جا کے خالق سے بہتوں کا کیجئے شکو  
 یہ ذکر خور ہے ، کہہ کے اندر ہو ، تو بہتر ہے  
 نہیں اُٹھتی کسی صورت آئی سختی ہجر اس  
 مرا بھی دل بہتوں کی طرح پتھر ہو ، تو بہتر ہے  
 جسے دونوں جہاں کی حق نے بخش دی ہے شہنشاہی  
 اُسی در کے کدا ، تم چل کے ”قیصر“ ہو تو بہتر ہے

رہی نزدیک راہِ وائی پر خار تھوڑی سی ؛  
 مدد کر ، اے جلوں ، میری دم رفتار تھوڑی سی  
 بہت ہے اشتیاق جلوۂ دیدار آنکھوں کو  
 دکھانا ہے تجلی روزن دیوار تھوڑی سی  
 جہاں تک دیکھنا ہو ، دیکھ لے اُس مالا تباہ کو  
 رہی اب رات بھی ، اے حسرت دیدار تھوڑی سی

بلا سے دم نکل جانا ، نکل جانا تہ خنجر ؛  
 مگر جی بھر کے تھک کو ، اے ستمگر ، دیکھ تو لیتے

بادلہ دیکھو دی پیا جس نے ، پھر کسی کی ایسے خبر نہ ہوئی  
 جان لی صدمہ چٹائی نے ؛ بے ترے زندگانی بسر نہ ہوئی  
 تیرے قامت کا ذکر گھر گھر ہے یہ قیامت کدھر کدھر نہ ہوئی ؟  
 زندگی کمت گئی شب غم میں ، نہ ہوئی آخرش سحر ، نہ ہوئی  
 پیراں ہے فقط یہ کہنے کو ؛ شمع خاموش رات بھر نہ ہوئی

ازل سے ہو گیا ابتر مرا مجموعہ خاطر  
مجھے تقدیر نے اُلجھا دیا زلف پریشاں سے  
خدا کے واسطے جھٹکا نہ دے ' اے دلہن ' اس کو  
ہزاروں حسرتیں لپٹی ہوئی تھیں تیرے دامن سے

ملفوظ ہے یہ گردشِ لہاں و نہار کو :      فرقت کی رات وصل کے دن سے بڑی تھی  
"فحصر" نہ جائے دل سے ہجومِ غم حسرتیں  
یہ فوجِ عمر بھر مجھے گھبرے کھڑی تھی  
آلے والے میں وہ خبر کے لیے ؛      بیٹھوئی آج بے فکر نہ کرے

وہ سوچتے ہوں کہ دن رات دعا کرتا ہوں :  
کوئی دل میں نہ دے میرے ' توہی تو ہو جائے  
تسہاری زلف پہ سر ادا جا کے وار آئے :  
چھوٹا تھا سر پہ یہ سودا ' اسے اُتار آئے

لائے گی اُنہیں کھیلچ کے ایک دن کششِ دل  
کب تک سرے ملے سے وہ انکار کریں گے  
اے صدمِ بلندے ہوئے تیرے ' خدا کو بھولے  
ملہ دکھانے کی کوئی حشر میں صورت نہ رہی  
پا پہ زنجیر ہوئے ہم ' وہ ہوئے پردہ نشین  
اُن سے اب کوئی ملاقات کی صورت نہ رہی

یہ جو سن پایا ہے : ملتے ہیں وہ کچھ حالِ فراق  
لب پہ پہلو سے دل پر اضطراب آئے کو ہے

زائد کو پیتے دیکھ کے رندوں نے یہ کہا :  
کہئے ' مے طہور کی خواہش وہ کیا ہوئی ؟

عدم کے نہ مسدود رستے تھے ' زمیں کے تلے شہرِ بستے تھے  
رقیبوں سے وہ روزِ شلستہ تھے      مگر عمر بھر ہم ترستے تھے

یہ دعا ہے مری: جب نزع کا ہلکا آئے ،  
نام ہو لب پہ ترا ، دل میں تری یاد رہے

جانب ملک مدام بھگتے ہیں چلنے کے لیے :  
آئے ہیں جامے ہستی کے بدلنے کے لیے  
اُن کے کوچے سے جو جانا ہے جنازہ میرا ،  
حکم دیتے نہیں کاندھا بھی بدلنے کے لیے  
نزع میں حسرت دیدار کا یہ مجمع ہے :  
روح گہرائی ہے آنکھوں سے نکلنے کے لیے

ملتے موسیٰ تو میں کہتا (یہ سوال اچھا ہے) :  
طور اچھا ہے کہ وہ برق جمال اچھا ہے ؟  
دیکھنے ہی کے مستعد ہو تم ' اے جان جہاں :  
دم ہے آنکھوں میں مرا ' کہتے ہو حال اچھا ہے  
میں بھی راضی ہرما ہوں ، نہ کروں گا شکوے  
آپ جو خورش ہیں اسی میں ' تو ملال اچھا ہے  
کر رہا ہے روں باغ جلاں کے اوصاف  
یہ بھی چلتا ہوا زاہد کا خیال اچھا ہے  
مرض عشق مرا کام کٹے جانا ہے :  
وہ ' بہر حال ' یہی کہتے ہیں حال اچھا ہے

غول حوروں کے شب معراج ' اتراتے ہوئے :  
خلد سے نکلے ، مبارک بادیاں گائے ہوئے  
اے نسیم گلشن طہبہ تصدق میں ترے  
جانوں کے ہم باغ جنت میں ہوا کھاتے ہوئے  
تیرے بلندے کب رکیں گے خلد کو جاتے ہوئے ؟  
خط فلامی کا ، چلے جائیں گے دکھلاتے ہوئے  
تیرے گھر میں مجھ کو لے جانا تھا ' کہیے لے گئے :  
خضر بھی کیا خوب بھگتے راہ بتلاتے ہوئے ؟  
تجہ پہ کیا دھونی رساؤں ' اے مدیلے گی زمیں ؟  
فرق آئے گا ادب میں پانو پھٹاتے ہوئے

طلہیہ کی سمت لے کے چل، اے چہرہ شہس جندوں،  
الجبہا دے واں منجھ کسی صغیرا کے خار سے

دے کے سر، لے در قاتل کی زمیں تھوڑی سی  
ہمت اے دل، تجھے لازم ہے یہیں تھوڑی سی  
در جانان پہ جو سجدہ نہیں کرنے پاتے،  
خاک مل لیتے ہیں بالائے جہوں تھوڑی سی

اُن کا مجلسنا بھی مہسی مل کے بلا ہوتا ہے :  
برق گرتی ہے جو یہ ابر گھرا ہوتا ہے  
اوج اقبال پہ جب بخت ہما ہوتا ہے  
تجہ پہ، اے بادشاہ حسن، فدا ہوتا ہے  
کیا کہوں، حال شب ہجر میں کیا ہوتا ہے؟  
اے بتو، لب پہ مرے نام خدا ہوتا ہے  
آدمی قبر میں کس طرح نہ غافل سوئے؟  
کیا کرے؟ منزل ہستی کا تھکا ہوتا ہے  
زندگی میں تو عبادت کو نہ آئے مہری؛  
آ کے اب قبر پہ روتے ہو، تو کیا ہوتا ہے؟  
ایک سا درد محبت کا ہے گھٹنا بڑھنا :  
کم بھو ہوتا ہے، تو کمبخت سوا ہوتا ہے  
سر مرا وقف دم توغ قضا ہوتا ہے :  
آج یہ سجدہ شکرانہ ادا ہوتا ہے

خاک ہوں گے، خاک سے ریگ رواں ہو جائیں گے  
اس طرح معصو تلاش رفتگاں ہو جائیں گے  
میں نظر کے سامنے کونہیں کے جلوے یہاں :  
وہ کہاں میری نگاہوں سے نہاں ہو جائیں گے؟  
چار ہی دن کے لیے آؤ تن مہجور میں  
ورنہ ارکان عناصر رائگاں ہو جائیں گے



اُڑا لائی ہے تو خوشبو کسی کے باسی ہاروں کی ؛  
 یہ سہرا آج ' اے بان بہاری ' تیرے ہی سر ہے  
 مرادل دل میں اُس بت کے ہے اُس کدل مرے دل میں ؛  
 کبھی پتھر مٹو شیشہ ہے ؛ کبھی شیشہ میں پتھر ہے  
 بدن میں جان آجانی ہے دندان قدح کش کے ؛  
 ترا دیدار ' اے ساقی ' شرابِ روح پرور ہے

وصال یار کے لے لو مزے ' سیدھا مقدر ہے ؛  
 حیا بھی آج فرط شوق میں چہرے سے باہر ہے  
 خدا جانے وہ بہت ملتے ہیں وہاں یہی یا نہیں ملتے ؛  
 چلا تو ہوں حرم سے دیر کو ' آگے مقدر ہے  
 دلِ اہل صفا ہرگز مکدر ہو نہیں سکتا ؛  
 ہر ایک کو ایک سادیکہ ہے : یہ آئینے کا جوہر ہے

سونے دیا نہ وعدہ فردا نے قبر میں ؛  
 خوابِ عدم سے چونک پڑے ' اُٹھ کھڑے ہوئے  
 ہر دم ہے اپنی ' ملزاں مقصود پر نظر ؛  
 پہنچے عرب میں ملک سے ' جب اُٹھ کھڑے ہوئے  
 مروت سے سوسے حشر طالب جس گھڑی ہوئی  
 دامن کو اپنے جہاز کے ہم اُٹھ کھڑے ہوئے  
 ایک دن تو پائمال کر ' اے آفتابِ حسن '   
 سائے کی طرح میں ترے در پر پڑے ہوئے  
 اے آہ ' جلد شور قیامت دکھا مجھے '   
 مدت گذر گئی ہے لحد میں پڑے ہوئے

دھ گئی واں بھی کیلیمت خیالِ چشمِ ساقی میں ؛  
 سر کوثر بھی لطفِ جامِ صہبا ہم اُٹھائیں گے  
 چھپا رکھیں گے عشقِ مصطفیٰ رخسارِ کوہِ مہر ؛  
 قیامت تک نہ اس کعبے کا پردا ہم اُٹھائیں گے

نہیں معلوم ہوتی پردہٴ غفلت میں انسان کو  
قصا روزِ ازل سے زندگی کے ساتھ آئی ہے

زمین پہ لوٹ رہا ہوں، خماز کم کیا ہے؟ بہت ہے، نشہٴ مے کا آثار کم کیا ہے؟  
بتو، نہ روگ دو آنکھوں کو اشکباری کا، یہ ایک عارضہٴ انتظار کم کیا ہے؟

ہے سب سے بھختی قسمت کا اگر طول یہی،  
بڑھتے بڑھتے ترے گیسو کے برابر ہو گی  
سکتے ہیں، آنے میں ملنے وہ گئے، اے ”قیصر“  
لے مہارک ہو تجھے، عہدِ ترے گھر ہو گی

قائل، رہی نہ سیکھ قیامت کی چال کی، مٹی خراب ہو گی دل پائمال کی  
میرا غبارِ بام پہ اک ماہ کے گیا: صورتِ زوال میں نظر آئی کمال کی  
یوں مہکدے میں آج مجھے تارہٴ کام کو: دے ساقیا، شراب کوئی پیار سال کی  
طولِ شبِ فراق کی کچھ انتہا نہیں، کیونکر امید ہو مجھے روزِ وصال کی

تم اپنا آج سرِ شام کھول دو جوڑا، درازیِ شبِ فرقت کی انتہا ہو جائے  
وفا کی شرط قیامت کے روز ہی یہ کرو، تمہارے وعدہٴ فردا کی انتہا ہو جائے  
بتوں کے وعدہٴ فردا کا اعتبار نہیں، خدا نکراستہ کل پھر مزاج کیا ہو جائے؟  
دیکھو ہلالِ ابروے جانان، پیو شراب، اے بادۂ خوارو، عہد کا روزہ حرام ہے

ہوا ہے خلق، جہاں میں، ہر اک فنا کے لئے؛  
بقا فنا کے لئے ہے، فنا بقا کے لئے  
میں ابتداءِ محبت میں ہجر کے صدمے؛  
کچھ انتہا بھی ہے، ظالم، تری جفا کے لئے؟  
میں کس امید پہ فرقت میں زندگی کا توں؟  
کہ کوئی وقت مہین نہیں قصا کے لئے  
جو آنے ہو میرے گھر میں، تو کچھ ہنسو بولو؛  
نہ بت بنے ہوئے بھٹکے رہو خدا کے لئے  
نہ پایا دیر و حرم میں بھی آپ کو تنہا؛  
کہیں جگہ نہ ملی عرضِ مدعا کے لئے

سو رہے ہیں وہ اندھیری گور میں ' شمع مدفن روتی ہے جن کے لیے

کوئی بیخود ہے ' حیران ہے کوئی ' سکتے ہیں ہے کوئی  
وہ جب سے جلوہ گر ہوں ' انجمن کچھ اور کہتی ہے  
رہی باقی نہ پروانوں کو اب امید دلسوزی ؛  
جلی ہے جب سے شمع انجمن ' کچھ اور کہتی ہے

یہاں ' واقف ' نہ کر دنیا میں رہ کر حال عقبی کا ؛  
یہاں کا اور عالم ہے ' وہاں کا اور عالم ہے

صدائے خلدۃ کُل سے تری قربت میں روتا ہوں ' گلستانِ جہاں نظروں میں مہری بزم ماتم ہے

حرم میں پیوں رہو تم گھر بلانے کے ؛ بتو ' کیا کارخانے ہیں خدا کے ؟  
قیامت تک نہ مانوں گا میں ' اے جاں ' نہ وعدے کیجیے روز جزا کے  
زلفوں کے ہلانے میں بسر کرتا ہے کوئی ' سر پیمت کے کتنی ہے شب تار کسی کی

ناز کہتا ہے کہ چلے حشر برپا کیجیے ' ہے قیامت آپ کی رفتار کس دن کے لیے ؟

دیکھتے ہو مجھے ؟ دیدار کی حسرت کیا ہے ؟  
آج گھونگھٹ جو اُٹھا دو تو قباحات کیا ہے ؟

اے سنگمگر ' نہ سہی دور کی آفت نہ سہی ' تھرا قیامت تو ہے موجد ' قیامت نہ سہی  
رنج کے ' درد کے ' دردی کے ' اُٹھائے صدمے  
کون سی ہم نے مصیبت میں مصیبت نہ سہی ؟  
اے جلوں ' چاک گریباں سے فرض ہے تجھ کو ؛  
ہاتھ چلتے دھیں گے ' پانو میں طاقت نہ سہی

ملہ پر نقابِ قاتل کے آتے ہیں میرے پاس  
دیتے ہیں مجھ کو شربت دیدار چہان کے

اپنی ناکامی سے برباد رہے دنہا میں ،  
 خاک بھی ہو کے نہ ہم آپ کے در تک پہنچے  
 آپ دانے کی کشش ہو گئی دشمن آخر  
 پہنچنے کے ہم نام میں صہاک کے گھر تک پہنچے  
 شکر صد شکر نمازوں میں کئی راہ حرم  
 پہنچے اُٹھتے ہم اللہ کے گھر تک پہنچے

عدم کا راستہ کیونکر گئے گا ؟ گمہ کا بوجھ ہے ' منزل کڑی ہے  
 صورت سجزہ ہم رہے پامال ' باغ عالم میں سر اُٹھا نہ سکے  
 خانہ دل میں آگ فروخت کی وہ لکا تو سکے ' بچھا نہ سکے  
 رکھنے پائے نہ سر ترے در پر ؛ اپنی تقدیر آزما نہ سکے

ناتوانوں کی ترے خاک نہ ہوئی برباد  
 چشم بد دور ہیں نہ بچے ترے دامن کٹنے ؟

کعبے میں نہ ہونڈھتا ہے کوئی ' کوئی دیر میں :  
 اُس بت کی جستجو میں خدائی خراب ہے  
 تا حشر خفتگان عدم چونکتے نہیں  
 سچ ہے یہی کہ موت ' قیامت کا خواب ہے  
 روز جزا کا در ہے ' نہ خوف حساب ہے ؛  
 بد مست تیرے دور میں ہر شیخ و شاب ہے

ہوں دفن ترے در پہ ' تمنا تو یہی ہے ؛ آگے مری تقدیر ' ارادہ تو یہی ہے  
 اظہار مرے خط کو پڑھیں ' واے مقدر ' کھا کیجیے ' تقدیر کا لکھا تو یہی ہے

صلصل سے کام ہے ' نہ غرض درک سر سے ہے ؛  
 اے بت ' جہیں کو لاگ ترے سلگ در سے ہے  
 اے خضر کس طریقی سے دستہ حرم کا لوں ؟  
 کعبے کی راہ بھی تو اُسی بت کے گھر سے ہے

مرے گمہ تری رحمت سے بڑھ نہیں سکتے  
 مرے کریم ' یہ پھر کیوں حساب ہوتا ہے ؟

## قصیدہ

جشن جبلی مالکہ و تہوریا

جو بہت خواب میں جاگا تو آگیا یہ خیال  
 کہ لکھ قصیدہ وہ جس کا جہاں میں ہو نہ مثال  
 ہو مدوح ایسے شہنشاہ ہفت کشور کی  
 ہے رشک مہر مدین جس کا کوکب اقبال  
 ملا یہ مژدہ مجھے جب کہ خضر قسمت سے  
 تو میں نے اُس سے بصد آرزو کیا یہ سوال  
 پتا پتا مجھے مدوح کا نشان پتا  
 کہ تا میں گوہر مقصود سے ہوں مالا مال  
 کہا یہ اُس نے شہنشاہ ملک و قیصر ہند  
 بڑھی ہے نذر تاباں سے جس کی شان جلال  
 اُسی شہنشاہ عالی کا جشن جبلی ہے  
 کہ جس کو تخت حکومت پہ ساتھ ہوں سال  
 جوہوں یہ خورش خیزی تابگوہں دل پہنچی  
 ہوئی زبان کو اس کام کی ' دھن میں متجال  
 ہوئے مدد کے لیے فکر و ذہن بھی موجود  
 فلک سے آ کے مضامین ہوئے شریک حال  
 جو مجھ کو فضل خدا سے یہ مل گئے سامان  
 آزا ہمارے طلبہ محنت بھی کھول کر پر و بال  
 گذر گیا وہ بلندی سے چرخ چارم کی  
 زرا ترقی کو دیکھوں تو اِس کی اہل کمال  
 لکھے وہ مطالع روشن کہ جس کے پرتو سے  
 بنا ہے مہر جہاں تاباں ڈرے کی تمثال  
 وہ سعد ہے نرا سایہ شہ ستودہ خصال  
 پرتے گدا پدے تو پائے خدا کا وہ اقبال  
 ہوئی ہے محو دلوں سے ستاروت حاتم  
 ہے چوہ فیض سے ہر ایک شخص مالا مال

پڑے اگسٹ نظر کھمیا اثر تھری  
 مثال کوہ طلا دم میں ہوں جہاں کے جہاں  
 مدد کرے تری جوائے اگسٹ سر میداں  
 شکار شہر کا کرنے لگے جھپٹ کے فزال  
 چلائے خرمین جان عدو کو اک دم میں  
 جو برق تیغ شرر دم گرے بوقت جدال  
 فلک بھی خم پے تسلیم ہے ازل سے یہ وہیں  
 جھکا رہا ہے سر بددگی ادب سے ہلال  
 جو دیکھ لے رہ پرنور کی وہ جلوہ گری  
 فلک کو چاندے پہ ہو جائے کہکشاں کا خیال  
 ملے جبو اوچ تری درگہ معلیٰ سے  
 ابھی ہوا پہ آریں طائران بے پر و بال  
 گھسی ہے جب در پرنور پر چہیں اُس نے  
 ملا ہے مہر کو تب اس طرح کا اوچ کمال

#### قطعہ

زہ اجلاں کیا رفعت ہے نقش پایے احمد کی  
 کہ جس کے سلگ کو اسود کا ہم ہم سلگ پاتے ہیں  
 شب معراج پہنچے پانویہ عرش معلیٰ پر  
 یہی قرآن میں قوسوں کے معلیٰ بتاتے ہیں  
 برا رتبہ ہے اُس کا جس کے گہر میں جلوہ فرما ہوں  
 سروں کے بل زہارت کو ملک اس گہر میں آتے ہیں  
 جگہ دیتے ہوں اپنے خانہ دل میں انہیں "قبصر"  
 خلیل اللہ سے کہندو کہ ہم کعبہ بلاتے ہیں

#### مختص

غزل "آتش"

رنگت دکھائی گلشن جلست مقام کی  
 شہرت مصوروں میں ہوئی اُس کے کام کی

اے چشم دیکھ ہے یہ روش انتظام کی  
 تصویر کھینچتی اُس کے رخ سرخ فام کی  
 اک صحنے میں قلم نے گلستاں تمام کی  
 پہنچے خموشی لبِ نادان سے کیا گزند  
 کرتے ہیں واہ واہ وہی 'میں جو حق پسند  
 رہتا ہوں مذمت ملکوتی سے بھرہ ملد  
 گھر سے خدا کے ملتے ہیں مقصود مجھے بلند  
 فکر رسا کلمہ ہے کعبے کے بام کی  
 اِس تھوڑی سی بساط پہ کھوں کر نہ اُٹے رشک  
 خلعت یہ مہاتہ آیا ہے اِس کو برائے رشک  
 کھوں دامن کفن پہ نہ ہوں داغہائے رشک  
 باغ جہاں میں گل کی قناعت ہے چائے رشک  
 عمر دو روزہ ایک تھا میں تمام کی

منتخب

غزل "اعظم"

آہ سوزاں بھی عجب طائفہ بلا ہوتی ہے  
 رعد چلاتا ہے جس وقت بپا ہوتی ہے  
 واں پہنچتی ہے تو بجلی بھی ہوا ہوتی ہے  
 خوب آہ دل بیتاب رسا ہوتی ہے  
 میں زمیں پر ہوں تو گردوں پہ صدا ہوتی ہے  
 دوں دل کا مرے اب قوس قزح سے ہے عبور  
 اے مہ برج شرف دے بت غارتگر حور  
 دولت عشقی تو ہے کو میں نہیں ڈی مقدور  
 جانہو مانگ کے سوئے میں نہ مجھ کو مجبور  
 کھکشاں تک تو مری آہ رسا ہوتی ہے

طائفہ انداز جفا ہے عرض لطف و کرم      بڑھ گئے اُن کے کہیں حد سے سوا جور و ستم  
 اور تو اور پھرتک جانا ہے اِس بات پر دم      سرِ قدا کرنے کی جانہاز سے لہتے ہیں قسم  
 ہاتھ رکھواتے ہیں شمشیر ادا کے اور

مفت نقس کف یا منجھ کو بدایا تم نے      خاک میں خاک نشہدوں کو ملایا تم نے  
رحم کیا ہاتھ بھی مطلق نہ لگایا تم نے      گر پڑا میں تو زمیں سے نہ اٹھایا تم نے  
آسمان توت پڑا مہر وفا کے ارہر

منجھس

غزل نواب عبدالعزیز خاں

برق اندازیاں کرتی ہے سیاہ شب ہجر  
دیکھو گرم ہے کس درجہ نگاہ شب ہجر  
آتش افروز ہوئی شام سیاہ شب ہجر  
چرخ پر آگ لگانے لگی آہ شب ہجر  
صورت مہر ہوا سوختہ ماہ شب ہجر  
نام کو بھی نظر آیا نہ کہیں نور ظہور  
نہ گھٹی طول میں، رنگت میں بھی آیا نہ فتور  
سب یہ حالات گذرتے رہے آنکھوں کے حضور  
نہ درازی میں کمی کی نہ سیاہی میں قصور  
میں مرے دیدہ بیدار گواہ شب ہجر  
منجھ کو ہی تاک لہا ہے مرا دم بھرتی ہے  
پانو کے بدلے رہ شوق میں سر دھرتی ہے  
میرے ہی خانہ تاریک یہ یہ مروتی ہے  
شام کے ہوتے ہی ہر روز کرم کرتی ہے  
گھر مرا ہی ہے مگر زہر نگاہ شب ہجر



## آسی

مہدالعلوم "آسی" سکندرپور ضلع بلوچا کے رہنے والے ' ۱۲۵۰ھ میں پیدا ہوئے۔ طالب علمی ہی کے زمانے سے طبیعت شعر و سخن کی طرف مائل تھی۔ اعظم علی "اعظم" سے تلمذ تھا۔ پچاسی برس کی عمر پاکر ۱۳۳۵ھ میں وفات پائی۔ یہ اپنے وقت کے ہاکمال بزرگ، چید عالم اور حائق طہیب تھے۔ ایک مختصر دیوان "عین المعارف" ان کی وفات کے بعد آسی سال مطبع سلیمانی بنارس سے شائع ہوا ہے [۱]۔

کلام میں "ناسخ" اور "رشد" کا تتبع کیا ہے۔ شوخی، بلکہ پروازی بے ساختگی، مناسب و موزوں الفاظ کی تلاش پائی جاتی ہے [۲]۔ تغزل میں چابجا تصوف کا فلسفہ نظر آتا ہے۔ الفاظ کا اہتمام خوب کرتے ہیں۔ نعت اور مدح میں ایسے اوصاف بہان کلمے ہیں جن سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

### غزلیات

✓ تاب دیدار جو لائے مجھے وہ دل دینا  
مذہ قہامت میں دکھا سکے کے قابل دینا  
رشد خورشید جہاں تاب دیا دل مجھ کو  
کوئی دلبر بھی اسی دل کے مقابل دینا  
درد کا کوئی محل ہی نہیں جب دل کے سوا  
مجھ کو ہر عضو کے بدلے ہمہ تن دل دینا

[۱]—دیباچہ "عین المعارف" (دیوان آسی) - [۲]—خفہ خانہ جاوید ج ۱، ص ۶۳، ۶۵۔

اُسی کے جلوے تھے لیکن وصال یار نہ تھا  
 میں اُس کے واسطے کس وقت بیقرار نہ تھا  
 خرام جلوہ کے نقش قدم تھے لالہ و گل  
 کچھ اور اِس کے سوا موسم بہار نہ تھا  
 وفورِ بھٹکودی بزم سے نہ پوچھو 'رات'  
 کوئی بجز نگہ یار ہوشیار نہ تھا  
 لحد کو کھول کے دیکھو تو اب کفن بھی نہیں  
 کوئی لباس نہ تھا جو کہ مستعار نہ تھا

نقش پا کو کوئی اُٹھا نہ سکا دیکھنا زورِ نازوانی کا  
 فہر کا اب گذر نہیں دل تک عشقِ عہدہ ہے پاسبانی کا  
 نہ نہکِ عشق کا نہ زخمی دل کچھ نہ پایا مزا جوانی کا

ہمدرد کی مصیبت دیتی ہے کیا اذیت  
 بلبل نے نالے کھینچے میں زار زار رویا

مقدر میں ہو یوں سب کچھ مگر تدبیر لازم ہے  
 کہ ایک قطرہ نہیں ملتا ہے بے تدبیر پانی کا

رتبہ پایا ہے مصیبت میں تو اب دل کو سدبہال  
 گر پڑے گا صفت برق جو بہتاب ہوا  
 جس نے دیکھا تجھے کھا خاک لگے آنکھ اُس کی  
 دیدہٴ رخنہ دیوار بھی ہے خواب ہوا  
 شعر وہ نور سے لبریز پڑھے "اُسی" نے  
 حلقہٴ اہل سخن ہالہٴ بہتاب ہوا

پیشِ ناصح اور اتلی بیقرار کی کہا کہوں  
 سامنے وہ آگیا وقتِ شکیبانی نہ تھا  
 حدِ حیرت دیکھتا تھا ایلنی، آرائش کے ساتھ  
 اُنہلے خالے میں وہ متحد خود آرائی نہ تھا

بسانِ آسیا پائے توکل کو نہ لغزش دے  
کہ ملکہ میں آ رہے گا خود بخود تقدیر کا دانا

حالتِ دل خاک میں کہتا کہ تا ہلکا مرگ  
آپ کا شکر جفا یا شکوہ تقدیر تھا  
عشق کیا کیا نسبتیں کرتا ہے پیدا حسن سے  
زلف اگر شہرنگ تھی نالہ مرا شب گھر تھا  
وہ مصور تھا کوئی، یا آپ کا حسن شباب؟  
جس نے صورت دیکھ لی ایک پیکر تصویر تھا

سجدہ دو جو تمہارا نہ ہوسر ہوتا وہی ہم ہوئے، وہی سر، وہی پتھر ہوتا  
تم لہت جاتے کہیں آکے مرے پہلو سے نالہ شرمندہ نہ، سہلے سے نکل کر ہوتا  
مرگیا ”آسی“ دلگھر بھی اِنا للہ  
مرضِ عشق سے کوئی بھی تو جانبر ہوتا

ہم تو کرتے تھے کدھر حکم قضا نے بھینچا  
ہارے، اے بت، ترے کوچے میں خدا نے بھینچا  
موقعِ کسبِ کمالات وہاں کس کو ملا  
وہی اچھے چلے ہیں دنیا میں خدا نے بھینچا  
”آسی“ نامہ سہمے، لائقِ دروخ بھی نہ تھا  
خدا میں اُلفت شاہ شہدا نے بھینچا

سلوک راہِ وفا میں فنا کے طور میں اُرد  
جو آپ مار کے تیشہ مرا تو جھک مارا  
نہ پوچھو حالتِ دل اُس فریقِ حسرت کی  
دکھائی دے جسے ایک ایک قطرے میں دھارا  
فراقِ یار کی طاقمت نہیں، وصالِ معصال  
کہ اُس کے ہوتے ہوئے ہم ہوں یہ کہاں یارا  
اگر بیانِ حقیقت نہ ہو معجاز کے ساتھ  
تو شعر لغو ہے، ”آسی“ کلام نا کارا

چہری بھی تیرا ظالم نے نہ کر لی بڑا بے رحم ہے قاتل ہمارا  
نہ آنا ہم تمہارا دیکھ لیں گے جو نکلا جذب دل کامل ہمارا  
محبوب جلوہ بھرنگ ہے دل کہیں پیدا نہیں ساحل ہمارا

ذوقِ فم و اندوہِ مصیبت کے میں صدقے  
جو داغ دیا تم نے وہ جانانہ دل تھا

ذلتِ اکثرِ ذلیلِ کمالاتِ عشق ہے "آسی" سے بڑھ کے کون ذلیل و زبوں ہوا

نالہ کس جس کے لیے ہر باغ ہو گلشن میں تھا  
خوب جو دیکھا وہی گل میرے پیراہن میں تھا  
اس تمنا میں کہ شاید اُن کے دل تک راہ ہو  
اس عداوت پر بھی میں ہر سون دل دشمن میں تھا

بڑھ کے شہِ رگ سے گئے ملکہ کو وہ آمادہ تھا  
ہائے اے وہم غلط اب تک میں دور افتادہ تھا

فحش میں اس طرح گریں حضرت موسیٰ سے نبی  
جلوہ طور ضرور آپ کی تصویر میں تھا  
اے لحد ' ہائے وہ بہتابی شہائے فراق  
آج آرام سے سونا مری تقدیر میں تھا

یتیم تو جانتے ہیں کہ عاشق فلا ہوا اور اس سے آگے بڑھ کے خدا چلے گیا ہوا  
اُس کا پتا کسی سے نہ پوچھو ' بڑھے چلو فتنہ کسی گلی میں تو ہوگا اُٹھا ہوا  
گلروپیوں کے خیال نے گلشن بنا دیا سیلہ کبھی مدینہ ' کبھی کربلا ہوا

پلائی ہے ساقی نے کیسی شراب کہ جو رند تھا پارسا ہو گیا

نہ گھرے اُس نگاہ سے کوئی اور افتاد کیا مصیبت کیا  
نقد ہستی نثارِ پیار کرے یہ نہیں ہے تو پھر مصیبت کیا  
جاتے ہو جاؤ ہم بھی رخصت ہوں ہجر میں زندگی کی مدت کیا  
"آسی" مصیبت کا کلام سنو  
وعظ کیا ' پند کیا ' نصیحت کیا

سوے جلّت مجھے اُس کوچے سے کہوں لے جاتے  
جان دی آپ پر 'اے جان' گنہگار ہوا  
ہمت اُس کی ہے 'دل اُس کا ہے' جگر اُس کا ہے  
جان کو بچے کے تیرا جو خریدار ہوا

کچھ خبر کوچہ جانناں کی بھی ہے 'اے واعظ'  
عشق بازوں کی ہے جلّت تری جلّت کے سوا

سبکت دشوار تھی معشوق سے عاشق کی شناخت  
وصل کی رات نہ تھی 'تھی' وہ طلمسمات کی رات  
کچھ مہمیں سمجھیں گے 'یا روز قیامت' والے  
جس طرح کتنی ہے اُمید ملاقات کی رات  
اب تو پھولے نہ سمائیں گے کفن مہمیں "اُسی"  
ہے شب گور بھی اُس گل کی ملاقات کی رات

کوئی دشمن ہو "اُسی" یا مرا دوست مہمیں سب کا دوست کہنا دشمن ہو کیا دوست  
فریب عالم صورت سے بچنا نہوں کوئی کسی کا جز خدا دوست

وہاں پہنچ کے یہ کہنا 'صبا سلام کے بعد' ۳۰  
کہ تیرے نام کی رت ہے خدا کے نام کے بعد  
وہاں بھی وعدہ دیدار اُس طرح والا ۳۱  
کہ خاص لوگ طلب ہوں گے بار عام کے بعد  
طلب تمام ہو 'مطالب کی اگر حد ہو' ۳۲  
لگا ہوا ہے یہاں کوچے ہر مقام کے بعد  
پیام پر کو روانہ کیا تو رشک آیا  
نہ ہم کلام ہو اُس سے مرے کلام کے بعد

نہ چہانی مشیت خاک اپنی کسی لے ہے دل بھی مہمیں رہے کوئے مستعد

مہمیں دل سے اُس شیخ کا ہوں قائل کہ مہمیں پوچھے تہجد  
اگائے مسجد مہمیں نعرے ہو حق کے محو دور شراب ہو کر

فراق میں اس قدر کہ تڑپو ' ابھی تمہیں کچھ خبر نہیں ہے  
 بڑھے کی کچھ اور بے قراری وصال میں کامیاب ہو کر  
 نکالیں برجھی نہیں ہیں اُن کی ' کہ فمڑا اُن کا نہیں ہے خلیج؟  
 کریں گے اقرار خون " اسی " کبھی تو وہ لاجواب ہو کر

نہ میرے دل ' نہ جگر پر ' نہ دیدہ تر پر  
 کرم کرے وہ نشان قدم تو پتھر پر  
 گناہ گار ہوں میں ' واعظو ' تمہیں کیا فکر؟  
 مرا معاملہ چھوڑو شہمع مستحضر پر

مرا سفید تلام میں بھر عشق کے ہے  
 مڑا تو جب ہے خدا آئے ناخدا ہو کر

حسن کی کم نہ ہوئی گرمی بازار ہلوز  
 نقد جاں تک لیے پھرتے ہیں خریدار ہلوز

ایک عالم ہے کہ مقتل میں ہے قاتل کی طرف  
 دھار خلیج کی فقط عاشق بھدل کی طرف  
 ترک دنیا تو ہے دنیا طلبی سے آساں  
 چھوڑ کر سہل ' عبت جاتے ہیں مشکل کی طرف

لب بلب ہے آج تجھ سے تیرے مستانے کی خاک  
 خوب پہچان ' اے بت مے نوش ' پیہمالے کی خاک  
 - تا سحر وہ بھی نہ چھوڑی تو نے ' او باد صبا '  
 یادگار رونق محفل تھی پروانے کی خاک

لڑاؤ گے کبھی نہ کبھی ملد لب سے  
 اُس کے سوا تو قابلِ اُلفت کوئی نہیں  
 گالوں میں رنگ گل ہے تو بالوں میں روے گل  
 بلبل نے کر دیا مجھے مشتاق روے گل  
 سو گلد بے دلوں کی تجھ ' اے خدا اے دل '  
 دل کی نہ ابتدا ہے نہ انتہا ہے دل  
 تم اور دل میں ' اب تو کہوں گا پکار کر  
 پورا کرو پتھر کہے مدعاے دل  
 دھتے ہو دل میں ' واقف اسرار دل ہو تم

اللہ دے نور سجود شوق ! مہ رو تم ہو تو مہ جیہیں ہم

ادب آموز نکلا عجز راہ آشدائی میں  
 حجاب آسا میں آنکھوں سے چلا پے دست و پائی میں  
 ہرا کیوں مانوں ہم جو بھڑس چاہو شوق سے بدلو  
 ہمداری ہی نمائش ہے تمہاری خود نمائی میں  
 دل درویش کی گردن ہے دور جام جمشیدی  
 مذاق سلطنت پایا ترے در کی گدائی میں

رات اتنا کہ کے پھر عاشق ترا غص کر گیا  
 جب وہی آتے نہیں میں آپ میں آنا ہوں کہوں

جھوٹ کہوں کہتا ہے اے قاصد کہ وہ آتے نہیں  
 وہ اثر آتے نہیں ہم آپ میں آتے ہیں کہوں  
 یا تو اہل دل سے تھا ہر دم سوال درد دل  
 اب مجھوم درد ہے دل میں تو گھبراتے ہیں کہوں  
 جاے حیرت ہے طلسم اتکا حسن و عشق  
 اکیلے جب دیکھتے ہیں ہم تجھے پاتے ہیں کہوں

بلوں بگولا وہ خاک ہوں میں ، بہوں لہو بن کے ہوں وہ پانی ؛  
 جلاؤں قسمت وہ آگ ہوں میں ؛ آزاؤں خاک اپنی وہ ہوا ہوں

عرش ہے دل میں نہ مسجد ہے نہ کعبا دل میں  
 سب سہی یار مگر گھر ہے تمہارا دل میں  
 اے خیال رخ گلرنگ چلا آ دل میں  
 پھول بھردے صفت شیشہ صہبا دل میں  
 نہ توپ اس قدر اے عاشق مضطر ، نہ توپ  
 دھیان اُس کا نہ کہیں ہو تیرا بالا دل میں  
 کار امروز بغردا مگزار ، اے "آسی"  
 آج ہی چاہیے اندیشہ فردا دل میں

جو دیا تولے وہ سب چھٹن لیا عاشق سے  
شکر اس کا جو نہیں ہے تو شکایت بھی نہیں

ہے اس میں اور ہم میں آفتاب و شمع کا عالم  
وہ جب تک آئے آئے آپ دنیا سے گذرے ہیں

نتیجہ زندگی کا عشق بازی کے سوا کیا ہے  
حقیقت میں وہی جیتے ہیں بس 'تجہ پر جو مرتے ہیں  
نہ وہ بہتابی دل ہے ' نہ وہ بے خوابی فرقت  
لحد میں چھٹن سے عاشق پڑے آرام کرتے ہیں

دل بہ مدعا پایا ' جو دولت ہو تو ایسی ہو  
خدا سے پھر نہ کچھ مانگا ' فداغت ہو تو ایسی ہو  
فرشتے سر چھکائیں تہرے سجداے کو تواضع سے  
سن او مٹی کے پتلے آدمیت ہو ' تو ایسی ہو  
جہاں ملنے کی تہہ پڑے مجھ سے ' میں بھی اے صدم گم ہوں  
سوا تہرے نہ ہو کوئی ' وہ خلوت ہو تو ایسی ہو

تمہیں کثرت سے نفرت ' اور محو ذوق وحدت ہو  
کچھ اس سے اور بڑھ جاؤ تو وحدت ہو نہ کثرت ہو  
نہ ستاری کو شرم آئے نہ غفاری کو شہرت ہو  
قیامت میں ترا بلدہ ترے آئے فضیلت ہو  
مجھے ہر طرح کی خود بینیوں سے کر دے بہکانہ  
جو آئینہ بھی میں دیکھوں نمایاں تہری صورت ہو

تم نہیں کوئی ' تو سب میں نظر آتے کیوں ہو؟  
سب تمہیں تم ہو تو پھر مئے کو چھپاتے کیوں ہو  
جب نہیں غور کو دیدار دکھانا ملاحظہ  
صفت پردہ در ہم کو اُٹھاتے کہوں ہو

صاف دیکھا ہے کہ غلطیوں نے لہو تھوکا ہے موسم گل میں آہی کوئی دلگیر نہ ہو  
جس کو دیکھا ہے چھاتی سے لکائے دیکھا دل جسے کہتی ہے خلقت تری تصویر نہ ہو



تکڑے ہو کر جو ملی کدھکن و معجزوں کو  
 کہیں مہدی ہی دلا دی ہوئی ہوئی تقدیر نہ ہو  
 کار سازا ' یہی "آسی" کی دعا ہے تجھ سے :  
 کام مہرا کوئی ملت کش تدبیر نہ ہو

کہاں دل اور کہاں اُس کے حسن کا جلوہ  
 کہا ہے عشق نے کوزے میں بلند دریا کو  
 ہوا کے رخ تو زرا آگے ہیٹھ جا ' او تیس ' ۴  
 نسیم صبح نے چھوڑا ہے زلف لہائی کو ۴  
 کسی نہ چوہں جاں میں ' نہ پانوں میں طاقت  
 کوئی نہوں جو اُٹھا لائے گھر میں صحترا کو  
 ہماری حسن پرستی متعل طعن نہیں  
 کہ چشم تیس سے دیکھا ہے روے لہائی کو

کوئی تو پی کے نکلے گا آڑے گی کچھ تو ہو ملہ سے  
 در پور مغاں پر مے پرستو ' چل کے بستر ہو  
 تمہاری ہی بدولت ہے یہ ساری رندی و مستی  
 وہ دن بھی ہو کہ تم ہو ہم میں دور جام کوثر ہو  
 کبھی تم نے بھی چاہا ہے کسی کو لو تمہیں کہ دو  
 نہ آؤ تم مرے پاس ' اور صبر آئے یہ کہوں کر ہو

کہتے ہیں تم کو جو دیکھا تو خدا کو دیکھا  
 خواب میں بھی تو مہسر ہو یہ دولت مجھ کو  
 کیا خبر تھی کہ اُنہیں کے ہوں کرشمے سارے  
 شکوۂ غور کی ہے اُن سے ندامت مجھ کو

کہتے ہو کہ اور کو نہ چاہو معلوم ہوا کہ تم خدا ہو  
 ہمت ہے تو راہ مختصر ہے اے فلک طلب بس اُٹھ کھڑا ہو  
 نکلا ہے کوئی تو اُن کے در سے یا رب میرا وہ مدعا ہو

آخر اِکدن ' اے گل تر ' دیکھ ' مرجھانا پڑا اِس قدر بھی اپنے چارے سے کوئی باہر نہ ہو

سوتا ہے اُسی نیکلمد میں غافل ابھی "اُسی" اپنے قدم پاک کی تھوکر سے جگا دو  
 جو کہیں ہم زباں سے ' ہرجائے ' ملے میں لیکن کہیں زباں بھی ہو  
 چوہر سکے ' توجہ اس طرح زمانے میں کہہ رہی چائے تو مرگ اُس کی زندگانی ہو

گہت گئی وصل میں ' فرقت میں بڑھی تھی جتنی  
 رات عاشق کی کبھی دن کے برابر نہ ہوئی

نہ سلتے تم جو دشمن کی زبانی بہت دلیچسپ تھی مہری کہانی  
 کلا حاضر ' لیکن فائدہ کیا ؟ کہ ظالم تو ہے مہری زندگانی  
 تسلی کل کے وعدے پر غصہ ہے غم عشق اور اُمید زندگانی  
 کہاں یوسف کہاں وہ روے زیبا خدا کو ہے مجھے صورت دکھانی  
 یہ دونوں ایک ہی ترکش کے ہیں تیر معتبت اور مرگ ناگہانی  
 علم کر خلد میں بھی خلیج ناز تصدق ہے حیات جاودانی

خوف دوزخ ' نہ حرص جنت کی بے فرض میں نے تجھ سے اُلفت کی  
 دیکھو یہ تو تمنا ہے دم کہ نہیں آزمائش ہے آج طاقت کی

گھر چھتا ' شہر چھتا ' کوچہ دلدادہ چھتا کوہ رصعہ رامیں لہے پھرتی ہے وحشت دل کی  
 جس سے پھونک کیا پائی شکست خاطر ہمارے تقدیر ! یہ پھوٹی ہوئی قسمت دل کی  
 راستہ چھوڑ دیا اُس نے ادھر کا "اُسی"  
 کہوں بئی رہ گذر یار میں تربت دل کی

مہت شجواب مہت وفائے نگار ہے کتلماہی پائدار ہو ' نا پائدار ہے  
 فانی ہے گردش فلکی بھی ہمارے ساتھ ساری ہمیں سے دشمنی روزگار ہے  
 عشق دھوس میں حسن کو تمہیں چاہیے مانو نہ مانو آگے تمہیں اختیار ہے  
 ذرق ادا و ناز کہاں ' بیخودی کہاں ؟ اب تو شراب وصل بھی کچھ ناگوار ہے  
 مستی میں کوئی راز جو "اُسی" سے فاش ہو ' معذور ہے ابھی کہ نہیا بادۂ خوار ہے

اے شمع ' ایک شعلے نے تجھ کو کیا تمام  
 ہر قطرۂ سرشک یہاں شعلہ زار ہے

صدمہ دم توڑتی تھی اور یہ کہتی تھی شیخ  
ہاے اس معطل میں ہم آئے تھے رونے کے لیے

سارے عالم میں تیری خوشبو ہے اے مرنے رشک گل ' کہاں تو ہے ؟  
تجھ کو دیکھ ' پھر آپ میں رہ جائے ' دل پر اتنا کسی کو قابو ہے ؟  
وہ دھرو ہوں میں صورت نکہت گل جسے خار رہ کا بھی کھٹکا نہیں ہے  
مگر سر کے بل چلتے ہیں اُس گلی میں نشان قدم کوئی پودا نہیں ہے

دل کی قیمت سے ہوں کوڑھن بھی کم  
ہمت اب اس میں خریدار کی ہے

پڑے ہیں صورت نقس قدم ' نہ چہرہ ہوں  
ہم اور خاک میں مل جائیں گے اُٹھانے سے

ظاہر میں تو کچھ چوت نہیں کھائی ہے ایسی ؛  
کہوں ہاتھ اُٹھا یا نہیں جانا ہے جگر سے ؟

بسان شمع سوز غم میں کیا اِخفاے گریہ ہو  
گلے کا ہار ہو جانا ہے جو آنسو نکلتا ہے

یہ حجابی یہ کہ سر صورت میں جلوۂ آشکار  
گھونگٹ اُس پر وہ کہ صورت آج تک نادیدہ ہے

فتلہ زار حشر سب سمجھے ہیں جس مہمان کو  
دامن ناز نگہ کا گوشۂ جنبودہ ہے

حشر میں ملے پھیر کر کھلنا کسی کا ہاے ہاے  
" اسی " گستاخ کا ہو جرم نا بخشودہ ہے

ترچھی نگاہ تیغ جسدائی سے توڑ ہے  
عاشق کی مرگِ سہل وہ دشوار کیوں کرے

موسیٰ اگر ملیں ' تو یہ ہے پوچھنے کی بات ؛  
دل ہی نہ ہو ' تو حسرت دیدار کیوں کرے

خوصلہ تیغ جفا کا رہ نہ جائے اُنہیے خون تہا کیچہ ہے

کس کو دیکھا اُن کی صورت دیکھ کر جی میں آتا ہے کہ سجدا کیجئے  
 راہ تکمے تکمے ”آسی“ چل بسا  
 کہوں کسی سے آپ وعدا کیجئے

۲۵ مہری آنکھیں اور دیدار آپ کا؟ — یا قیامت آگئی، یا خواب ہے

حجاب گلیج متغی میں نہاں تھے آہی ہم کہاں آئے کہاں تھے  
 جب اُس کوچے کی حاصل تھی گداؤی خداوند زمیں و آسمان تھے  
 اُتے ہم، اُتے گیا پردہ دوئی کا ہمارے اُس کے بس ہم درمیاں تھے  
 نہ نکلی بات ملہ سے صورت شمع زبان ایسی تھی گویا بے زبان تھے

وہ حال اِس طرح پوچھتے ہوں کہ اُن کو گویا خبر نہیں ہے  
 تجاہل ایسا ہے درد دل سے کہ دل میں جس طرح گھر نہیں ہے  
 نہ کہوں ہو دل کو یقین پیدا شہادت اُن کی ہے قیوم اُن کا  
 نقاب ملہ پر نہیں ہے لیکن کسی کو قاب نظر نہیں ہے

حسن کی چارہ گری کا ہے بوا شور مگر لذت کہوں محتاج دوا ہوتا ہے  
 دشمن دوست جدائی ہے تو ملنا کیا ہے قطرہ دریا سے جو ملنا ہے فنا ہوتا ہے  
 جس میں دیدار ہو وہ بھی ہے قیامت کوئی یہ قیامت ہے کہ وہ مجھ سے جدا ہوتا ہے

لذت ایک گونہ چاہیے مجھ کو کہا وہ دل بھی دکھا نہیں سکتے؟  
 وعدہ بھی ہے تو ہے قیامت کا جس کو ہم آزما نہیں سکتے  
 مانگتے موت کی دعا، لیکن ہاتھ دل سے اُٹھا نہیں سکتے

اُنی عدم میں کشتی عمر رواں مجھے پہنچا دیا ہے بیٹھے بٹھائے کہاں مجھے؟  
 حق پوچھتے تو بات تھی انصاف کی بھی نام عدد لیا تو کہا بدزبان مجھے  
 اُغ جہاں میں طائر رنگ پریدہ ہوں خوف نفس ہے کچھ نہ غم آشیاں مجھے  
 اُنی عدم سے لے بھی چلی جانب عدم کیسی رفیق رہا ملی عمر رواں مجھے

۲۶ کیا راہ طلب مرے بھی طے ہوئی ہے، ”آسی“؟  
 آسودگی حرفِ نیست؛ یہاں ہے، نہ وہاں ہے

مہری آنکھیں اور اُس کی خاک پا، تھوڑے کوچے کا اگر رہبر ملے

کچھ نہ پوچھو کہسی نفرت ہم سے ہے ہم ہوں جب تک وہ ہمیں کھونکر ملے؟  
 ”آسی“ گریباں ملا مستحب سے  
 گل سے شہلم جس طرح رو کر ملے

ہے صید فلنا، جو ہدف تیر نظر ہے چہرہ مڑے سولے کو: نہ دل ہے نہ جگر ہے  
 ملنے کی یہی راہ نہ ملنے کی یہی راہ دنیا جسے کہتے ہوں عجب راہ گذر ہے  
 وہ درر چلا جام سے بیخبری کا ہم وہ ہیں کہ وہ ہم نہیں اتنی یہی خبر ہے  
 پہنچو گئے اسی کوچے میں جس راہ سے جاؤ جو راہ ہے اُس کوچے کی بیخوف و خطر ہے  
 ہم بزم ہو رقہب تو کہوں کر نہ چھوڑے آہنگ ساز درد کہ نالا کہیں جسے  
 پیمانہ نگاہ سے آخر چھلک گیا سر جوش ذوق وصل، تمنا کہیں جسے

فہم نہ آجائے کہیں مازند موسیٰ، دیکھو !  
 مہری آنکھوں سے نہ اپنا آپ جلو دیکھو  
 آپ سے دیکھی نہیں جانی تھی مہری زندگی  
 لہجہ مروتا ہوں اب مروتا مہرا دیکھو  
 رات ”آسی“ کہتے تھے اپنے ساتھ خانے کو گور  
 جیتے جی مر جاتے ہیں عاشق : تماشا دیکھو

اجی دل میں اتر آؤ کسی دن مہری آنکھوں پر اپنے پانوں دھو کے  
 لحد میں اب نہ چھوڑو، اے فرشتو، ستائے ہیں کسی کے عمر بھر کے  
 برونک شمع تہلدا بھی کر، اے صبح، جلائے ہوں کسی کے رات بھر کے

سہا یہ جانیں کہ غزل ”آسی“ مہلوش کی ہے  
 شعر جو نکلے وہ دامن کی طرح تر نکلے

یہ کہ کہ کے اُس نے مٹایا مجھ کہ جو کھو گھا اُس نے پایا مجھ

منتہس

وقت آخر ہوں تیرے مضطر کے نہ چما کوئی عاشقی کر کے  
 اب بھی کہتا ہے آئیں بھر بھر کے کون جیتا ہے، اے صلم، مر کے  
 آؤ تو دیکھ لوں نظر بھر کے

جھک کے لولہ وہ ہائے تیرے قدم تھوکر میں مارنا ترا پیہم  
 مر کے بھی اے صنم خدا کی قسم سر کو ٹکراتے ہیں لحد میں ہم  
 لطف بھولے نہیں ہیں تھوکر کے

### قصیدہ

مدح ثواب کلب علی خاں، والی رام پور

کہاں ترا کوئی بھر وجود میں ثانی حباب، دیدہ اہل نظر میں ہے پانی  
 زوال صورت اشیا ہے صورت ہمہ اوست غرض کہ ہیچ مدائی ہوئی ہمہ ذاتی  
 نہ جان دیکھے بھی ہم سمجھے والے نادانی کہ تھا وہی لب جاں بخش دشمن جانی  
 تمہیں نہ دل میں چلے آؤ، دیکھ لو سب حال نہیں ہے قابل اظہار درد پندہانی  
 ہوا، نہ برق، نہ آندھی یہ سب مثال غلط مری نظر میں تو گھوڑا ترا ہے لا ثانی

### رباعیات

غلتچے، تجھے مہر دی دلنگاری کی قسم شہد، تجھے مہر دی اشکباری کی قسم  
 کس گل کی نسیم صبح خوشبو لائی بہتاب ہے دل چناب باری کی قسم  
 باز آؤ دم عشق کے اب بھرنے سے ”آسی“ کرتے نہیں ہو تم مرنے سے  
 مجلوں کے لب گور سے آتی ہے صدا مرنا بہتر ہے عاشقی کرنے سے  
 پوری میں غم شباب کیا کھانا ہے نادان، وہ لطف اب کہاں آتا ہے ؟  
 کہوں کر نہ بڑھاپے میں ہو چہرہ بے نور جب صبح ہوئی چراغ بجھ جانا ہے  
 ہستی میں عدم سے کیا وہ لایا ہم کو آرام سے سوتے تھے، چٹکایا ہم کو  
 پھونکی نہیں روح قالب خاکی میں در پردہ یہ خاک میں ملایا ہم کو  
 یا مجھ کو ترا حسن نہ بھایا ہوتا یا ہر رگ و پے میں تو سمایا ہوتا  
 یا دل ہی میں جلوہ گر اگر ہونا تھا ہر جزو بدن کو دل بنایا ہوتا



## کے مطبوعات

- ۱۔ از منہ وسطیٰ مہن ہندستان کے معاشرتی اور اقتصادی حالات -  
از علامہ عبداللہ بن یوسف علی ، ایم - اے ، ایل ایل ایم ،  
سی - بی - اے ، منجلد ۱ روپیہ ۴ آنہ - غیر منجلد ۱ روپیہ -
- ۲۔ اردو سروے رپورٹ - از مولوی سید محمد ضامن علی صاحب  
ایم - اے - ۱ روپیہ -
- ۳۔ عرب و ہند کے تعلقات - از مولانا سید سلیمان ندوی - ۴ روپیہ -
- ۴۔ نائن (جرمن ڈراما) مترجمہ مولانا محمد نعیم الرحمان صاحب -  
ایم - اے ، ایم - آر ، اے - ایس - ۲ روپیہ ۸ آنہ -
- ۵۔ فریب عمل (ڈراما) مترجمہ بابو جگت موہن لال صاحب ،  
رواں - ۲ روپیہ -
- ۶۔ کبیر صاحب - مرتبہ پندت منوہر لال زتشی - ۲ روپیہ -
- ۷۔ قرون وسطیٰ کا ہندوستانی تمدن - از راء بہادر مہا مہو آپادھیہ  
پندت گوری شنکر ہیرا چند اوجھا ، مترجمہ منشی پریم چند -  
قیمت ۴ روپیہ -
- ۸۔ ہندی شاعری - از ڈاکٹر اعظم کریوی - قیمت ۲ روپیہ -
- ۹۔ ترقی زراعت - از خانصاحب مولوی محمد عبدالقہوم صاحب  
ڈپٹی ڈائریکٹر زراعت - قیمت ۴ روپیہ -
- ۱۰۔ عالم حیوانی - از بابو برجیش بہادر ، بی - اے ، ایل ایل بی -  
۶ روپیہ ۸ آنہ -
- ۱۱۔ معاشیات پر لکچر - از ڈاکٹر ذاکر حسین ، ایم - اے ، پی ایچ ڈی -  
منجلد ۱ روپیہ ۸ آنہ ، غیر منجلد ۱ روپیہ -
- ۱۲۔ فلسفہ نفیس - از سید ضامن حسین نقوی - قیمت منجلد  
۱ روپیہ ۸ آنہ ، غیر منجلد ۱ روپیہ -
- ۱۳۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ - از پروفیسر سیتا رام کوہلی ، ایم اے -  
قیمت منجلد ۴ روپیہ ۸ آنہ ، غیر منجلد ۴ روپیہ -



۱۴۰۔ جواہرِ سخن - جلد اول - مرتبہ مولانا کیفی چریا کوٹی۔  
قیمت مجلد ۵ روپیہ، غیر مجلد ۴ روپیہ ۸ آنہ -

۱۵۰۔ علمِ باغبانی - از مستر وصی اللہ خاں - ایل - اے - جی - قیمت  
مجلد ۶ روپیہ ۸ آنہ، غیر مجلد ۶ روپیہ -

۱۶۰۔ انقلابِ روس - از کشن پرشاد کول - ممبر سرونٹس آف انڈیا  
سوسائٹی لکھنؤ - قیمت مجلد ۳ روپیہ، غیر مجلد ۲ روپیہ ۸ آنہ -

۱۷۰۔ سچل دکنلی پھولہاں - از محمد نعیم الرحمان، ایم - اے، استاد  
عربی و فارسی، الہ آباد یونیورسٹی - قیمت ۱ روپیہ ۴ آنہ -

۱۸۰۔ تاریخِ فلسفہٴ سیاسیات - از محمد مجیب، بی - اے (اکسن)  
جامعہ ملیہ اسلامیہ - دہلی - قیمت مجلد ۴ روپیہ ۸ آنہ  
غیر مجلد ۴ روپیہ -

۱۹۰۔ انگریزی عہد میں ہندوستان کے تمدن کی تاریخ - از علامہ  
عبد اللہ یوسف علی صاحب - قیمت مجلد ۴ روپیہ، غیر  
مجلد ۳ روپیہ ۸ آنہ -

۲۰۰۔ فلسفہٴ جمال - از ریاض الحسن صاحب - ایم - اے - قیمت ۱ روپیہ -  
۲۱۰۔ دیوانِ بہدار - از جلیل احمد قدوائی صاحب - ام - اے - قیمت  
مجلد ۲ روپیہ، غیر مجلد ۱ روپیہ ۸ آنہ -

۲۲۰۔ نفسیاتِ فاسدہ - از معتضد ولی الرحمان صاحب، ایم - اے - قیمت  
مجلد ۸ روپیہ ۸ آنہ، غیر مجلد ۸ روپیہ -

۲۳۰۔ سلطان الہند محمد شاہ بن تغلق - از پروفیسر آغا مہدی  
حسین، ایم - اے، پی - ایچ - تی - تی - ٹی - قیمت مجلد  
۳ روپیہ، غیر مجلد ۲ روپیہ ۸ آنہ -

۲۴۰۔ نظامِ شمسی - مترجمہٴ شہج چکر، بی - اے، ایل - ٹی،  
قیمت ۹ روپیہ -

## ہندوستانی اکیڈمی یو - پی، الہ آباد -

چرٹڈر - غلام اصغر، سٹی پریس، الہ آباد - پبلشر - ڈاکٹر تارا چند، ہندوستانی اکیڈمی - الہ آباد -



CALL No. { 1915.441.9  
2.44 AGC. No. 12424  
AUTHOR لکھنؤ میں  
TITLE جوہر سن

1915.441.9		12424	
لکھنؤ میں		جوہر سن	
AT THE TIME			
Date	No.	Date	No.



# MAULANA AZAD LIBRARY ALIGARH MUSLIM UNIVERSITY

## RULES:—

1. The book must be returned on the date stamped above.
2. A fine of Re. 1-00 per volume per day shall be charged for text-books and 10 Paise per volume per day for general books kept over - due.

